قَالَ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اولم ولو بشاۃ

# مسائل ولیمہ

تالیف

مولانا مفتی ریاض محمد بگرامی
فاضل جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد
متخصص جامعہ دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴
رئیس دارالافتاء تعلیم القرآن راولپنڈی



الخلیل پبلشنگ ھاؤس
راولپنڈی

نام کتاب ............... مسائل ولیمہ

مصنف ............... مولانا مفتی ریاض محمد بٹگرامی

سرورق ............... وسیم گرافکس، اردو بازار لاہور

ناشر ............... الخلیل پبلشنگ ہاؤس، راولپنڈی

قیمت ...............

## ملنے کے پتے

- کتب خانہ رشیدیہ، مدینہ مارکیٹ راجہ بازار، راولپنڈی
- احمد بک کارپوریشن، اقبال روڈ، راولپنڈی
- دارالاشاعت، کراچی
- زم زم پبلشرز، اردو بازار، کراچی
- مکتبہ معارف القرآن، احاطہ دارالعلوم کورنگی، کراچی
- اسلامی کتب خانہ، بنوری ٹاؤن، کراچی
- کتب خانہ اشرفیہ، قاسم سینٹر، کراچی
- مکتبہ رحمانیہ، غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور
- مکتبہ سید احمد شہید، الکریم مارکیٹ اردو بازار، لاہور
- المیزان، الکریم مارکیٹ اردو بازار، لاہور
- مکتبہ حقانیہ، ملتان
- مکتبۃ العارفی، فیصل آباد
- مکتبہ سید احمد شہید، اکوڑہ خٹک
- مکتبہ معارف، محلہ جنگی، پشاور
- وحیدی کتب خانہ، قصہ خوانی بازار، پشاور
- بیت القرآن، حیدرآباد، سندھ
- مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ

# شرف انتساب

میں اپنی اس حقیر کاوش
کواستاذ محترم

حضرت مولانا ظہور احمد صاحب دامت برکاتہم

سابق استاذ حدیث جامعہ اسلامیہ
امدادیہ فیصل آبادو حال
استاذ الحدیث دار العلوم تعلیم القرآن

کے نام منسوب کرنے کی
سعادت حاصل کرتا ہوں

# ولیمہ کا لغوی معنیٰ

ولیمہ فعیلہ کے وزن پر اَلْوَلْمُ یااَلْوَلْمَۃُ سے مشتق ہے۔ولم اور ولیمہ کے لغوی معانی تین آتے ہیں۔

(۱) جمع ہونا (۲) کسی چیز کا پورااور کامل ہونا (۳) قید و بندش،اس کی جمع ولائم آتی ہے،اور ایلام (باب افعال) کا معنیٰ ہے ولیمہ کرنا۔

# ولیمہ کا شرعی معنیٰ

اصطلاحِ شریعت میں ولیمہ اس کھانے کو کہا جاتا ہے جو شادی اور نکاح کے وقت بطور خوشی کھلایا جاتا ہے۔اصطلاحی اور لغوی معنیٰ میں مناسبت یہ ہے کہ ولیمہ میں بھی لوگ جمع ہوتے ہیں یازوجین کا اجتماع ہوتاہے نیز نکاح سے آدھے ایمان کی تکمیل ہوجاتی ہے۔مشکوۃ المصابیح (۲/۲۶۸) میں حضرت انسؓ کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے ارشادفرمایا:

**اذا تزوج العبد فقد استکمل نصف الایمان فلیتق اللّٰہ فی النصف الباقی**،یعنی جب آدمی نے شادی کی توبلا شبہ اس نے نصف ایمان کی تکمیل کردی،پس چاہئے کہ وہ باقی نصف میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔

تیسرے معنیٰ سے مناسبت یہ ہے کہ شادی اور نکاح سے زوجین بندش میں چلے جاتے اور قید ہو جاتے ہیں،خاص طور پر عورت کیونکہ عورت کی خلاصی طلاق ہی سے ہوتی ہے اور طلاق کا لغوی معنیٰ ہے:رفع القید یعنی قید کو اٹھانا اور دور کرنا۔اور اصطلاحی معنیٰ ہے،رفع قید النکاح یعنی نکاح کی قید کو دور کرنا۔

علامہ ابن قدامہ المغنی (۳/۷) کتاب الولیمہ، میں لکھتے ہیں:

**الوليمة اسم للطعام فی العُرس خاصة لايقع هذاالاسم علی غيره، كذلكَ حكاه ابن عبدالبرعن ثعلب وغيره من اهل اللغة،وقال بعض الفقهاء من اصحابناوغيرهم:ان الوليمة تقع علی كل طعام لسرورحادث الاان استعمالهافی طعام العرس اكثر وقول اهل اللغة اقوی لانهم اهل اللسان وهم اعرف بموضوعات اللغة واعلم بلسان العرب .**

ابن عبدالبرؒ نے ثعلب وغیرہ ائمہ لغت سے نقل کیا ہے کہ ولیمہ خاص طور پر شادی کے موقعہ پر دیئے جانے والے کھانے کا نام ہے، یہ لفظ اس کے علاوہ پر نہیں بولا جاتا، بعض حنابلہ اور دوسرے فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ خوشی کے موقعہ پر دیئے جانے والے ہر کھانے پر ولیمہ کا اطلاق ہوتا ہے مگر شادی کے کھانے پر اس کا اطلاق زیادہ ہے اور اہل لغت کا قول زیادہ قوی ہے کیونکہ وہ اہلِ زبان ہیں اور لغت کے موضوعات کو زیادہ پہچانتے اور عربی زبان کو زیادہ جانتے ہیں۔

درسِ ترمذی میں ہے:

لفظ ''ولیمہ'' ولم سے مشتق ہے جس کے معنی جمع کے ہیں پھر اس کا اطلاق ہر اُس کھانے پر ہونے لگا جس کے لئے لوگوں کو جمع کیا جائے، بعد میں یہ لفظ ''طعام العروس'' کے ساتھ خاص ہوگیا۔ درسِ ترمذی (۳/۳۶۷)

لفظ ولیمہ کے اطلاق کے بارے قولِ فیصل یہ ہے کہ اصلاً اس کا اطلاق ہر دعوت پر ہوتا ہے، خواہ وہ شادی کا کھانا ہو یا اس کے علاوہ البتہ اس کا اغلب استعمال واطلاق شادی کے کھانے اور دعوت پر ہوتا ہے، اسلئے جب دوسرے کھانوں یا دعوت

کے معنی میں استعمال کرنا ہو تو مقید استعمال ہوگا جیسے ولیمہ ختان وغیرہ اور جب مطلق بولا جائے تو اس سے دعوت نکاح ہی مراد ہوتا ہے۔حاشیة الباجوری علی ابن قاسم الغزی (۱۷۴/۲) کتاب النکاح ومایتعلق به،فصل والولیمة علی العرس مستحبة،داراحیاء التراث العربی،بیروت.

## اقسام دعوت وولیمہ

لغت اور شریعت میں ولیمہ کا اطلاق شادی کے کھانے کے علاوہ دوسری دعوتوں،کھانوں اور ضیافتوں پر بھی ہوا ہے،اہلِ لغت،شارحین اور فقہاء کرام نے دعوت وضیافت کی کئی اقسام لکھی ہیں،کسی نے آٹھ ،کسی نے دس،کسی نے کم وبیش،متفرق اقسام کو جمع کیا جائے تو کل بیس(۲۰)اقسام بنتی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱)الخُرس یاالخُرص،الخرسة،الخرصة،اس کی تعریف میں کئی اقوال ہیں۔

(۱)وہ دعوت جو عورت کے نفاس(سے پاکی)کے وقت کی جائے ردالمحتار(۱۶/۶)

(۲)بعض فرماتے ہیں:طعام الولادة یعنی بچے کی پیدائش کے وقت کی جانے والی دعوت۔فقه اللغةللثعالبی(ص۱۸۲)

(۳)بعض فرماتے ہیں:انهاالسلامة المرأة من الطلاق یعنی وہ دعوت جو عورت کے طلاق سے بچ جانے کی خوشی میں کی جائے۔(فتح الباری۹/۳۰۰)

(۲)العقیقة،لطعام الحلق یوم سابع الولادة یعنی ولادت کے ساتویں

دن بچے کے حلق کے موقعہ پر کی جانے والی دعوت (ایضاً)۔

(۳) الاعذار: وہ دعوت جو بچے کے ختنے کے وقت کی جاتی ہے (ایضاً) اس میں ایک لغت العزیرۃ اور العُذرۃ بھی ہے۔

(۴) الحذاق: وہ دعوت جو بچے کے ماہر ہونے کے وقت یا قرآن کریم ختم ہونے کے وقت یا اس کی معتد بہ مقدار ختم کرنے کے وقت کی جاتی ہے، بلکہ کسی بھی فن وصناعت میں مہارت پیدا ہونے کے وقت بطور خوشی جو دعوت کی جائے اسے "الحذاق" کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ نے سورہ البقرہ ختم کرنے پر اونٹ ذبح کیا تھا۔ اوجز المسالک (۳۷۰/۲) ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فتح الباری کی تکمیل پر بڑی پر تکلف دعوت کی تھی جس میں اس وقت کے بڑے بڑے لوگ شریک ہوئے تھے، اس دعوت پر پانچ سو دینار خرچہ آیا تھا۔

دیباچہ فتح الباری (۱/۴) وتعلیق الشیخ علی بذل المجہود (۳۴۵/۴) مکتبہ الشیخ کراتشی۔

(۵) الملاک یا الشُندُخ، یعنی وہ دعوت جو کسی عقد کے ذریعہ باندی کا مالک بننے پر کی جاتی ہے۔ فقہ اللغۃ (ص ۱۸۲) للثعالبی میں ایک لغت "الشندخیۃ" لکھی ہے۔ الشندخ فرس شندخ سے ماخوذ ہے یعنی وہ گھوڑا جو دوسروں سے آگے بڑھ جاتا ہو، طعام املاک کو شندخ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ کھانا بھی دخول سے قبل ہوتا ہے۔

(۶) الولیمۃ، اس کی تفصیل آ چکی ہے۔

(۷۔۸)مأدُبة،عام دعوت جو بغیر کسی سبب کے کی جائے،حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اس میں یہ تفصیل لکھی ہے کہ اگر مادبہ مخصوص لوگوں کے لئے ہو تواسے النَّقَرِی کہاجاتا ہے اور اگر عام ہوتواسے الجَفَلی بروزن النقری کہاجاتا ہے۔ایک شاعر کہتا ہے۔

**نحن فی المشتاة ندعو الجفلی　　لاترى الآداب منا ينتقر**

ہم سردی کے زمانے میں عمومی دعوت دیتے ہیں اور آپ ہم میں سے مأدُبہ کرنے والے کو خاص دعوت کرتے ہوئے نہیں دیکھیں گے۔

اس شعر میں شاعر نے اپنی قوم کی سخاوت وجودت کا اظہار کیاہے کہ میری قوم کے لوگ سردیوں میں بھی عمومی دعوت کرتے ہیں،خصوصی نہیں۔

علامہ عینی رحمہ اللہ نے الجفلی میں ایک لغت اجفلی بھی نقل کی ہے۔البناية فی شرح الهداية(۱۴/ ۴۳۹)،مکتبہ امدایہ ملتان۔

(۹)الوکیرة:وہ دعوت جومکان تعمیر کرنے کے وقت یاجدید رہائش اختیار کرتے وقت کی جائے،الوکیرة،الوکر سے ماخوذ ہے۔اس کا لغوی معنیٰ ہے مأوىٰ ومستقر یعنی ٹھکانہ اور جائے قرار۔

(۱۰۔۱۱)النقیعة:وہ دعوت جو مسافر کے واپس آنے پر کی جائے،خواہ مسافر کرے یا کوئی دوسرا شخص مسافر کے لئے کرے۔بعض نے فرق کیا ہے کہ اگر مسافر کرے توایسی دعوت کو"النقیعة" کہاجاتا ہے اور اگر کوئی مسافر کے لئے کرے تو اسے"التحفة" کہا جاتا ہے۔

ایک شاعر کہتا ہے۔

**كل الطعام تشتهي ربعيه.الخرس والاعذار والنقيعة**

**المغني لابن قدامة(۳/۷) كتاب الوليمة.**

(۱۲)الوضيمة۔یعنی وہ دعوت جو کسی مصیبت اورحادثہ پیش آنے پر کی جائے، یہ دعوت مصیبت زدہ شخص نہیں کرتا بلکہ مصیبت میں مبتلا شخص کے رشتہ دار اور پڑوسی کرتے ہیں۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ نے مشکوۃ کی شرح الکاشف عن حقائق السنن المعروف بالطیبی (۲۹۵/۶) میں "الوضيمة" کی بجائے "الوضيحة" لکھا ہے۔

(۱۳)العتيرة۔یعنی ہر وہ جانور جو رجب کے مہینے کے شروع میں ذبح کرکے اس کی دعوت کی جاتی ہے۔

کسی نے مذکورہ دعوتوں کو مندرجہ ذیل اشعار میں جمع کر دیا ہے۔

(۱)ان الولائم عشرة مع واحد    من عدّها فقدعزفي اقرانه

(۲)فالخرس عند نفاسهاوعقيقة    للطفل والاعذارعند ختانه

(۳)ولحفظ قرآن و آداب لقد    قالوا الحذاق لحذقه وبيانه

(۴)ثم الملاک لعقده ووليمة    في عرسه فاحرص على اعلانه

(۵)وكذلک مأدُبةبلاسبب يرى    ووكيرة لبنائه لمكانه

(۶)ونقيعة لقدومه ووضحية    لمصيبة وتكون من جيرانه

(۷)ولاول الشهرالاصم عتيرة    بذبيحة جاء ت لرفعيةشأنه

(۱)ولیمے ایک کے ساتھ دس (گیارہ) ہیں، جوان کو شمار کرے تو اپنے دوستوں میں معزز ہو۔

(۲) پس عورت کے نفاس کے وقت خرس ہے، اور بچے کے لئے عقیقہ اور اس کے ختنہ کے وقت اعذار ہے۔

(۳) اور قرآن کریم اور اس کے آداب یاد کرنے کے وقت کی دعوت کو الحذاق کہا ہے اس کے ماہر ہونے اور بیان کی وجہ سے۔

(۴) پھر اس کے عقد کے وقت ملاک ہے اور شادی میں ولیمہ ہے اس کے اعلان پر حرص کر۔

(۵) اور اس طرح مادبہ ہے جو بغیر کسی سبب کے ہے اور اس کے مکان بناتے وقت وکیرہ ہے۔

(۶) اور اس کے آنے کے وقت نقیعہ ہے اور مصیبت کے وقت وضیمہ ہے اور یہ پڑوسیوں کی طرف سے ہوتی ہے۔

(۷) اور اصم مہینے کے شروع میں ذبیحہ کا نام عتیرہ ہے جو اس کی رفعتِ شان کے لئے آیا ہے۔

ردالمحتار (۶ / ۱۶) کتاب الاجارۃ، ایچ، ایم، سعید کراچی

امام لغت ثعالبیؒ المتوفی (۴۲۹) نے مزید پانچ اقسام بیان فرمائی ہیں۔

(۱۴) القری: وھو طعام الضیف یعنی وہ کھانا جو مہمان کے لئے بطور دعوت تیار کیا جائے۔

(۱۵) السُلفۃ: وہ ہلکا کھانا جو مریض کو تندرست ہوتے وقت عام کھانے سے پہلے کھلایا جاتا ہے۔

(۱۶) اللُھنۃ: ناشتہ سے پہلے بطور وقت گزاری کے جو کچھ کھایا جاتا ہے

اسے "لُهنة" کہا جاتا ہے۔

(۱۷)العُجالة: وہ کھانا جو عام کھانے سے پہلے جلدی میں کھایا جاتا ہے۔

(۱۸)القفي، الزّلّة وهو طعام الكرامة یعنی ہر وہ کھانا جو کسی کو بطور اکرام کھلایا جائے۔

فقه اللغة وسرّ العربية (ص ۱۸۲)الباب الرابع والعشرون الفصل الاول: في تقسيم اطعمة الدعوات وغيرها.

(۱۹)الضيافة: نکاح میں ایجاب وقبول کے دن جو کھانا کھلایا جاتا ہے اسے "الضيافة" کہا جاتا ہے۔

العرف الشذی بهامش جامع الترمذی(۱/ ۳۳۶)

(۲۰)اُلبشارة: (بضم العين) وہ کھانا جو خوشخبری لانے والے کو کھلایا جاتا ہے۔

تعليق الشيخ علي بذل المجهود (۳/ ۲۴۰) كتاب النكاح.

وانظر(ايضاً)سنن ابی داؤد(۲/ ۳۴) كتاب الجهاد، باب في اعطاء البشير.

## ولیمہ کے مختلف نام

دعوتِ ولیمہ کو دعوتِ عُرس، طعام العرس، دعوتِ التزوج، طعام النکاح اور ولیمۃ العرس بھی کہا جاتا ہے۔

# ولیمہ کی شرعی حیثیت

جمہور فقہاء کرام اور ائمہ اربعہؒ کے ہاں صاحب حیثیت شخص کے لئے بوقت نکاح ولیمہ کرنا سنت ہے جبکہ اہل ظاہر کے ہاں فرض اور واجب ہے، بعض شافعیہ سے بھی وجوب کا قول مروی ہے نیز علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے مالکیہ حضرات کا غیر مشہور مذہب بھی ''وجوب'' نقل کیا ہے لیکن مشہور مذہب سنت واستحباب ہے، بعض حضرات نے امام احمد بن حنبلؒ سے بھی وجوب نقل کیا ہے لیکن مشہور مذہب ''سنیت'' کا ہے۔

المجموع شرح المهذب للامام النووی(۵۵۰/۵۴۸/۱۵)
وفتح الباری(۲۸۷/۹) کتاب النکاح، باب الولیمۃ حق

خلاصہ یہ کہ جمہور حضرات کے ہاں ولیمہ واجب یا فرض نہیں بلکہ سنت ومستحب ہے۔

پھر شافعیہ مالکیہ اور حنابلہ کے ہاں وجوب کا قول بھی ملتا ہے، جبکہ احناف کے ہاں وجوب کا قول تو نہیں ملتا، سنیت ہی کا ملتا ہے لیکن اس سنت واستحباب کی تاکید زیادہ ہے۔گویا کہ ولیمہ مؤکد مستحب ہے، اعلاء السنن (۱۰/۱۱) باب استحباب الولیمة، یا سنتِ مؤکدہ ہے۔فتاویٰ عثمانی (۳۰۲/۲)

فی الشامية (۳۴۷/۶) ومقتضاه انهاسنة مؤكدة، بخلاف غيرها وصرح شراح الهداية بانهاقريبة من الواجب۔

# دلائل وجوب

بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ولیمہ واجب اور ضروری ہے،ایسی احادیث مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱)عن انس بن مالکؓ ان رسول اللّٰہ صل اللّٰہ علیہ وسلم رأی علی عبدالرحمٰن بن عوفؓ اثر صفرة فقال:ماھذا؟فقال: انی تزوجت امرأة علی وزن نواة من ذھب،فقال،بارک اللّٰہ لک،اَوۡلِمۡ ولوبشاة.

صحیح البخاری(۲/۷۷۳)کتاب النکاح،و(۱/۲۷۵)کتاب البیوع و(۱/۵۳۳)کتاب المناقب،وصحیح المسلم(۱/۴۵۸)کتاب النکاح وجامع الترمذی(۱/۳۳۵)باب ماجاء فی الولیمة وغیرھا.واللفظ لہ،سنن الدارمی(۲/۱۹۲)کتاب النکاح،باب فی الولیمة رقم الحدیث(۲۲۰۴)وکتاب الاطعمة(۲ /۱۴۲)باب فی الولیمة،رقم الحدیث(۲۰۶۴)وسنن ابی داؤد(۱/۳۰۴)کتاب النکاح،باب قلة المھروالسنن الکبری للبیھقی(۷/۲۵۸)کتاب الصداق،باب الامر بالولیمة.

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ پر زردی کا نشان دیکھا تو پوچھا یہ کیا ہے؟انہوں نے فرمایا کہ میں نے ایک گھٹلی کے برابر سونے کے عوض ایک عورت سے نکاح کیا ہے،آپ نے فرمایااللہ اس میں برکت ڈالے،ولیمہ کرو،اگرچہ ایک بکری کا ہو۔

ان حدیثوں سے استدلال یوں ہے کہ اَوۡلِمۡ امر کا صیغہ ہے اور امروجوب

کے لئے آتا ہے پھر نبی علیہ السلام نے ولو بشاۃ کہہ کر مزید تاکید فرمائی یعنی اگر زیادہ کی گنجائش نہ ہوتو ایک بکری کا ولیمہ ہی کر دو، چھوڑو مت۔

(۲)عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم:یاابا ھریرۃ اولم ولو بشاۃ.

مجمع البحرین فی زوائد المعجمین(۲/۱۸۸)کتاب الولیمۃ والعقیقۃ،رقم الحدیث(۱۸۸۱)قال:لم یروہ عن عبدالرحمٰن الا عبداللّٰہ.

وفی التعلیق علیہ.اسنادہ ضعیف،فیہ عبداللّٰہ بن المؤمل،ضعیف، والحدیث اخرجہ الامام الطبرانی رحمہ اللہ فی الاوسط(۱/۲۵۸)الحدیث(۸۴۶)انظر مجمع الزوائد(۴/ ۵۴).

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:اے ابوہریرہ ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری کے ساتھ ہو۔

(۳)عن ابن بریدۃ عن ابیہ قال:لماخطب علی فاطمۃ رضی اللّٰہ عنہماقال:قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم:انہ لا بد للعرس من ولیمۃ قال فقال سعد: علی کبش وقال فلان: علی کذاوکذامن ذرۃ.

مسنداحمدبن حنبل(۹/۵۰۸)حدیث بریدۃ الاسلمی،رقم الحدیث(۲۳۰۹۷)وکذافی جامع المسانید والسنن لابن کثیر(۴/۳۳۳رقم الحدیث(۵۰۸)دارالفکربیروت،وقال:رواہ النسائی فی الیوم واللیلۃ من حدیث عبد الکریم،وکذا فیھا (۱/۳۳۹)رقم الحدیث (۸۲۷)ولفظہ،لماخطب علی فاطمۃ رضی اللّٰہ عنہماقال رسول

اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم:لابدللعرس من ولیمۃ،فقال علی،کبش،وقال فلان: کذاو کذامن الذرۃ،رواہ البزار من حدیث عبدالکریم بہ الخ

وکذافی کنز العمال فی سنن الاقوال(۱۶/۱۲۹)کتاب النکاح،قسم الاقوال.رقم الحدیث(۴۴۶۰۹)برمزحم،ن۴،عن بریدۃ.

جب حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کے نکاح کا پیغام بھیجا تو نبی علیہ السلام نے ارشادفرمایا کہ شادی کے لئے ولیمہ ضروری ہے۔

(۴)عن ابی ھریرۃؓ قال:شرالطعام طعام الولیمۃ یدعی الغنی و یترک الفقیروھی حق،من ترکھا فقد عصی اللّٰہ ورسولہ وکان معمرربما قال:ومن لم یجب فقد عصی اللّٰہ ورسولہ.رواہ مسلم فی صحیحہ عن محمدبن رافع وغیرہ عن عبد الرزاق الخ

السنن الکبری للبیھقی(۷/۲۶۲)ومصنف عبدالرزاق(۱۰/۴۴۸)باب الولیمۃ ،کتاب الجامع ،رقم الحدیث(۱۹۶۶۲)

عن ابی ھریرۃؓ قال:الولیمۃ حق وسنۃ،فمن دعی،فلم یجب،فقد عصی اللہ ورسولہ الخ

مجمع البحرین فی زوائد المعجمین(۲/۱۹۰)کتاب الولیمۃ،باب الدعوۃ فی الولائم،رقم الحدیث(۱۸۸۹)

وقال محمدحسن محمدحسن اسماعیل الشافعی فی التعلیق علیہ:اسنادہ ضعیف فیہ یحی بن عثمان التمیمی القرشی ابوسھل البصری:ضعیف.انظر/مختصرالکامل للمقریزی(۹/۲۱)والحدیث

اخرجه الطبرانی فی الاوسط(۴/۱۹۳)الحدیث(۳۹۴۸)انظر/مجمع الزوائد(۴/۵۵)۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ سب سے برا کھانا ولیمہ کا وہ کھانا ہے جس میں غنی کو بلایا جائے اور فقیر کو چھوڑ دیا جائے اور ولیمہ حق ہے، جو اس کو چھوڑتا ہے وہ اللہ اور اس کے رسول کا نافرمان ہے اور حضرت معمر کی ایک روایت میں ہے کہ جو اسے قبول نہیں کرتا بلاشبہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے۔

اس حدیث سے استدلال یہ ہے کہ عام سنت اور مستحب کو چھوڑنا اتنا بڑا گناہ نہیں ہے، اتنی بڑی وعید ترکِ واجب پر ہی وارد ہو سکتی ہے، معلوم ہوا کہ ولیمہ واجب ہے۔

(۵)ولیمہ کی دعوت قبول کرنا واجب ہے جیسا کہ مذکورہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے اور اس بارے مزید احادیث آگے آ رہی ہیں، لہذا خود ولیمہ بھی واجب ہونا چاہئے۔

فتح الباری(۹/۲۸۷)والمغنی لابن قدامه(۷/۴)باب الولیمة.

## اَوْلِمْ ولو بشاة کا مطلب

مذکورہ حدیث میں نبی علیہ السلام نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو فرمایا کہ ولیمہ کرو اگرچہ بکری کی صورت میں ہو، فرمایا: ولو بشاة، اکثر شارحین نے اس حدیث میں "لوْ" کو تقلیل پر محمول کیا ہے یعنی اگر زیادہ ولیمہ نہیں دے سکتے تو کم از کم بکری

ذبح کر دو،لیکن محدث وقت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے اسے تکثیر پر محمول کیا ہے یعنی نبی علیہ السلام نے عبد الرحمٰن بن عوفؓ سے فرمایا کہ ولیمہ کرو اگرچہ بکری ذبح کرنی پڑ جائے کیونکہ تم مالدار ہو،چنانچہ الکوکب الدری(۲/۲۱۶) میں ہے۔

لوھهنا للتكثير وكان عبدالرحمٰن قد تمّول.فصح ان يامره بذلك وكان ذلك للاشارة الى انه لااسراف فيه.

یعنی یہاں لوکثرت بیان کرنے کے لئے ہے اور عبد الرحمٰن بن عوفؓ اس وقت مالدار بن چکے تھے لہذا ان کو اس بارے حکم دینا صحیح ہوا اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس میں اسراف نہیں ہے۔

## دلائل سنت واستحباب

جمہور فقہاء کرام کے ہاں ولیمہ سنتِ مؤکدہ ہے۔ان کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں۔

(ا)لابی الشیخ والطبرانی فی الا وسط من طریق مجاهد عن ابی هريرةؓ رفعه "الوليمة حق وسنة"فتح الباری(۹ /۲۸۷)

ابو الشیخ اور طبرانی کی روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ولیمہ حق اور سنت ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ولیمہ مستحب اور سنت عمل ہے،واجب یا فرض نہیں ہے۔

(۲)ولیمہ دعوتِ سرور ہے یعنی خوشی کے موقعہ کی دعوت ہے اور خوشی کے موقع پر جتنی دعوتیں ہوتی ہیں وہ سب سنت ومستحب ہیں واجب یا فرض نہیں جیسے

عقیقہ وغیرہ لہذا دعوتِ ولیمہ بھی مسنون و مستحب ہونا چاہئے۔

فی المغنی لابن قدامہ(۴/۷)کتاب الولیمة،ولنا انها طعام لسرور حادث فاشبه سائر الاطعمة.

(۳)قال الشافعی فیمانقله البیهقی عنه:لااعلمه امربذلک غیر عبدالرحمٰن ولا اعلمه انه صلی اللّٰه علیه وسلم ترک الولیمة فجعل ذلک مستندافی کون الولیمة لسیت بحتم.

فتح الملهم(۳/۴۸۶) مکتبہ رشیدیہ کراچی،(وفتح الباری شرح صحیح البخار (۹/۲۹۳)

امام شافعیؒ نے ولیمہ کے مسنون ہونے اور واجب نہ ہونے پر یوں استدلال کیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے خود ولیمہ نہیں چھوڑا،آپ نے اپنے سب ولیمے کئے ہیں لیکن حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے علاوہ کسی صحابی کو ولیمہ کا حکم بھی نہیں فرمایا،اس سے معلوم ہوا کہ ولیمہ سنت ہے واجب نہیں ہے،اگر واجب ہوتا تو آپ علیہ السلام ولیمہ کا حکم دیتے۔

## ایک شبہ اور اس کا جواب

امام شافعیؒ کے مذکورہ قول اور استدلال پر یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے حضرت ابوھریرہ اور حضرت علیؓ کو بھی ولیمہ کا حکم دیاہے،اس بارے احادیث گزرچکی ہیں لہذا یہ کہنا درست نہیں کہ آپ علیہ السلام نے عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے علاوہ کسی صحابی کو ولیمہ کا حکم نہیں دیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کو ولیمہ کا حکم دینے کی حدیث ضعیف

ہے جیسا کہ ہم وھاں اس کی حقیقت بھی نقل کر چکے ہیں اور حضرت علیؓ کے نکاح میں ولیمہ کی تاکید کی تو فرمائی ہے لابد للعرس من ولیمۃ لیکن اس کا امر اور حکم نہیں فرمایا۔

(۴)طعام یوم فی العرس سنۃ،وطعام یومین فضل،وطعام ثلاثۃایام ریاء وسمعۃ.

کنزالعمال للامام الهندیؒ(۱۶/۱۳۰)طب.عن ابن عباس.رقم الحدیث(۴۴۶۱۳)کتاب النکاح ،قسم الاقوال،باب الولیمۃ.وکذافی فتح الباری(۹/۳۰)

وفی کنزالعمال ایضاً(۱۶/۱۳۱)طعام یوم العرس سنۃ وطعام یومین فضل وطعام ثلاثۃ ایام ریاء وسمعۃ.

(طب.عن ابن عباس)الاکمال:رقم الحدیث(۴۴۶۲۷)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ شادی میں پہلے دن کھانا دینا سنت ہے اور دودن فضلیت ہے اور تین دن ریاء اور شہرت ہے۔

## جوابات

جمہور فقہاء کرامؒ کے ہاں ولیمہ سنت ہے اور یہی راجح ہے،ان حضرات کی طرف سے دلائلِ وجوب کے جوابات کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔

## دلیل اول کا جواب

اس حدیث میں امر استحباب کے لئے ہے وجوب کے لئے نہیں اور اس کے دو قرائن ہیں۔

(۱) وہ دلائل جو جمہور نے اپنے موقف پر پیش کئے ہیں۔

(۲) اس حدیث میں بکری ذبح کرنے کا حکم اور امر ہے اور ولیمہ میں بکری ذبح کرنا بالاتفاق ضروری نہیں، مستحب اور افضل ہے، جب بکری کے بارے امر استحباب پر محمول ہے تو خود ولیمہ کا امر بھی استحباب پر محمول ہو گا۔

## دلیل ثانی کا جواب

جواب نمبر (۱) یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں عبداللہ بن المؤمل راوی موجود ہے جس پر جرح کی گئی ہے۔

جواب (۲) اگر اس کو صحیح مان لیا جائے تو اس کا وہی جواب ہے جو پہلی حدیث کا ہے یعنی اس میں امر استحباب کے لئے ہے۔

## دلیل ثالث کا جواب

اس کے دو جواب ہیں۔

(۱) ولیمہ کی دعوت قبول کرنا جمہور کے ہاں واجب ہی نہیں، خود اہلِ ظاہر کے ہاں واجب اور فرض ہے لہذا خود ولیمہ کو اجابتِ ولیمہ پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق، بناء الفاسد علی الفاسد اور رد المختلف الی المختلف کے قبیل سے ہے جو کہ حجت نہیں ہے۔

(۲) اگر مان لیا جائے کہ ولیمہ کی دعوت قبول کرنا واجب ہے جیسا کہ بعض فقہاء کرام کا مذہب ہے تو جواب یہ ہے کہ ضروری نہیں کہ اگر ولیمہ کی دعوت قبول کرنا ضروری ہو تو خود ولیمہ کی دعوت بھی ضروری اور واجب ہو جائے، ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک عمل خود واجب نہ ہو لیکن اس پر دوسرا واجب مرتب ہو جائے مثلاً سلام کا جواب دینا واجب ہے لیکن ابتداءً خود سلام کہنا واجب نہیں، سنت و مستحب ہے۔

المغنی (۴/۷) کتاب الولیمة

## دلیل رابع کا جواب

نبی علیہ السلام نے حضرت علیؓ کو ولیمہ کا امر نہیں کیا تھا محض تاکید کی ہے۔ لابد للعرس من ولیمة اور اس طرح کی تاکید سنت عمل کے لئے بھی ہو سکتی ہے، سنتِ مؤکدہ کا مطلب یہی ہے کہ اس کی تاکید کی گئی ہو لہٰذا اس سے وجوب پر استدلال صحیح نہیں۔

## دلیل خامس کا جواب

اس حدیث میں "حق" وجوب یا فرض کے معنٰی میں نہیں بلکہ ثابت کے معنٰی میں ہے، جو مسنون و مستحب ہونے کے منافی نہیں کیونکہ مسنون عمل بھی ثابت ہوتا ہے۔

علامہ عینیؒ لکھتے ہیں:

وھی حق ای ثابت فی الشرع. عمدة القاری (۱۴/۱۴۴) دارالحدیث ملتان

یعنی"وھی حق" کا معنٰی ہے"ثابت فی الشرع" جوشریعت میں ثابت ہو، یہ وجوب کے معنٰی میں نہیں۔

علامہ عثمانیؒ نقل فرماتے ہیں:

قال ابن ابطال:قوله الوليمة حق ای ليست بباطل بل يندب اليهاوهی سنة فضيلة وليس المراد بالحق الوجوب.

فتح الملهم شرح صحيح المسلم(۴۸۵/۳) مکتبہ رشیدیہ کراچی،

یعنی ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ الولیمۃ حق کا مطلب یہ ہے کہ وہ باطل اور بیکار نہیں بلکہ مندوب و مستحب ہے،فضیلت والا کام ہے،حق سے وجوب مراد نہیں ہے۔

## اہم قرینہ

حق یہاں وجوب کے معنٰی میں نہیں اس کا قرنیہ خود حضرت ابو ہریرہؓ کی گزشتہ حدیث میں موجود ہے جو فتح الباری کے حوالے سے طبرانی اوسط اور ابو الشیخ سے نقل کی ہے" الوليمة حق وسنة" یہاں حق کا معنٰی سنت ہی سے ہو سکتا ہے واجب اور فرض سے نہیں۔

## ولیمہ کی خاص فضیلت اور برکت کی دعا

خطیب بغدادیؒ نے اپنی کتاب الطفیلیین میں ایک روایت نقل کی ہے جس کا حاصل یہ کہ کہ حضرت عمرؓ سے ولیمہ کے کھانے کی تین خصوصیات کے بارے پوچھا گیا۔

(۱)ولیمہ کے کھانے کی خوشبوعام کھانوں کی خوشبو سے زیادہ اچھی کیوں ہے؟

(۲)اس میں عام کھانوں کی بنسبت برکت کیوں ہے؟

(۳)اس کاذائقہ عام کھانوں کے ذائقہ سے اچھا کیوں ہے؟

حضرت عمرؓ نے اس کا جواب دیا کہ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام اور حضرت محمدﷺ نے اللہ سے طعام ولیمہ کے لئے برکت اور خوشبو کی دعا کی تھی،چنانچہ ولیمہ کے کھانے میں جنت کی خوشبو اور جنت کا کھانا شامل ہوتا ہے۔

عن ابن رومان قال:سئل عمربن الخطاب عن طعام العرس فقيل:ياامیرالمومنین مابال طعام العرس ريحه اطيب من ريح طيبنا؟سمعتُ رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول:في طعام العرس مثقال من ريح الجنة،قال عمر:دعاله براهيم الخليل ومحمد ان يبارک فيه ويطيبه،(الحارث،خط في كتاب الطفيليين،قال ابن حجر:اسناده مظلم،وقال خط:روى من وجه آخرعن عمرؓعن النبیﷺ ثم اخرجه عن الشعبي قال:ذكرواعندعمربن الخطاب طعام العرس فقيل:مابال طعام العرس فيه طعم لانجده في غيره؟فقال عمر:دعافيه النبیﷺبالبركة ودعاابراهيم خليل الرحمن ان يبارک الله فيه ويطيبه.لان فيه من طعام الجنه.

كنزالعمال(۱۶/ ۲۰۸)كتاب النكاح،قسم الافعال،الوليمة،رقم الحديث(۴۵۶۱۳).

# ولیمہ سنتِ انبیاء

گزشتہ تفصیل سے واضح ہو گیا کہ جمہور فقہاء کرام کے ہاں ولیمہ سنت عمل ہے اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ولیمہ تمام انبیاء کرام کا سنت عمل رہا ہے۔ چنانچہ مستدرک حاکم کی روایت ہے جس میں ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ نے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے اور پہلے شوہر کے مرتد ہونے کا ذکر کیا ہے، پھر نبی علیہ السلام کے ساتھ اپنے نکاح کا واقعہ نقل کیا ہے۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ نبی علیہ السلام نے نجاشیؒ کو حضرت ام حبیبہؓ سے اپنا نکاح کرانے کا خط بھیجا، نجاشیؒ نے ام حبیبہ اور دوسرے حضرات کو بلا کر نبی علیہ السلام سے نکاح پڑھوایا اور ام حبیبہؓ کو اپنی طرف سے چار سو دینار مہر ادا کیا۔ جب یہ حضرات اُٹھ کر جانے لگے تو نجاشی نے کہا:

اجلسوافان سنة الانبياء عليهم الصلوة والسلام اذا تزوجوا ان يوكل الطعام على التزويج، فدعابطعام، فاكلوا ثم تفرقوا۔ اعلاء السنن (١١/١٢)

یعنی بیٹھو جاؤ کیونکہ انبیاء کی سنت یہ ہے کہ جب وہ نکاح کرتے تو نکاح پر کھانا کھایا جاتا پھر انہوں نے کھانا منگوایا سب نے کھایا پھر چلے گئے۔

اس کھانے سے کیا مراد ہے؟ اس کی دو تفسیریں منقول ہیں۔

(۱) طعام التزویج یعنی نکاح کے موقعہ پر دیا جانے والا عام کھانا، جیسا کہ اعلاء السنن میں یہی مراد لیا ہے۔

(۲) ولیمہ کا کھانا۔

ولیمہ پر محمول کرنے کے دو قرائن ہیں۔

(۱) نجاشی نے نبی علیہ السلام کی طرف سے مہر ادا کیا تھا، بظاہر آپ کی طرف سے ولیمہ بھی دیا ہوگا، کیونکہ شوہر کی طرف سے تیسرا شخص ولیمہ کا کھانا دے سکتا ہے۔

(۲) بعد میں نبی علیہ السلام کا ام حبیبہؓ کے نکاح کا ولیمہ کرنا ثابت نہیں، جبکہ امام شافعیؒ کا قول آچکا ہے کہ نبی علیہ السلام نے اپنی تمام ازواج مطہرات کے نکاح پر ولیمہ دیا ہے، حضرت ام حبیبہؓ کے ولیمہ سے یہی ولیمہ مراد ہوگا جو نجاشیؓ نے نبی علیہ السلام کی طرف سے دیا تھا، اس کی نسبت نبی علیہ السلام کی طرف مجازاً کردی گئی ہے۔

## ولیمہ کا سخت اہتمام

نبی علیہ السلام ولیمہ کا سخت اہتمام کیا کرتے تھے حتی کہ حضرت صفیہ بنت حییؓ اور حضرت میمونہؓ کا ولیمہ حالتِ سفر میں دیا جبکہ سفر شرعی میں نماز بھی قصر کے ساتھ ادا کی جاتی ہے، فتح الباری (۹/۲۷۹-۲۸۰)۔

## ولیمہ کا مسنون وقت

جمہور فقہاء کرام و محدثین کے ہاں ولیمہ کا مسنون و مستحب وقت یہ ہے کہ ولیمہ زوجین کی ملاقات کے بعد صبح کے وقت کیا جائے۔ایک تو اس لئے کہ ولیمہ اَلْوَلْم سے مشتق ہے جس کا معنی اجتماع ہے لہذا اس لفظ کا مقتضٰی یہ ہے کہ ولیمہ زوجین کے اجتماع اور ملاقات کے بعد ہو، دوسرے اس لئے کہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے ولیمہ شب زفاف کے بعد فرمایا ہے مثلاً:

(۱)عن ابن شهاب قال:اخبرنى انس بن مالک انه كان ابن عشرسنين مقدم رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم المدينة فكان امهاتى يواظبنى على خدمة النبى ﷺفخدمته عشرسنين وتوفى النبى صلى اللّٰه عليه وسلم وانا ابن عشرين سنة فكنت اعلم الناس بشأن الحجاب حين انزل وكان اولَ ماانزل فى متبنى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم بزينب بنت جحشؓ اصبح النبى ﷺبهاعروسًافدعاالقوم فاصابوامن الطعام ثم خرجوا الحديث.صحيح البخارى(۲/۷۷٦)باب الوليمةحق،كتاب النكاح.

اس حدیث میں حضرت زینبؓ کے ولیمہ اور نزول حجاب کا واقعہ مذکور ہے اور اس میں تصریح ہے کہ نبی علیہ السلام نے حضرت زینبؓ سے نکاح کا ولیمہ شبِ زفاف کی صبح کو کیا تھا اصبح النبى ﷺبهاعروسًا.

جمہور محدثین نے اس سے یہی مستنبط کیا ہے۔امام بیہقیؒ نے السنن الکبری للبیہقی (۷/۲٦) میں باب وقت الولیمۃ قائم کیا ہے اور اس کے تحت یہی حدیث نقل کی ہے۔

فتح البارى(۹/۲۸۷)وعمدة القارى للعينىؒ(۱۴/۱۱۲)واعلاء السنن(۱۱/۱۱،۱۲)بذل المجهود(۳/۷۰ ۲)كتاب النكاح،باب فى اقل المهر میں ہے۔

وحديث انسؓفى هذا الباب صريح فى انهابعد الدخول لقوله فيه "اصبح عروسا بزينب فدعا القوم"

یعنی اس بارے حضرت انسؓ کی حدیث صریح ہے کہ ولیمہ دخول کے بعد ہو کیونکہ اس میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے حضرت زینب سے عروسی کی صبح کے وقت لوگوں کو دعوتِ طعام دی۔

(۲)عن بیان قال:سمعت انساؓیقول:بنی النبی ﷺبامرۃ فارسلنی فدعوت رجالاًالی الطعام.

صحیح البخاری(۲/۷۷۷)باب الولیمۃ ولوبشاۃ.

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے حضرت زینبؓ سے بناء کی پھر مجھے لوگوں کو کھانے کی طرف دعوت کے لئے بھیجا۔

(۳)صحیح مسلم میں حضرت صفیہؓ بنت حیی کے ولیمہ کی حدیث انسؓ میں ہے۔حتی اذاکان بالطریق جھزتھاام سلیم فاھدتھاله من اللیل فاصبح النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم عروسًافقال:من کان عندہ شیٔ فلیجیٔ به قال: وبسط نطعاًقال:فجعل الرجل یجیٔ بالاقط وجعل الرجل یجیٔ بالتمرو جعل الرجل یجیٔ بالسمن فحاسواحیسًافکانت ولیمۃ رسول اللّٰہ ﷺ.صحیح المسلم(۱/۴۵۸/۴۵۹)کتاب النکاح،باب فضیلۃ اعتاق امته ثم یتزوجھا.

اس حدیث میں بھی تصریح ہے کہ حضرت صفیہ بنت حییؓ کا ولیمہ شب عروس کی صبح دیا گیا تھا۔

(۴)زمانہ جاہلیت میں دخول اور ملاقات سے قبل ولیمہ دینے کا رواج تھا جیسا کہ شاہ ولی اللہؒ نے تصریح کی ہے:وکان الناس یعتادون الولیمۃ قبل

الدخول بها. حجة الله البالغه(۲/ ۱۳۰)

اس کا مقتضٰی یہ ہے کہ جاہلی عمل کی مخالفت کرتے ہوئے بعداز ملاقات ولیمہ کیا جائے۔

(۵)ولیمہ کا مقصد ایک حلال وجائز تعلق کا اعلان واظہار ہے۔لہذا اس کا مقتضٰی یہ ہے کہ جس رات بیوی کے ساتھ خلوت ہوجائے اور ایک جائز عمل کا تحقق ہوجائے تو اس کے بعد صبح کو ولیمہ کرنا چاہئے۔

## نکاح پہلے اور رخصتی چھ ماہ بعد ہو تو ولیمہ کا حکم

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ اگر رخصتی نکاح کے کافی بعد ہو تو افضل طریقہ یہی ہے کہ رخصتی ہوجائے تو شب زفاف کی صبح کو ولیمہ کیا جائے تاہم اگر نکاح سے لیکر شب زفاف کے بعد تک کسی وقت میں ولیمہ ہو جائے تو درست ہے،سنتِ ولیمہ ادا ہو جائے گی۔

ماخذہ: فتاوی دارالعلوم دیوبند(۱۶۸/۷)مکمل مدلل۔

## اوقاتِ جواز

اگر عقد نکاح سے قبل دعوت کی گئی تو اس سے بالاتفاق ولیمہ کی سنت ادانہ ہو گی۔

فتاوی عثمانی میں ہے:

لیکن عقدِ نکاح سے پہلے "ولیمہ" کی کوئی اصل نہیں ہے۔ فتاوی عثمانی(۳۰۳/۲) کتاب النکاح۔

امداد الاحکام میں ہے۔

باقی نکاح سے پہلے تو کسی طرح ولیمہ کا وقت نہیں۔

امداد الاحکام(۲۸۹/۴)

جب نکاح ہوجائے تو ولیمہ کا وقت جواز شروع ہوگا اور ولیمہ کے اوقات جواز پانچ ہیں۔

(۱)عقد نکاح کے وقت کیا جائے۔

(۲)عقد کے بعد کیا جائے۔

(۳)دخول کے وقت کیا جائے۔

(۴)دخول کے بعد کیا جائے۔

ان چار اقوال کے مطابق وقتِ ولیمہ مضیّق ہے۔

(۵)ابتداء وقت سے لے کر انتہا دخول تک کسی وقت کر دیا جائے۔

اس قول کے مطابق ولیمہ کا وقت موسّع ہے،ان میں سے چوتھا وقت مستحب ومسنون ہے۔

**فی بذل المجھود(۳۴۵/۴)ویجوزان یولم بعد النکاح اوبعد الرخصة اوبعدان یبنی بھا والثالث ھوالا ولیٰ.**

## سنتِ ولیمہ اور سنتِ وقت

ولیمہ میں دو الگ الگ سنتیں ہیں(۱)عملِ ولیمہ(۲)وقتِ ولیمہ یعنی شبِ زفاف کے بعد صبح کے وقت ولیمہ کرنا۔

**قال الدردیر:الولیمة وھی طعام العرس خاصة مندوبة بعدالبناء**

فان وقعت قبله لم تكن وليمة شرعًا،والمعتمدان كونها بعد البناء مندوب ثانٍ. اوجزالمسالک(۴۳۶/۹)

صبح ولیمہ جس قدر جلدی کیا جائے اتنا ہی سنت کے قریب ہے لہٰذا دخول کے بعد صبح کے وقت ولیمہ کرنے سے دونوں سنتیں ادا ہو جاتی ہیں اور بوقتِ نکاح یا بعد از نکاح یا بوقت دخول یا دخول کے بعد کافی تاخیر مثلاً دو تین دن بعد کرنے سے سنت ولیمہ تو ادا ہو جائے گی مگر سنتِ وقت ادا نہ ہوگی۔

فتاوی عثمانی (۳۰۳/۲) میں ہے۔

''جن حضرات نے عندالعقد اورعقب العقد ولیمہ کومسنون کہا ہے،ان کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان اوقات میں ولیمہ کرنے سے سنت ولیمہ ادا ہو جاتی ہے،جس طرح مسواک کے مسئلے میں برش کرنے سے سنت سواک ادا ہو جاتی ہے،سنت آلہ ادا نہیں ہوتی،اسی طرح یہاں سنت ولیمہ ادا ہوگی،مگر سنت وقت ادا نہیں ہوئی،یعنی ولیمہ وقتِ مسنون میں ادا نہ ہوگا۔

## تین دن کے بعد ولیمہ

فتاوی رحیمیہ جدید(۲۴۰/۸) میں ہے:

دوروز تک کی دعوت کو ولیمہ کہتے ہیں،اس کے بعد دعوت دینے کو دعوتِ ولیمہ نہیں کہتے۔

فتاوی محمودیہ جدید(۱۴۱/۱۲) میں ہے:

دعوتِ ولیمہ شادی اور رخصتی سے تین روز تک ہوتی ہے،اس کے بعد نہیں۔

خیر الفتاوی(۶۰۴/۴) میں ہے:

معلوم ہوا کہ سات دن تک اجازت نہیں۔

# راجح قول

صحیح اور راجح یہ معلوم ہوتا ہے کہ شادی اور رخصتی سے تین دن یا اس سے زیادہ دن بعد ولیمہ کرنے سے سنتِ ولیمہ تو ادا ہوجاتی ہے لیکن سنتِ وقت ادا نہیں ہوتی۔

چنانچہ فتاویٰ عثمانی (۳۰۲/۲) میں ہے:

چاریاپانچ دن کے بعد ولیمہ کیا جائے تو سنتِ ولیمہ ادا ہو جائے گی۔

# خلوت کافی ہے یا جماع ضروری ہے؟

شرعاً سنتِ ولیمہ اور سنتِ وقت کی ادائیگی کے لئے شبِ زفاف میں اجتماع اور خلوت کافی ہے۔ باقاعدہ ہم بستری اور جماع ضروری نہیں مثلاً رخصتی کے بعد خلوت کا موقعہ مل گیا لیکن عورت حیض سے تھی جس کی وجہ سے حقیقی جماع کی نوبت نہ آسکی، تو اس کی صبح کو جو دعوت دی جائے گی اس سے سنتِ ولیمہ اور سنتِ وقت ادا ہو جائے گی۔ ماخذہ: آپ کے مسائل اور ان کا حل (۱۶۵/۵)۔

# میکے کی ملاقات بھی کافی ہے۔

اگر نکاح کے بعد میاں بیوی کی ملاقات میکے میں ہوجائے اور خلوت کا موقعہ مل جائے جیسا کہ بہت سے علاقوں میں اس کا رواج ہے تو اس کے بعد صبح کو دعوت دینے سے بھی ولیمہ کی سنت ادا ہوجائے گی۔ دعوت خواہ لڑکے والوں کے ہاں ہو یا لڑکی والوں کے ہاں یا کسی تیسری جگہ، مقامِ اجتماع میں دعوت ضروری نہیں۔

فتاوی محمودیہ جدید(۱۲/۱۴۱) میں ہے:

سوال: شادی ہو جانے کے بعد بسااوقات میاں بیوی کی پہلی ملاقات لڑکی کے میکے ہی میں ہوجاتی ہے، ایسی صورت میں لڑکی کے والد اگر بغیر رخصتی کرائے اپنے گھر ولیمہ کردے تو مسنون ولیمہ ہوا یا نہیں؟ مسنون ولیمہ کی کیا شکل ہے؟

جواب: اجتماع زوجین کے بعد جو دعوت دی جاتی ہے وہ ولیمہ ہے، خواہ بنا(ملاقات زوجین) کسی جگہ ہو۔

# ولیمہ کی حکمت و مصلحت

عقیقہ کی طرح ولیمہ بھی زمانہ جاہلیت سے رائج تھا، شریعتِ مقدسہ نے اس عمل کو برقرار رکھا بلکہ اس کے کرنے کی ترغیب دی ہے۔ شریعت جو بھی حکم دے وہ مصلحت اور حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ شریعت نے ولیمہ کا جو حکم دیا ہے، اس کی مشروعیت میں بھی بڑی مصالح اور حکم ہیں۔ حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ المصالح العقلیہ للاحکام النقلیہ میں لکھتے ہیں۔

ولیمہ یعنی نکاح کے بعد جو عام لوگوں کو روٹی کھلائی جاتی ہے، اس کے تقرر میں بہت سی مصلحتیں ہیں۔

(۱) اس سے نکاح کی اور اس بات کی اشاعت اور شہرت ہوتی ہے کہ بیوی سے دخول کرنا چاہتا ہے، یہ اشاعت ضروری ہے تاکہ نسب میں کسی کو وہم کرنے کی بھی گنجائش نہ ہو اور نکاح اور زناء میں تمیز بادی رائی میں معلوم ہوجائے اور لوگوں کے سامنے اس عورت کے ساتھ جائز تعلق متحقق ہوجائے۔

(۲) اس عورت سے اور اس کے کنبے کے ساتھ بھلائی اور حسن سلوک پایا

جاتا ہے کیونکہ اس کے لئے مال خرچ کرنا اور لوگوں کو اس کے لئے جمع کرنا، اس بات کی دلیل ہے کہ خاوند کے نزدیک بیوی کی وقعت اور عزت ہے اور میاں بیوی کے مابین اس قسم کے امور الفت قائم کرتے ہیں، خاص کر ان کے اول اجتماع میں ضروری ہوتے ہیں۔

(۳) ایک جدید نعمت کا حاصل ہونا اظہارِ شکر وسرور وخوشی کا سبب ہے اور مال کے خرچ کرنے پر آدمی کو آمادہ کرتا ہے اور اس خواہش کی پیروی کرنے سے سخاوت کی عادت وخصلت پیدا ہوتی ہے اور بخل کی عادت جاتی رہتی ہے، اس کے علاوہ بہت سے فوائد ہیں، سو چونکہ سیاستِ مدنیہ ومنزلیہ وتہذیب نسل واحسان کے متعلق کافی فوائد اور مصالح ولیمہ میں مودع ہیں، اس لئے آنحضرت ﷺ نے اس کی طرف رغبت اور حرص دلائی اور خود بھی اس کو عمل میں لائے۔ المصالح العقلیہ للاحکام النقلیہ حصہ دوم (۱۵۰۔۱۵۲) دار الاشاعت کراچی۔

فیلسوفِ اسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں۔

وكان الناس يعتادون الوليمة قبل الدخول بها وفي ذلك مصالح كثيرة منها التلطف باشاعة النكاح وانه على شرف الدخول بهاآذلابدمن الاشاعة لئلا يبقى محل لوهم الواهم في النسب، وليتميزالنكاح عن السفاح بادي الرأي ويتحقق اختصاصه بهاعلى اعين الناس ومنهاشكرما اولاه الله تعالىٰ من انتظام تدبيرالمنزل بمايصرفه الى عباده وينفعهم به ومنهاالبربالمرأة وقومها فان صرف المال لهاوجمع الناس في امرهايدل

**علی کرامتھاعلیہ وکونھا ذات بال عندہ وفی اتباع تلک الداعیۃ التمرن علی السخاوۃ وعصیان داعیۃ الشح الی غیر ذلک من الفوائد والمصالح فلماکان فیھا جملۃ صالحۃ من فوائد السیاسۃ المدنیۃ والمنزلیۃ وتھذیب النفس والاحسان وجب ان یبقیھاالنبیﷺویرغب فیھاویحث علیھا ویعمل ھوبھا۔حجۃ اللہ البالغۃ(۲/۱۳۰)مبحث فی صفۃ النکاح،المکتبۃ السلفیۃ بلاھور.**

حضرت شاہ صاحبؒ نے مذکورہ فصیح وبلیغ عبارت میں ولیمہ کی کل چار مختلف حکمتیں اور مصلحتیں بیان فرمائی ہیں۔

## پہلی مصلحت:ملکی قومی اور معاشرتی مفاد

علی الاعلان ولیمہ کرنے کی ملکی قومی اور معاشرتی حکمت ومصلحت یہ ہے کہ ولیمہ کے ذریعہ لطیف پیرائے میں نکاح کی تشہیر ہو جاتی ہے اور یہ تشہیر ملک،قوم اور معاشرت کے مفاد کے لئے ضروری ہے تاکہ کسی کو زوجین کی اولاد کے نسب کے بارے شبہ نہ رہے،نکاح اور زنا میں فرق ہوجائے اور سب لوگوں کو ان کے تعلق کا علم ہوجائے۔

## دوسری مصلحت:خانگی اور خاندانی

کسی بھی گھر اور خاندان کے نظم وضبط کے لئے میاں بیوی دونوں ضروری ہیں،بیوی گھر کے اندرونی معاملات سنبھالے اور شوہر باہر کے،اس لئے امورِ منزل کے لیے بیوی کا ہونا انتہائی ضروری ہے اور اس کا حصول ایک بڑی نعمت ہے،اس

نعمت کے شکر کے طور پر ولیمہ کیا جاتا ہے۔

## تیسری حکمت: حسنِ سلوک

ولیمہ میں بیوی اور اس کے خاندان کے ساتھ بہترین حسنِ سلوک ہوتا ہے، کیونکہ ولیمہ میں مال خرچ کرنا پھر مختلف لوگوں، رشتہ داروں، پڑوسیوں اور دوست احباب کو جمع کرنا اور اس کا اہتمام کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ عورت اور اس کا خاندان شوہر کے ہاں معزز ہیں اور حسنِ سلوک کے قابل ہیں۔

## چوتھی حکمت: تہذیب نفس

ولیمہ کا اہتمام اور اس پر مال خرچ کرنے سے جود وسخاوت کی عادت پڑتی ہے اور بخل مذموم، لالچ اور حرص سے نجات حاصل ہوتی ہے، اس طرح گویا ولیمہ کا عمل تہذیب نفس اور اصلاح کی مشق اور اہم ذریعہ ہے۔

## ایک سے زیادہ ولیمے

ولیمہ سنت عمل ہے لیکن اس میں بے جا اسراف، فضول خرچی، شہرت اور ریاء ونمود سے احتراز ضروری ہے، ایک سے زیادہ ولیمہ دینا درست ہے یا نہیں؟ اس میں یہ تفصیل ہے کہ:

(۱) دودن تک ولیمہ دینا بالاتفاق درست ہے، حدیث قولی سے اس کا ثبوت ملتا ہے البتہ دودن سے زیادہ درست ہے یا نہیں؟ اس میں یہ تفصیل ہے کہ۔

(۱) اس کا معمول بنانا بالاتفاق ناپسندیدہ ہے، درست نہیں ہے۔

(۲) اسی طرح اگر شہرت ریاء اور دکھلاوا مقصود ہو تو بالاتفاق جائز نہیں ہے۔

(۳)اگر گنجائش نہ ہو تو، قرض لیکر ولیمہ کرنا پڑے تو بالاتفاق درست نہیں۔

(۴)اگر اسراف وتبذیر اور فضول خرچی کا ارتکاب کرنا پڑے تو بھی بالاتفاق صحیح نہیں۔

- البتہ اگر معمول بھی نہ بنایا جائے اور شہرت وریاء بھی مقصود نہ ہو اور گنجائش بھی ہو تو اختلاف ہے، امام مالکؒ کے ہاں سات دنوں تک جائز ہے۔ جبکہ جمہور فقہاء کرام امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے ہاں دو دن سے زیادہ ولیمہ دینا مکروہ ہے۔

فی المغنی لابن قدامة(۴/۷)کتاب الولیمة،دارالکتب العلمية بيروت،واذا صنعت الوليمة اكثر من يوم جاز،فقدروى الخلال باسناده عن أُبيٌّ "انه اعرس ودعاالانصارثمانية ايام"واذادعى فى اليوم الاول وجبت الاجابة وفى اليوم الثانى تستحب الاجابة وفى اليوم الثالث لاتستحب،قال احمد:الاول يجب والثانى ان احب والثالث فلا،وهكذا مذهب الشافعى،وقدروى عن النبى ﷺ انه قال:الوليمةاول اليوم حق والثانى معروف والثالث رياء وسُمعة رواه ابو داؤد وابن ماجة وغيرهماوقاله سعيد بن المسيب ايضاًودُعى سعيد الى الوليمة مرتين فاجاب فدعى الثالثةفحصب الرسول رواه ابو داؤد والخلال وكذا فى او جزالمسالك(۴۴۵/۹)وزاد فيه قال الباجى:الذى ابيح من الوليمة ماجرت به العادة من غيرعرف ولاسمعة ورياء والمتادمنهمايوم واحد وقد ابيح اكثرمن يوم......وقال ابن حبيب:يكره ان يكون الاستدامة اياماًاه

وفی الفتاوی السراجیة(ص۷۵)کتاب الکراهیة،باب الولیمة والختان .ایچ ایم سعیدکراچی،لا یباح اتخاذالضیافة فوق ثلثة ایام فی العرس والولیمة.

## دودن سے زیادہ ولیمہ کرنے کی مذمت

نبی علیہ السلام نے دو دن سے زیادہ ولیمہ کرنے کی مذمت بیان فرمائی ہے، روایات ملاحظہ ہوں۔

(۱)فی سنن ابی داؤد(۱۷۰/۲)کتاب الاطعمة،باب فی کم تستحب الولیمة،عن الحسن عن عبدالله بن عثمان الثقفی عن رجل اعور من ثقیف کان یقال له معروفاای یثنی علیه خیراان لم یکن اسمه زهیربن عثمان فلا ادری مااسمه:ان النبیﷺقال:الولیمة اول یوم حق والثانی معروف والیوم الثالث ریاء وسمعته.

وکذافی السنن الکبری للبیهقی(۲۶۰/۷)کتاب الصداق،باب ایام الولیمة وسنن الدارمی(۱۴۳/۲)کتاب الاطعمة،باب فی الولیمة رقم الحدیث(۲۰۶۵)ومسنداحمدبن حنبل(۲۹۱/۷)رقم الحدیث(۲۰۳۴۵)و(۲۰۳۴۶)

نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ پہلے دن ولیمہ حق ہے اور دوسرے دن نیکی ہے اور تیسرے دن ریاء ہے۔

(۲)فی جامع الترمذی(۳۳۵/۱)ابواب النکاح،باب ماجاء فی الولیمة عن ابن مسعودؓقال قال رسول اللهﷺطعام اول یوم حق وطعام

يوم الثانی سنة وطعام يوم الثالث سمعة ومن سمّع سمّع الله به،حديث ابن مسعودالانعرفه مرفوعًاالامن حديث زيادبن عبدالله وزياد بن عبدالله كثيرالغرائب والمناكير،سمعت محمد بن اسماعيل يذكر عن محمد بن عقبة قال:قال وكيع:زياد بن عبدالله مع شرفه يكذب فی الحديث.

ولكن قال الحافظ فی بلوغ المرام(ص١٣٥)رجاله رجال الصحيح.

عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ پہلے دن کا کھاناحق ہے اور دوسرے دن کا کھاناسنت ہے اور تیسرے دن کا کھانا ریاء کاری ہے اور جو ریاء کاری اور شہرت چاہتا ہے اللہ تعالیٰ بطور رسوائی اس کی شہرت کردیں گے۔

(٣)فی سنن ابن ماجة(ص١٣٧)قديمی كتب خانه،ابواب النكاح،باب اجابة الداعی،عن ابی هريرةؓقال قال رسول اللهﷺالوليمة اول يوم حق والثانی معروف والثالث رياء وسمعة.

ابوہریرہؓ سے روایت ہے نبی علیہ السلام نے ارشادفرمایا پہلے دن کا ولیمہ حق ہے اوردوسرے دن کا معروف ومعتاد ہے اورتیسرے دن کا ریاء ونمود ہے۔

(٤)فی السنن الكبری للبيهقی(٢٦٠/٨)كتاب الصداق،باب ايام الوليمة،عن انسؓان رسول اللهﷺلماتزوّج ام سلمةؓامربالنطع فبسط ثم القی عليه تمراوسويقافدعاالناس فاكلوا وقال:الوليمة فی اول يوم حق والثانی معروف والثالث رياء وسمعة.

حضرت انسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے جب ام سلمہؓ سے نکاح کیا تو دستر خوان بچھانے کا حکم دیا چنانچہ بچھادیا گیا تو آپ نے اس پر کھجوریں اور ستو ڈالے پھر لوگوں کو دعوت دی اور انہوں نے کھانا کھایا اور نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ پہلے دن ولیمہ حق ہے اور دوسرے دن نیکی ہے اور تیسرے دن ریاء اور تشہیر ہے۔

**(۵)فی مصنف عبدالرزاق(۱۰/۴۴۷)کتاب الجامع،باب الولیمة عن قتادة عن الحسنؒ قال قال رسول اللہ ﷺ فی الولیمة:اول یوم حق والثانی معروف والثالث ریاء وسمعة .**

نبی علیہ السلام نے فرمایا پہلے دن ولیمہ حق ہے اور دوسرے دن نیکی ہے اور تیسرے دن ریاء اور تشہیر ہے۔

**(۶)فی فتح الباری(۹/۳۰۲)کتاب النکاح،باب حق اجابة الولیمة الخ عن ابن عباسؓ رفعه طعام فی العرس یوم سنة وطعام یومین فضل وطعام ثلاثة ایام ریاء وسمعة اخرجه الطبرانی بسندضعیف و کذافی کنزالعمال(۱۶/۱۳۰)کتاب النکاح/قسم الاقوال،الولیمة رقم الحدیث(۴۴۶۱۳)مکتبه رحمانیه وکذا فی الاکمال(۱۶/۱۳۱)رقم الحدیث(۴۴۶۲۷)ولفظه طعام یوم العرس سنة الخ.**

**(۷)الدعوة اول یوم حق والثانی معروف ،والثالث ریاء وسمعة(الدیلمی.عن انسؓ)کنزالعمال(۱۶/۱۳۰)کتاب النکاح قسم الاول،رقم الحدیث(۴۴۶۲۱)الاکمال.**

پہلے دن ولیمہ حق ہے اور دوسرے دن نیکی ہے اور تیسرے دن ریاء اور

شہرت ہے۔

(۸)الولیمة حق والثانیة معروف والثالث فخروحرج(طب عن وحشی) کنز العمال(۱۶ /۱۳۰)المذکور،رقم الحدیث(۴۴۶۲۳).

حضرت وحشیؓ سے روایت ہے پہلے دن ولیمہ حق اور دوسرے دن نیکی ہے اور تیسرے دن فخر اور حرج (تنگی والا معاملہ) ہے۔

فی فتح الباری(۹/ ۳۰۲)وهذه الاحادیث وان کان کل واحد منها لا یخلو عن مقال فمجموعها یدل علی ان للحدیث اصلا:

ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ ان احادیث میں سے ہر ایک حدیث انفرادی طور پر اشکال سے خالی نہیں تاہم مجموعہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کی بنیاد موجود ہے۔

## دوسرے دن ولیمہ شروع ہونے کی حکمت

علامہ طیبیؒ الکاشف عن حقائق السنن(۶/ ۲۹۸) کتاب النکاح،باب الولیمہ میں عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت کردہ حدیث طعام اول یوم حق وطعام یوم الثانی سنة الخ کی شرح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

وطعام الیوم الثانی سنة،لانه ربمایتخیربه ماعسی ان یصدرعنه تقصیراوتخلف عنه بعض الا صدقاء فان السنة مکملة للواجب ومتممة له

یعنی دوسر دن کھانا دینے کی اجازت دووجہ سے ہے۔

(۱) پہلے دن اگر سنت کی ادائیگی میں کوتاہی ہوئی ہو تواس کا تدارک ہو جائے گا۔

(۲) بعض اوقات بعض دوست احباب پہلے دن شرکت نہیں کر سکتے، ان کو دوسرے دن مدعو کیا جائے۔

## دودن سے زیادہ ولیمہ میں شرکت سے انکار

دودن سے زیادہ ولیمہ عموماً ریاکاری اور فخر ومباہات کے لئے ہوتا ہے، اس لئے اس میں شرکت نہیں کرنا چاہئے۔ بعض سلف صالحین کا معمول تھا کہ وہ پہلے اور دوسرے دن ولیمہ میں شرکت فرماتے اوراس کے بعد شرکت سے انکار کر دیتے تھے۔

(۱) فی سنن ابی داؤد(۲/۱۷۰) کتاب الاطعمة، باب فی کم تستحب الولیمة؟ قال قتادة: وحدثنی رجل ان سعید بن المسیبؒ دعی اول یوم فاجاب ودعیَ الیوم الثانی فاجاب ودعی الیوم الثالث فلم یجب وقال اهل سمعة ورياء.

وکذافی السنن الکبری للبیهقی(۷/۲۶۰) کتاب الصداق، باب ایام الولیمة.

حضرت سعید بن المسیبؒ کو پہلے دن دعوت دی گئی تو انہوں نے قبول کر لی دوسرے دن دی گئی تو قبول کرلی، جب تیسرے دن دی گئی تو قبول نہ کی اور فرمایا کہ تم ریاکاری اور شہرت والے ہو۔

(۲) وفیهاایضاعن قتادة عن سعید بن المسیب بهذه القصة قال فدعی الیوم الثالث فلم یجب وحصب الرسول.

یعنی حضرت سعید بن المسیبؒ کو تیسرے دن ولیمہ کے لئے بلایا جاتا تو آپ

قبول نہ فرماتے اور قاصد کو کنکری مارتے۔

(۳)وفی السنن الکبری للبیھقی(۷ / ۲٦۰)عن قتادة قال:دعی سعید بن المسیبؒ اول یوم فاجاب ودعی الیوم الثانی فاجاب ودعی الیوم الثالث فحصبھم بالبطحاء وقال اذھبوا اھل ریاء وسمعة.وکذافی مصنف عبدالرزاق (۱۰ / ۴۴۷) کتاب الجامع باب الولیمة.

سعید بن المسیبؒ کو پہلے دن دعوت دی گئی تو قبول کرلی اوردوسرے دن دی گئی تو قبول کرلی اورتیسرے دن دی گئی تو آپ نے ان کو کنکری ماری اور فرمایا اے ریااورشہرت والو: چلے جاؤ۔

## بعض حضرات کا موقف

بعض سلف سے دودن سے زیادہ ولیمہ کرنا بھی منقول ہے چنانچہ سات آٹھ دن تک منقول ہے۔

امام بخاریؒ نے صحیح البخاری(۲/۷۷۷) کتاب النکاح،میں باب باندھا ہے باب حق اجابة الولیمة والدعوة ومن اولم بسبعة ایام ونحوه ولم یوقت النبی ﷺ یوماًولایومین.

امام بخاریؒ اور مالکیہؒ حضرات کے ہاں دودن سے زیادہ ولیمہ درست ہے، بلکہ مالکیہ کے ہاں مالدار کے لئے سات دن تک ولیمہ کرنا مستحب ہے۔

النووی علی صحیح مسلم(۱ / ۴۵۸).

(۱)فی فتح الباری(۹ / ۲۰۳)اخرج ابویعلی بسندحسن عن انسؓ قال:تزوج النبی ﷺ صفیةؓ وجعل عتقھاصداقھاوجعل الولیمة ثلثة ایام

الحدیث وکذا فی اعلاء السنن(۱۱/۱۳)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے صفیہؓ سے نکاح کیا اوران کی آزادی کوان کا مہر بنایااور تین دن تک ولیمہ کیا۔

(۲)فی السنن الکبری للبیھقی(۷/۲۶۱)کتاب الصداق،باب ایام الولیمة عن محمد قال حدثتنی حفصة ان سیرین عرس بالمدینة فاولم فدعاالناس سبعًاوکان فیمن دعاابی بن کعب فجاء وھوصائم فدعالھم بخیر وانصرف وکذاقاله حماد بن زید عن ایوب سبعًاالاانه لم یذکر حفصة فی اسناده وقال معمر عن ایوب ثمانیة ایام والاول اصح.

حفصہؒ کہتی ہیں کہ سیرینؒ نے مدینہ میں شادی کی اور ولیمہ میں سات دن تک لوگوں کوبلایا، بلائے جانے والوں میں حضرت ابی بن کعبؓ بھی تھے وہ روزہ سے تھےتوانہوں نے دعا کی اور چلے گئے اور ایک روایت میں ہے کہ آٹھ دن تک دعوت کی۔

(۳)وفیھاایضًاعن ابن سیرین قال تزوج ابی فدعاالناس ثمانیة ایام فدعاابی بن کعب فیمن دعافجاء یومئذوھوصائم وصلی،یقول دعا بالبرکة ثم خرج،اخرجه عبدالرزاق بھذا اللفظ فی المصنف له (۱۰/۴۴۸)کتاب الجامع،باب الولیمة.

ابن سیرینؒ کہتے ہیں کہ میرے والد نے شادی کی تو لوگوں کو آٹھ دن تک دعوت دی،حضرت ابی بن کعبؓ بھی بلائے گئے لوگوں میں تھے آپ کاروزہ تھا،اس لئے آپ نے برکت کی دعا کی اورنکل گئے۔

(۴)فی المصنف لابن ابی شیبۃ(۹/ ۳۴۰)کتاب النکاح،باب فی یقول:یطعم فی العُرس والختان رقم الحدیث (۱۷۴۴۸)عن حفصۃ قالت:لماتزوج ابی سیرین دعااصحاب رسول اللّٰہ ﷺ سبعۃ ایام فلماکان یوم الانصاردعاھم ودعاابی بن کعب وزیدبن ثابت قال ھشام: واظنہ قال: ومعاذاًقال: فکان ابیؓ صائمافلماطعموادعاابی بن کعب وامّن القوم.

حفصہ بنت سیرینؒ سے روایت ہے کہ میرے والد نے شادی کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کو سات دن تک دعوت دی پس جب انصار کا دن آیا تو ان کو دعوت دی اور ابی بن کعب، زید بن ثابت اور معاذ بن جبلؓ کو بھی دعوت دی، راوی کہتے ہیں حضرت ابی بن کعب روزہ سے تھے، جب ان حضرات نے کھانا تناول فرمایا تو ابی بن کعبؓ نے دعا کی اور لوگوں نے آمین کہا۔

## شرطِ جوازاور صحیح مطلب

بعض حضرات نے دودن سے زیادہ ولیمہ کی جو اجازت دی ہے، اس کی اہم شرط یہ ہے کہ ہر دن نئے لوگوں کو دعوت دی جائے، جو لوگ پہلے دن ولیمہ میں شرکت کر چکے ہیں ان کو نہ بلایا جائے، اسی طرح جو دوسرے دن شرکت کر چکے، بعد میں کسی مرحلہ پر ان کو دعوت نہ دی جائے۔ صرف ان لوگوں کو بلایا جائے جو پہلے کسی دن شریک نہیں ہوئے۔ حاصل یہ کہ دودن سے زیادہ ولیمہ کی اجازت اس وقت ہے کہ لوگ بہت زیادہ ہیں، ایک دودن میں سب کی شرکت نہیں ہو سکتی، اگر دوست احباب کی اتنی کثرت نہ ہو تو دودن سے زیادہ ولیمہ نہیں ہے۔ ابن حجر عسقلانیؒ نے

اسی کو ترجیح دی ہے اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ دو دن سے زیادہ ولیمہ اس لئے مکروہ ہے کہ اس میں فخر ومباہات مقصود ہوتا ہے، اگر لوگوں کی زیادتی کی وجہ سے زیادہ دن ولیمہ دے تو یہ ایک عذر ہے۔ اس میں عموماً فخر اور ریاء شامل نہیں ہوتی۔

**فی فتح الباری(۳۰۳/۹)وقال العمرانی:انماتکرہ اذاکان المدعو فی الیوم الثانی ھوالمدعو فی الاول وکذاصورہ الرویانی واستبعدہ بعض المتأخرین ولیس ببعید لان اطلاق کونہ ریاء وسمعۃ یشعر بان ذلک صنع للمباھاۃ واذاکثرالناس فدعا فی فی کل یوم فرقۃ لم یکن فی ذلک مباھاۃ غالبًا.**

اور اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ دو دن سے زیادہ ولیمہ کے جواز کے قائلین مالکیہ حضرات ہیں۔ اور خود مالکیہ حضرات مثلاً قاضی عیاضؒ وغیرہ سے بھی یہ توجیہ منقول ہے۔ فتح الباری(۳۰۳/۹)اوجز(۴۴۶/۹)

نیز حضرت سیرینؒ نے حضرت ابی بن کعبؓ کو دعوت دی اورانہوں نے روزہ کی وجہ سے کھانا نہ کھایا، دعا کر کے چلے گئے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ابی بن کعبؓ کو ایک ہی دن دعوت دی گئی تھی، اگر متعدد دن دعوت دی گئی ہوتی راوی کہتے کہ ایک دن روزہ سے تھے، باقی دنوں میں کھانا تناول فرمایا تھا، جب ایک صحابی کو ایک دن ہی کی دعوت تھی تو باقی حضرات کو بھی ایک دن ہی کی دعوت ہوگی۔

نیز مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت میں تصریح ہے کہ انصار صحابہ کو الگ دن میں دعوت دی گئی تھی۔

ابو داؤد کی حدیث کے تحت حضرت سہارنپوریؒ بذل المجہود میں لکھتے ہیں۔

**کتب مولانا یحییٰؒ وھذا لان العادۃ کانت فیھم کذلک فان کانت القریۃ کبیرۃ واحب ان یطعم کل محلۃ محلۃ علیحدۃ کل یوم محلۃ لاباس بہ ولواَطعم شھرا مالم یکن سمعۃ ورياء.(۳۴۶/۴)**

یعنی حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ نے لکھا ہے کہ حدیث میں تیسرے دن کے ولیمہ کو اس لئے ریا کہا گیا ہے کہ اس وقت عادت یہی تھی لہذا اگر بستی بڑی ہو اور وہ ہر محلے والوں کو الگ الگ دن ولیمہ کھلانا چاہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اگر چہ اس میں مہینہ لگ جائے بشرطیکہ ریاء اور شہرت مقصود نہ ہو۔

ملاعلی قاریؒ لکھتے ہیں:

**واستحب مالک ان تکون سبعۃ ایام والمختارانہ علی قدرحال الزوج.المرقاۃ (۲۵۰/۶)وکذا فی فتح الملھم(۴۸۵/۳).**

یعنی امام مالکؒ کے ہاں سات دن تک ولیمہ مستحب ہے اور مختار قول یہ ہے کہ یہ شوہر کی مالی حالت پر موقوف ہے۔

## دعوت ولیمہ قبول کرنے کی شرعی حیثیت

دعوت ولیمہ قبول کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟اس پر تقریباً اتفاق ہے کہ عام دعوتوں کی بنسبت دعوتِ ولیمہ قبول کرنے کی تاکید زیادہ ہے،موطاامام محمدؒ کی شرح میں ہے:

**وذھب بعض المالکیۃ الی وجوب اجابۃ الولیمۃدون غیرھاوعندغیرھم الامرللندب الاان الندب فی الولیمۃاٰکد**

یعنی بعض مالکیہ کا مذہب یہ ہے کہ دعوتِ ولیمہ قبول کرنا واجب ہے اور

دوسرے حضرات کے ہاں امر استحباب کے لئے ہے مگر ولیمہ کی دعوت میں استحباب زیادہ مؤکد ہے(التعلیق الممجد ص۳۷۶)۔

البتہ تاکید کس درجہ کی ہے؟اس بارے مختلف اقوال ہیں(۱)فرض عین (۲)فرض کفایہ(۳)واجب،یہ اقوال حنابلہ،مالکیہ اور شافعیہ حضرات کے ہیں۔

امام نوویؒ شرح مسلم میں لکھتے ہیں:

**الاصح فی مذھبنا انه فرض عین علی کل من دعی(۱/۴۶۲)**

یعنی زیادہ صحیح یہ ہے کہ ہمارے مذہب میں جن کو دعوت دی جائے ان پر قبول کرنا فرض عین ہے۔وکذافی حاشیۃ البارجوری(۲/۱۷۶)

حنفیہ کے ہاں صحیح قول کے مطابق دعوتِ ولیمہ قبول کرنا سنت ہے۔بعض نے سنتِ مؤکدہ کہا ہے اور بعض نے واجب کے قریب کہا ہے ردالمحتار(۶/۳۴۷)

ابن عبدالبرؒ،قاضی عیاضؒ اور امام نوویؒ نے وجوب کے قول پر اتفاق نقل کیا ہے لیکن حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری میں اس پر اعتراض کیا ہے کہ اسے متفق علیہ کہنا درست نہیں البتہ علماء کا مشہور قول وجوب ہی کا ہے۔

فتح الباری(۹/۳۰۱)واوجز المسالک(۹/۴۳۴)

عام دعوتوں کی بنسبت دعوتِ ولیمہ قبول کرنے کی زیادہ تاکید اس لئے ہے کہ دعوت قبول کرنے کی احادیث دو قسم کی ہیں۔

(۱)وہ احادیث جو دعوتِ ولیمہ قبول کرنے کے بارے ہی ہیں۔

(۲)وہ احادیث جو مطلقاً دعوت قبول کرنے کے بارے وارد ہوئی ہیں۔

پہلی قسم کی احادیث ولیمہ کے ساتھ خاص ہیں اور دوسری قسم کے عموم میں

ولیمہ بھی شامل ہے۔۔

## قسم اول:

## دعوتِ ولیمہ قبول کرنے کا تاکیدی حکم

حدیث(۱)عن عبداللہ بن عمرؓان رسول اللہ ﷺقال:اذادعی احدکم الی الولیمة فلیأتها.

صحیح البخاری(۲/۷۷۷)کتاب النکاح باب حق اجابة الدعوة الخ وصحیح المسلم(۱/۴۶۲)باب الامر باجابة الداعی الی دعوة،وسنن ابوداؤد(۲/۱۶۹)کتاب الاطعمة،باب ماجاء فی اجابة الدعوی.وموطاالامام محمد(ص۳۷۶)باب فضل اجابة الداعی.

وموطاالامام مالک(۹/۴۴۴)مع الاوجزکتاب النکاح،باب ماجاء فی الولیمة.سنن الدارمی(۲/۱۹۲)کتاب النکاح،باب فی اجابة الولیمة رقم الحدیث(۲۲۰۵)

ومسنداحمد(۲/۴۲۲)رقم الحدیث(۵۷۷۰)و(۲/۲۸۱)رقم الحدیث(۴۹۴۹)دارالفکربیروت،والسنن الکبری لامام البیهقی رحمه الله(۷/۲۶۱)سنن ابن ماجه(ص۱۳۷)باب اجابة الدعی.ابواب النکاح..

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کسی ایک کو ولیمہ کی دعوت دی جائے تواسے قبول کرے اور اس میں آئے۔

سنن ابوداؤد کی ایک روایت میں یہ اضافہ ہے: **فان کان مفطرا فلیطعم وان کان صائمافلیدع** یعنی دعوت قبول کرلے پھر اگر بغیر روزہ کے ہو تو کھانا کھا لے اور اگر روزہ دار ہو تو چھوڑ دے۔(۱۶۹/۲)

حدیث(۲)**عن نافع عن ابن عمرؓان رسول اللّٰہ ﷺقال:اذادعی احدکم الی ولیمة عرس فیجب.**

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو شادی کے ولیمہ کی دعوت دی جائے تو قبول کرے۔

**سنن الدارمی(۱۹۲/۲)کتاب النکاح.باب فی اجابة الولیمة(۲۲۰۵)ومسند احمد(۲۴۵/۲)رقم الحدیث(۴۷۳۰)والسنن الکبری للبیھقی(۲۶۱/۷)کتاب الصداق،باب اتیان دعوة الولیمة حق،وصحیح المسلم(۴۶۲/۱)**

## اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی

حدیث(۳)**عن ابی ھریرةؓان النبی ﷺقال شرالطعام طعام الولیمة یمنعھامن یأتیھاویدعی الیھامن یأباھا ومن لم یجب الدعوة فقدعصی اللّٰہ عزووجل ورسوله.انظر:**

**(۱) صحیح المسلم(۴۶۳/۱)مرفوعًاوموقوفاً.**

**(۲)وصحیح البخاری(۷۷۸/۲)موقوفاعلی ابی ھریرةؓ.**

**(۳)وابوداؤد(۱۶۹/۲)کتاب الاطعمة،باب ماجاء فی اجابة الداعی،عن عبداللّٰہ بن عمرمرفوعًاوعن ابی ھریرة موقوفًا.**

(۴)موطاالامام محمد(ص ۳۷۶)باب فضل اجابة الدعوة،موقوفًا

(۵)ومسنداحمد(۳/۳۷۳)رقم الحدیث(۹۲۶)...وایضاًمسند

(۳/۵۵۴)رقم الحدیث(۱۰۴۱۷)

(۶)والسنن الکبری للبیهقی(۷/۲۶۱و۲۶۲)موقوفاومرفوعاً.

(۷)وسنن ابن ماجة(ص۱۳۷)ابواب النکاح،باب اجابة الدعی.

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایاسب سے برا کھانا ولیمہ کاوہ کھانا ہے کہ جواس میں آنا چاہے اس کو منع کردیا جائے اور جواس سے انکار کرے،اس کو دعوت دی جائے اورجوشخص دعوت کوقبول نہیں کرتاتوبلاشبہ اس نے اللہ عزوجل اوراس کے رسول کی نافرمانی کی۔

حدیث(۴)عن ابن عمرؓقال قال رسول اللہﷺمن دعی الی عرس اونحوه فلیجب.

صحیح المسلم(۱/۴۶۲)والسنن الکبری للبیهقی(۷/۲۶۲)

ابن عمرؓسے روایت ہے نبی علیہ السلام نے ارشادفرمایا کہ جس کوشادی یا اس جیسی تقریب میں بلایا جائے تو قبول کرے۔

حدیث(۵)وفیه ایضاًعن نافع ان ابن عمرؓکان یقول عن النبیﷺاذادعااحدکم اخاه فلیجب عُرسا کان اونحوه.

صحیح المسلم(۱/۴۶۲)وابوداؤد(۲/۱۶۹)والسنن الکبری للبیهقی(۷/۲۶۲).

عبداللہ بن عمرؓنبی علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ جب تم

میں سے کوئی اپنے بھائی کو دعوت دے تو وہ قبول کرے خواہ وہ شادی کی دعوت ہو یا اس کے علاوہ۔

## قسم ثانی

وہ احادیث جن میں مطلق دعوت قبول کرنے کی تاکید آئی ہے اور اس عموم میں دعوتِ ولیمہ بھی شامل ہے بلکہ بعض احادیث میں ولیمہ کا خاص طور پر ذکر ہے اور دوسری دعوتوں کی طرف صرف اشارہ کیا گیا ہے۔

**(۱)قال البراء بن عازبؓ امرناالنبی ﷺ بسبع ونهاناعن سبع امرنا بعيادة المريض واتباع الجنازة وتشميت العاطس وابرارالمقسم ونصرالمظلوم وافشاء السلام واجابة الدعی ونهانا عن خواتيم الذهب وعن انيةالفضة وعن الميائر والقسية والا ستبراق والديباج.**

براء بن عازبؓ فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا اور سات چیزوں سے منع فرمایا،آپ نے ہمیں مریض کی عیادت (تیمارداری) اور جنازہ کے ساتھ چلنے اور چھینکنے والے کو جواب دینے اور قسم اٹھانے والے کی قسم پوری کرنے اور مظلوم کی نصرت کرنے اور سلام پھیلانے اور دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرنے کا حکم دیا ہے،اورآپ نے ہمیں سونے کی انگوٹھیوں اور چاندی کے برتن سے اور ریشم کے بچھونے (سرہانے) اور ریشم سے مخلوط کتان کے کپڑوں اور ہر قسم کی باریک اور موٹی ریشم سے منع فرمایا ہے۔

**صحيح البخاری(۲/۷۷۷) كتاب النكاح،باب حق اجابة الوليمة والدعوة الخ وكذافيه(۱/۱۶۵ و۱۶۶) كتاب الجنائز.والسنن الكبری**

للبیھقی(۷/۲٦۳).

عن الزھری مرسلا وعن ابی ھریرة مرفوعًا قال رسول اللہ ﷺ خمس تجب للمسلم علی اخیه ردالسلام وتشمیت العاطس واجابة الدعوة اذا دعاہ وعیادة المریض واتباع الجنائز. سنن البیھقی(۷/۲٦۳)

(۲)عن ابی موسیؓ عن النبی ﷺ قال: فکواالعانی واجیبوا الداعی وعودواالمریض. صحیح البخاری(۲/۷۷۷)

ابوموسیٰ اشعریؓ کی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ قیدی کو چھڑاؤ اور داعی کی دعوت قبول کرو اور مریض کی عیادت کرو۔

(۳)عن نافع قال سمعت عبداللّٰہ بن عمرؓ یقول: قال رسول اللہ ﷺ: اجیبوا ھذہ الدعوة اذا دُعیتم لھا قال: وکان عبداللّٰہ یأتی الدعوة فی العُرس وغیرالعُرس وھو صائم.

صحیح البخاری(۲/۷۷۸) کتاب النکاح/باب اجابة الداعی فی العرس وغیرھا.

وصحیح المسلم(۱/۴٦۲)والسنن الکبری للبیھقی(۷/۲٦۲)

عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جب تمہیں اِس دعوت کی طرف بلایا جائے تو اسے قبول کرو، نافعؒ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ روزہ دار ہونے کے باوجود شادی اور شادی کے علاوہ کی دعوت میں شریک ہوتے تھے۔

(۴)عن ابی ھریرةؓ عن النبی ﷺ قال: لودعیت الی کُراع لاجبت

ولو اھدی الی کُراع لقبلت.

صحیح البخاری(۲/۷۷۸)کتاب النکاح باب من اجاب الی کراع واللفظ له،صحیح المسلم(۱/۴۶۲)عن ابن عمرؓ.

ابوہریرۃؓ سے روایت ہے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر مجھے بکری کے کُھر،ٹانگ،پائے،کی دعوت دی جائے تو بھی قبول کروں اور اگر مجھے بکری کا کُھر ہبہ کیا جائے تو قبول کرلوں۔

وفی السنن الکبری للبیھقی(۷/۲۶۲)عن ابن عمرؓان النبی ﷺقال:اذا دعیتم الی کراع فاجیبوا.

یعنی اگر تم کو بکری کے پائے کی دعوت دی جائے تو قبول کرو۔

فائدہ:اس حدیث میں کراع کے دو معانی ہو سکتے ہیں۔

(۱) بکری کا کھرا ورٹانگ،مطلب یہ ہے کہ اگر دعوت بظاہر انتہائی کم اور حقیر بھی ہو تب بھی قبول کرنا چاہیئے۔

(۲) کراع ایک جگہ کا نام ہے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے،یعنی مدینہ سے کافی دور ہے،مطلب یہ ہے کہ دعوت کی جگہ دور بھی ہو دعوت ضرور قبول کرنا چاہیئے۔فتح الباری(۹/۳۰۶)

(۵)عن نافع عن ابن عمرؓعن النبی ﷺقال:اذا دعی احدکم الی الدعوۃ فلیجب اوقال فلیأتھاقال:وکان ابن عمرؓیجیب صائماو مفطرا.

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو دعوت کی طرف بلایا جائے تو قبول کرے یا فرمایا کہ دعوت میں جائے،نافع

فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ دعوت قبول کرے خواہ آپ روزہ سے ہوتے یا بغیر روزہ کے۔مسند احمد(۲/۲۲۲)رقم الحدیث(۵۷۷)

(۶)عن جابرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا دعی احدکم الی طعام فلیجب فان شاء طعم وان شاء ترک.

صحیح المسلم(۱/۴۶۲)وابوداؤد(۲/۱۶۹)

حضرت جابرؓ کہتے ہیں نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی ایک کو کھانے کی دعوت دی جائے تو قبول کرے پھر چاہے تو کھالے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے۔

(۷)عن ابی ہریرہؓ قال قال رسول اللہ ﷺ اذادعی احدکم فلیجب فان کان صائمًافلیصل وان کان مفطرا فلیطعم.

صحیح المسلم(۱/۴۶۲)والسنن للبیہقی(۷/۲۶۳)

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی ایک کو دعوت دی جائے تو وہ قبول کرلے پھر اگر روزہ سے ہوتو دعاء کرلے اور اگر روزہ دار نہ ہوتو کھالے۔

(۸)عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ایتوا الدعوۃ اذا دُعیتم

عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کو دعوت دی جائے تو دعوت میں آجایا کرو۔

جامع الترمذی(۱/۳۳۵)ابواب النکاح،باب ماجاء فی اجابۃ الداعی.

(۹)اجب اخاک فانک منه علی النتین:اماخیر فاحق ماشهدت به واماغیره فتنهاه عنه وتأمره بالخیر. کنزالعمال برمز طب عن یعلی بن مرة(۹/۱۱۳)کتاب الضیافة،الفصل الاول فی آداب الضیف،رقم الحدیث(۲۵۹۱۶)و(۲۵۹۲۱)

طبرانی اور تاریخ بن عساکر میں یعلی بن مرہ کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اپنے بھائی کی دعوت قبول کرو کیونکہ وہ تمھارے ہاں دوقسم کا ہوسکتا ہے نیک یا بد،اگر نیک ہے تو وہ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ تم اس کی دعوت میں حاضر ہو اور اگر برا ہے تو اس کو برائی سے روکو اور بھلائی کا حکم دو۔

(۱۰)عن انسؓ قال:کان رسول اللّٰہ ﷺ یجیب دعوة المملوک ویعودالمریض ویرکب الحمار.مسندالامام الاعظم(ص ۱۷۹)کتاب الفضائل۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غلام کی دعوت قبول فرماتے اور مریض کی بیمار پرسی کرتے اور گدھے کی سواری کرتے تھے۔

(۱۱)عن انس بن مالکؓ قال کان رسول اللّٰہ ﷺ یعودالمریض ویشهدالجنازة ویرکب الحمار ویجیب دعوة العبدالخ جامع الترمذی(۱/۲۲۳)ابواب الجنائز،باب آخر بعدباب ماجاء فی قتلی احدوذکر حمزة،وسنن ابن ماجة(ص۳۰۸)کتاب الزهد،باب البراء ة من الکبر والتواضع.

حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مریض کی عیادت

کرتے اور جنازہ میں شرکت کرتے اور گدھے پر سواری کرتے اور غلام کی دعوت قبول کرتے۔

## رسول ﷺ کا دعوت قبول کرنے کا معمول

(۱۲)عن ابن عباس رضی الله عنهما قال:ان كان الرجل من اهل العوالی ليدعوالنبی ﷺ نصف الليل علی خبز الشعير فيجيبه.لم يروه عن الاعمش الاابومسلم ولاعنه الاعمرو،تفردبة يحيیٰ.

مجمع البحرين(۲ / ۱۹۱)كتاب الوليمة والعقيقة،باب الدعوة فی الولائم(۱۸۹۰)

وفی التعليق: اسناده ضعيف، فيه: ا.احمد بن رشدين: مختلف فيه،ب.عمربن عثمان سعيدالجعفی:سكت عنه البخاری وابن ابی حاتم،وذكره ابن حبان فی الثقات.

انظر/التاريخ الكبير(۶/۳۵۴)..........والجرح والتعديل (۶/۲۴۹)لسان الميزان(۴/۳۷۱)والحديث اخرجه الطبرانی رحمه الله فی الا وسط(۱/۸۷)الحديث(۲۵۵)والصغير(۱/۲۲)وانظرمجمع الزوائد(۴ /۵۶).

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ (مدینہ سے باہر)عوالی کے لوگوں میں سے کوئی عام آدمی آدھی رات کو جوکی روٹی کی دعوت دیتا تو بھی آپ ﷺ اسے قبول کرتے۔

# دعوت ولیمہ قبول کرنے کی حکمتیں اور مصلحتیں

مذکورہ نصوص سے معلوم ہوا کہ دعوتِ ولیمہ قبول کرنا اخلاقی فریضہ اور ایک حد تک ضروری ہے اور اس کی کئی حکمتیں ہیں مثلاً:

(۱) شرعی اور اخلاقی فریضہ یہ ہے کہ جب کسی کو کسی مصلحت کے تحت لوگوں کے اجتماعی مفاد کا حکم دیا جائے اور وہ اس کے پیش نظر لوگوں کے لئے اس کا اہتمام کرے تو لوگوں پر بھی لازم اور ضروری ہے کہ اس کی بات مانیں، جب یہاں نکاح کرنے والے کو ولیمہ کا حکم ہے اور اس نے اہتمام کرلیا ہے تو لوگوں پر اس کی دعوت قبول کرنا ضروری ہے۔

اگر وہ شریک نہ ہوں یا اس کی دعوت ہی قبول نہ کریں تو داعی کا مقصد حاصل نہ ہوگا نیز اس کی سخت دل شکنی ہوگی لہذا دعوت قبول کرنا ضروری پھر اگر وہ روزہ سے ہو تا وہاں کھانا ضروری نہیں ہے، صرف شرکت کافی ہے، کیونکہ مقصود اشاعت تھا جو کہ حاصل ہو چکا ہے۔

(۲) کسی کی دعوت قبول کرنا بھی ایک قسم کی صلہ رحمی ہے، جس کی سخت ضرورت ہے کیونکہ اسی سے معاشرت، سیاست مدنیہ اور سیاست قرویہ کا نظم ونسق مضبوط ہوتا ہے۔ حجة الله البالغة(۲/ ۱۳۰)مبحث فی صفة النكاح.

## دعوت قبول کرنے کی شرائط

دعوت ولیمہ قبول کرنا سنت ہے البتہ اس کی کچھ شرائط ہیں، اگر وہ تمام شرائط موجود ہوں تو قبول کرنا سنت ہے، اگر ان میں سے کوئی شرط مفقود ہو تو قبول کرنا سنت

نہیں، گویا کہ کسی شرط کا نہ پایا جانا عذر ہے جس کی وجہ سے دعوت قبول کرنے سے معذرت کی جاسکتی ہے۔

(۱) داعی (دعوت دینے والا) مسلمان ہو۔ اگر داعی مسلمان نہ ہو مثلاً عام کافر یا ذمی ہو تو اس کی دعوت قبول کرنا مسنون نہیں، محض جائز ہے۔ اس کی تفصیل آگے آیا چاہتی ہے۔

انظر: اعلاء السنن (۱۱/۱۵) والمغنی لابن قدامة (۷/۵) وشرح النووی علی صحیح المسلم (۱/۴۶۲) فتح الباری (۹/۳۰۱)

(۲) داعی آزاد ہو، غلام کی دعوت قبول کرنا سنت نہیں ہے، کیونکہ غلام کا اپنا مال نہیں ہوتا اور نہ وہ دعوت کرنے کا مجاز ہوتا ہے، ہاں اگر آقا کی اجازت سے، آقا کے مال سے کرتا ہے تو اس کی دعوت قبول کرنا بھی سنت ہے۔

(۳) داعی عاقل ہو، اگر وہ مجنون اور پاگل ہو تو اس کی دعوت قبول نہیں کرنا چاہئے۔

(۴) داعی بالغ ہو، اگر نابالغ ہو تو اس کی دعوت نہیں قبول کرنا چاہئے، وہ شرعاً دعوت کرنے کا مجاز ہی نہیں ہے۔ فتح الباری (۹/۳۰۱)

مدعو کا بالغ ہونا ضروری نہیں ہے، بچہ بھی دعوت قبول کرسکتا ہے۔

حاشیة الباجوری (۲/۱۷۸)

(۵) داعی کا مقصد سنت کی ادائیگی ہو، فخر ومباہات، ریاء کاری اور شہرت مقصود نہ ہو، اگر یہ چیزیں مقصود ہوں تو اس کی دعوت قبول کرنا سنت نہیں ہے، اس کی نیت کا تعلق دل سے ہے، حتمی طور پر کوئی بھی یہ فیصلہ نہیں کرسکتا کہ اس کا مقصود فخر

اورشہرت ہے البتہ اس کی کچھ ظاہری نشانیاں ہوتی ہیں،ان سے اندازہ لگایاجاسکتاہے۔

علامہ عینیؒ لکھتے ہیں:

**وامادعوة يقصدبهاقصدمذموم من التطاول وابتغاء المحمدة والشكروما اشبه ذلک فليس ينبغی اجابتها لاسيمااهل العلم لان فی الا جابة اذلال انفسهم فقدقيل:وماوضح احديده فی قصعة غيره الاذل.** البناية(۱۴/۴۳۰) مکتبہ امدادیہ ملتان

جس دعوت سے شہرت وتفاخر کی مذموم حرکت اور تعریف اور شکر کی طلب وغیرہ ہو اس کا قبول کرنا مناسب نہیں،خاص طور پر اہل علم کے لئے کیونکہ اس کے قبول کرنے میں اپنے آپ کو ذلت میں ڈالنا ہے،کہا گیا ہے کہ جس نے اپناہاتھ دوسرے کے پیالے (برتن) میں ڈالا تو ذلیل ہوا۔

ردالمحتار(۳۴۷/۶)میں ہے:

**واما دعوة يقصدبها التطاول اوانشاء الحمداوماشبهه فلا ينبغی اجابتها لا سيمااهل العلم فقد قيل:ماوضع احديده فی قصعة غيره الاذل له الخ:**

یعنی جس دعوت کا مقصد فخر ومقابلہ،تعریف وغیرہ ہو اس کو قبول کرنا مناسب نہیں۔خاص طور پر اہل علم کے لئے،ایک قول ہے کہ جو دوسرے کے برتن میں اپنا ہاتھ ڈالتا ہے وہ ذلیل ہوجاتا ہے۔

(۶)داعی نے صرف اغنیاء اور مالداروں کو دعوت نہ دی ہو،اگر صرف ایسے

لوگوں کو دعوت دی ہے تو یہ شر الطعام ہے۔ایسی دعوت کو قبول کرنا ضروری نہیں۔

شرح النووی علی صحیح المسلم(۱/۴۶۲)

(۱)روی عن عبدالله بن مسعودؓقال:نهیناان نجیب دعوةمن یدعوالاغنیاء ویترک الفقراء.عمدةالقاری(۱۴/۱۲۴)

عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں ہمیں اس سے منع کیا گیا ہے کہ جو شخص اغنیاء کو دعوت دے اور فقراء کو چھوڑے،ہم اس کی دعوت قبول کریں۔

(۲)وقال ابن حبیب:ومن فارق السنة فی ولیمة فلادعوة له ولا معصیة فی ترک اجابته.عمدة القاری(۱۴/۱۲۴)

ابن حبیبؒ کہتے ہیں کہ جس نے ولیمہ کرتے ہوئے سنت کو چھوڑ دیا تو اس کی دعوت کا کوئی اعتبار نہیں اور اس کی دعوت قبول نہ کرنا گناہ نہیں ہے۔

(۷)دعوت میں کوئی ایسا شخص نہ آرہا ہو جس کی وجہ سے اس مدعو(دعوت دیئے گئے آدمی) کو اذیت اور تکلیف ہو۔اذیت خواہ دنیاوی لحاظ سے ہو یا دینی لحاظ سے،دنیاوی اعتبار سے یہ ہے کہ اس کا دشمن ہے یا کسی وجہ سے اس سے اختلاف ہے اور دینی اعتبار سے یہ کہ مثلاً وہاں ایسا شخص آرہا ہے جو دیندار لوگوں کو بری نظر سے دیکھتا ہے۔اگر ایسا کوئی شخص آرہا ہو تو دعوت قبول کرنا سنت نہیں۔

حضرت شیخ الحدیثؒ نقل کرتے ہیں:

ویوخذمنه اباحة التخلف لمن یلحقه حطة بارتفاع آخرعلیه من غیرموجب.اوجز المسالک(۹/۴۳۶)

یعنی اس سے یہ مسئلہ ماخوذ ہوا کہ اگر وہ دعوت میں حاضر ہو تو ہوسکتا ہے کہ

دوسرا شخص بلا وجہ اور بلا سبب اس پر اپنا تفوق ظاہر کریگا اور اس کی سبکی اور تنقیص ہو گی، تو اس کے لئے دعوت میں شریک نہ ہونا مباح ہے۔

امام نوویؒ لکھتے ہیں:

**اویکون هناک من یتاذی بحضوره معه اولا تلیق به مجالسته اویدعوه لخوف شره. شرح المسلم(۱/۴۶۲)**

یعنی وہاں کوئی ایسا شخص موجود ہو جس کی حاضری سے اسے اذیت پہنچتی ہو اور اس کے ساتھ اس کا بیٹھنا مناسب نہ ہو یا کسی کو اس کے شر کے خوف سے دعوت دی گئی ہو تو یہ عذر ہے۔

(۸) مقامِ دعوت بہت دور نہ ہو، اگر دعوتِ ولیمہ بہت دور ہے تو اس کا قبول کرنا ضروری نہیں ہے، دور اور قریب کی حد شریعت نے طے نہیں کی، بظاہر یہ مبتلی بہ شخص کی رائے پر موقوف ہے یعنی مدعوین جس کو دور سمجھیں وہ دور ہے۔

**قال البغوی: ومن کان له عذراو کان الطریق بعیدًاتلحقه المشقة فلا بأس ان یتخلف. فقه السنة(۲/۲۱۲)دارالکتاب العربی، بیروت.**

(۹) جہاں کھانا کھایا جائے وہاں کھانے والوں کی نگرانی نہ ہوتی ہو، شرعی مسئلہ یہ ہے کہ مہمان اور مدعو کھانا کھا رہا ہو تو اسے اہتمام سے دیکھنا اور اس کے لقمے شمار کرنا بہت بری خصلت ہے، اگر کسی دعوتِ ولیمہ میں اس طرح کا معاملہ پیش آرہا ہو تو اس کی دعوت قبول کرنا ضروری نہیں۔

(۱۰) راستہ میں سخت کیچڑ اور گارا نہ ہو، اگر سخت کیچڑ اور گارا ہو تو ایسی دعوت قبول کرنا ضروری نہیں، فقہاء کرام نے ''شدة الوحل'' کا لفظ لکھا ہے یعنی سخت کی قید

لگائی ہے، کیونکہ معمولی کیچڑ کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

(۱۱) سخت بارش اور آندھی نہ ہو، اگر سخت بارش یا آندھی ہو تو شرکت ضروری نہیں، مطلب یہ ہے کہ دعوت قبول کرلی اور شرکت کا وعدہ کر لیا تھا لیکن دعوت کھلائے جانے کے وقت سخت بارش یا آندھی آگئی تو یہ شرعی عذر ہے، اس کے لئے شریک نہ ہونا جائز ہے، بارش اور آندھی تب عذر ہے جبکہ دعوت کے وقت پائی جائے۔ قبولیت دعوت کے وقت بارش یا آندھی پائے جانے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

(۱۲) مال ومتاع، جانور اور مویشی کے ضائع ہونے کا خطرہ نہ ہو لہذا اگر دعوت میں شرکت کی صورت میں مال مویشی کے ضائع ہونے، گم ہونے یا چوری ہونے کا اندیشہ ہو تو دعوت قبول کرنا ضروری نہیں ہے۔

(۱۳) مدعو شخص بیمار نہ ہو، اگر وہ اس قدر بیمار ہے کہ دعوت میں شمولیت نہیں کرسکتا تو شمولیت ضروری نہیں ہے۔

(۱۴) مقام دعوت میں زیادہ رش، ہجوم، بھیڑ اور ازدحام نہ ہو، اگر رش زیادہ ہے تو قبول کرنا ضروری نہیں۔

(۱۵) جس مکان، کمرے اور شادی ہال وغیرہ میں دعوت ہے مدعوین وہاں بلاروک ٹوک جاسکتے ہوں، مکمل آزادی ہو، دروازے کھلے ہوں، اگر دروازے بند ہوں، جاکر کھلوانے پڑیں، یا وہاں تلاشی لی جاتی ہے یا اس طرح کی دوسری کوئی پابندی ہے تو دعوت قبول کرنا ضروری نہیں۔ اوجز المسالک (۴۳۶/۹)۔

(۱۶) دعوت ولیمہ کا کھانا حلال اور طیب ہو، اس میں شبہ بھی نہ ہو، اگر وہ حرام ہے یا اس میں کوئی شبہ ہے تو ایسی دعوت قبول کرنا ضروری نہیں ہے۔

(۱۷)داعی کے خیال میں مدعو شریر ہے تو اس کے شر کے خوف سے دعوت نہ دی ہو،اگراس کے شر کے خوف سے دعوت دی ہو تو اسے قبول کرنا ضروری نہیں ہے۔

(۱۸)مدعو کے جاہ،مقام اورمرتبہ کے لالچ اورطمع میں دعوت نہ دی ہو،اگرلالچ سے دعوت دی ہوتو قبول کرنا ضروری نہیں۔

(۱۹)مدعو شخص سے کسی باطل اورناجائز کام پر تعاون حاصل کرنا مقصود نہ ہو،اگر یہ مقصود ہوتوایسی دعوت قبول کرنا ضروری نہیں۔

شرح المسلم للنووی(۱/۴۶۲)

(۲۰)مدعو شخص کسی بھی ایسے عذر میں مبتلانہ ہو جس کی وجہ سے وہ دعوت میں حاضر نہ ہوسکتا ہو،علامہ ماوردیؒ نے اس کی حدیہ بیان کی ہے کہ ایسا عذر ہو کہ جس کی وجہ سے ترکِ جماعت کی اجازت ہوتی ہے۔فتح الباری(۹/۳۰۱)

لیکن یہ حدبندی ان حضرات کے قول کے مطابق ہے جن کے ہاں جماعت کی طرح دعوتِ ولیمہ بھی قبول کرناواجب ہے،ہمارے ہاں چونکہ دعوت قبول کرناواجب نہیں،سنت ہے،اس لئے اس سے کچھ کم درجے کا کوئی بھی ایسا عذر کافی ہے جس کی وجہ سے ترک سنت جائز ہو۔

(۲۱)مقام دعوت میں کسی بھی قسم کا خلاف شرع کام نہ ہوتا ہو،لہذا اگر وہاں کسی قسم کا منکراورخلاف شرع کام پایاجاتاہوتوایسی دعوت قبول کرنادرست ہی نہیں۔تفصیل آگے آیاچاہتی ہے،مثلاً(۱)شراب پی جاتی ہو(۲)لہوولعب،گانے ،موسیقی اور ڈھول باجوں کی محفل سج رہی ہو(۳)ریشمی فرش ہو(۴)کسی جاندار کی

تصویر ہو(۵) سونے اور چاندی کے برتن ہوں وغیرہ۔

شرح المسلم للنووی(۱/۴۶۲).

(۲۲)اگر مدعو شخص نے عذر پیش کردیا اور داعی نے عذر قبول کر لیا تو اب شرکت ضروری نہیں، یہ بھی عذر ہے (ایضاً)

**فی مصنف عبدالرزاق(۱۰/۴۴۸)عن عطاء بن ابی رباح قال: دعی ابن عباسؓ الی طعا م وهو من امر السقاية شيئاًفقال للقوم: قوموا الی اخيكم واجيبوا اخاكم فاقرؤا عليه السلام واخبروه انی مشغول،وكذافی السنن الكبری للبيهقی(۷/۲۶۴)۔**

حضرت عطاء بن ابی رباحؒ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو کھانے کی دعوت دی گئی اس حال میں کہ وہ پانی کے کنویں پر کچھ کام کر رہے تھے تو انہوں نے لوگوں کو فرمایا کہ اپنے بھائی کی طرف کھڑے ہو جاؤ اور اپنے بھائی کی دعوت قبول کرو، پس اسے میری طرف سے سلام کہو اور اسے خبر دیدو کہ میں مشغول ہوں۔

(۲۳)دعوت کا پہلا یا دوسرا دن ہو، دو دن کے بعد مزید اگر دعوت ولیمہ دی جائے تو اس کا قبول کرنا ضروری نہیں بلکہ مکروہ اور ممنوع ہے۔

علامہ طیبیؒ الكاشف عن حقائق السنن(۶/۲۹۸) میں لکھتے ہیں۔

**وامامن جانب المدعوففی الاولیٰ يجب عليه الاجابة وفی الثانية مستحبة وفی الثالثة مكروهة بل هی محظورة.**

یعنی مدعو کے لئے حکم یہ ہے کہ اس پر پہلے دن کی دعوت قبول کرنا ضروری

ہے، دوسرے دن کی سنت ہے اور تیسرے دن کی مکروہ بلکہ ممنوع ہے۔

(۲۴) دعوتِ ولیمہ عام ہو، خاص نہ ہو، اگر دعوتِ خاصہ ہو تو اسے قبول کرنا سنت نہیں، امام محمد رحمہ اللہ موطا امام محمد میں دعوت قبول کرنے کی احادیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

**قال محمد: وبهذا نأخذ ينبغي للرجل ان يجيب الدعوة العامة ولا يتخلف عنها الا لعلة فاما الدعوة الخاصة فان شاء اجاب وان شاء لم يجب.**

**موطا امام محمد (ص ۳۷۸) باب فضل اجابة الدعوة.**

یعنی آدمی کو دعوتِ عامہ قبول کرنا چاہئے، بغیر کسی علت کے اس سے پیچھے نہ رہے اور جہاں تک دعوتِ خاصہ کا تعلق ہے تو اگر چاہے تو قبول کرلے اور اگر چاہے تو قبول نہ کرے۔

دعوتِ ولیمہ عموماً عام ہی ہوتی ہے، خاص اس طرح بن سکتی ہے کہ مقصود کسی خاص شخصیت کو مدعو کرنا ہے، باقی لوگوں کو ضمناً دعوت دیدی، جس کی علامت یہ ہے کہ اگر داعی کو پتہ چل جائے کہ فلاں شخصیت کسی وجہ سے شرکت نہ کر سکے گی تو وہ دعوت ہی نہ کرے۔ التعلیق الممجد تحته (ص ۳۷۸).

(۲۵) مدعو کو کوئی ایسی حاجت اور کام درپیش نہ ہو جو دعوتِ ولیمہ قبول کرنے کی سنت کے درجہ یا اس سے بڑھ کر نہ ہو، اگر اس سے بڑھ کر اہم حاجت اور کام درپیش ہو تو دعوتِ ولیمہ قبول کرنا سنت نہیں رہتا، عدم شرکت کی اجازت ہے۔

**التعلیق الممجد (ص ۳۷۸)**

(۲۶) دعوتِ ولیمہ میں مردوں اور عورتوں کا اختلاط نہ ہو، اگر اختلاط اور بے

پردگی ہوتو ایسی دعوت قبول ہی نہیں کرنا چاہئے۔

(۲۷)دعوت قبول کرنا اس وقت سنت ہے جبکہ داعی نے مدعو کو خصوصی دعوت دی ہو مثلاً اس کے پاس قاصد بھیجا، کارڈ بھیجا یا خود ملاقات کی یا فون وغیرہ کے ذریعہ دعوت دی، اگر عمومی دعوت ہو تو قبول کرنا ضروری نہیں، کیونکہ اس میں داعی کی دل آزاری نہیں مثلاً داعی نے عمومی اعلان کردیا کہ اس علاقے کے لوگوں کو ولیمہ کی دعوت ہے۔**بذل المجهود(۳۴۴/۴)واعلاء السنن(۱۴/۱۱)**

(۲۸)اگر مدعو کا کوئی قریبی رشتہ دار، زوج، زوجہ یا قریبی دوست بھوکا ہو اور وہ چاہے کہ وہ بھی دعوت میں شریک ہو جائے تو مدعو اس کی شرکت کی شرط لگا سکتا ہے یعنی کہہ سکتا ہے کہ اس کو بھی اجازت ہو تو ہم آجائیں گے لیکن اگر اس کو اجازت نہ ہو تو میں نہیں آسکوں گا، کیونکہ مجھے یہ گوارہ نہیں کہ میں سیر ہو کر کھاؤں اور وہ بھوکا رہے۔اور داعی کا اس کی شرط منظور کرنا ضروری نہیں، اگر منظور کرلے تو اچھی بات ہے خاص طور پر جبکہ گنجائش بھی ہو۔

**(۱)فی مسنداحمد(۲/۷۲)عن ابی مسعودؓ ان رجلامن قومه يقال له:ابوشعيب صنع طعامافأرسل الى النبی ﷺ"ائتنی انت وخمسة معک"قال:فبعث اليه ان"ائذن لی فی السادس"**

ابومسعودانصاریؓ سے روایت ہے کہ ان کی قوم کے ایک شخص ابوشعیبؓ نے کھانا تیار کیا اور نبی علیہ السلام کو پیغام بھیجا کہ آپ اور آپ کے ساتھ پانچ افراد تشریف لے آئیں، نبی علیہ السلام نے پیغام بھیجا کہ مجھے چھٹے آدمی کی اجازت بھی دیدیں۔

(۲)عن انسؓ ان جاراً لرسول اللہ ﷺ فارسیاً کان طیّبَ المرق فصنع لرسول اللہ ﷺ ثم جاء یدعوہ فقال وھذہ لعائشۃؓ فقال لا۔فقال رسول اللہ ﷺ لا،فعادیدعوہ فقال رسول اللہ ﷺ وھذہ قال لا،قال رسول اللہ ﷺ لا ثم عادیدعوہ فقال رسول اللہ ﷺ وھذہ،قال نعم فی الثالثۃ فقامایتدافعان حتی اتیامنزلہ.صحیح المسلم(۱۷۶/۲)کتاب الاشربۃ،باب مایفعل الضیف الخ وسنن النسائی(۱۰۴/۲)کتاب النکاح،باب الطلاق بالاشارۃ المفھومۃ،ومسنداحمد(۲۴۸/۴)رقم الحدیث(۱۲۲۴۵)وسنن الدارمی(۱۴۳/۲)کتاب الاطعمۃ،باب فی الولیمۃ،رقم الحدیث(۲۰۶۷)

حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام کا ایک فارسی پڑوسی تھا جو اچھا سالن پکانے کا ماہر تھا،اس نے نبی علیہ السلام کے لئے کھانا تیار کیا پھر آ کر دعوت دی،تو نبی علیہ السلام نے حضرت عائشہؓ کے بارے فرمایا کہ یہ بھی؟(یعنی عائشہؓ کو بھی دعوت ہے؟)تو اس نے کہا نہیں،تو نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ پھر مجھے بھی دعوت قبول نہیں،وہ پھر آیا اور دعوت دی،نبی علیہ السلام نے حضرت عائشہؓ کے بارے پوچھا تو اس نے کہا نہیں،نبی علیہ السلام نے فرمایا میں بھی نہیں آ سکتا پھر دوبارہ آ کر دعوت دی تو نبی علیہ السلام نے حضرت عائشہؓ کے بارے پوچھا تو اس نے تیسری بار کہا ہاں۔تو آپ دونوں چل پڑے یہاں تک کہ اس کے گھر پہنچ گئے۔

(۲۹)اس سے پہلے کسی اور نے دعوت نہ دی ہو،اگر اسی تاریخ کو کسی اور کا ولیمہ ہے اور اس نے پہلے دعوت دی تھی اور اس نے قبول کرلی تھی تو اس میں

شرکت کرنا عذر ہے لہذا دوسری دعوت قبول کرنا ضروری نہیں ہے۔

فقه السنة(۲/۲۱۲)

(۳۰)مدعو بھی مسلمان ہو، کیونکہ کافر اور ذمی پر مسلمان کی دعوت قبول کرنا سنت یا واجب نہیں ہے۔

(۳۱)داعی اجنبی عورت نہ ہو یا اگر اجنبی عورت ہے تو اس کے محارم بھی مدعو ہوں، اگر داعی اجنبی عورت ہے اور اس کا کوئی محرم شریک نہیں اور نہ ہی مدعو کا کوئی محرم شریک ہو تو ایسی دعوت قبول کرنا درست نہیں ہے کیونکہ اس میں خلوت بالاجنبیہ کا خطرہ ہے، اگرچہ بالفعل خلوت نہ ہو۔

(۳۲)مدعو آزاد شخص ہو، اگر وہ غلام ہے تو مولی کی اجازت ضروری ہے، اگر مولی نے اجازت دیدی تو دعوت قبول کرنا ضروری ہے ورنہ نہیں اور مکاتب میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اس کی شرکت سے مولیٰ کے بدلِ کتابت پر کوئی فرق نہ پڑتا ہو تو قبول کرنا ضروری ہے ورنہ نہیں۔

(۳۳)مدعو قاضی یا کوئی ولایت عامہ کا مالک نہ ہو، اگر قاضی یا والی ہے اور سمجھتا ہے کہ داعی کا مقصد تعلقات قائم کر کے مستقبل میں اپنے حق میں فیصلہ کرانا ہے تو اس کی دعوت قبول کرنا ضروری نہیں ہے۔

(۳۴)مدعو ایسی عورت یا امرد نہ ہو کہ جس کی شرکت کرنے سے کسی قسم کے فتنہ وفساد کا خطرہ ہو۔

یہ پانچ شروط شافعیہ نے ذکر فرمائی ہیں وقواعدنالا تأباہ.

حاشية الباجوری علی ابن قاسم الغزی(۲/۱۷۸) کتاب النکاح

ومایتعلق بہ،دار احیاء التراث العربی،بیروت

(۳۵)علامہ باجوریؒ نے ایک شرط یہ بیان فرمائی ہے کہ ولیمہ کے وقت دعوت دی جائے اور ولیمہ کا وقت عقدِ نکاح سے شروع ہو جاتا ہے ولکن قواعدنا تاباہ، خاص طور پر آج کل وقت سے پہلے دعوت دینا ہی بہتر ہے۔

## چند جدید شروط واعذار

(۳۶/۱)دعوت ولیمہ کے موقعہ پر نیوتہ کی رسم نہ ہو، اگر نیوتہ کی رسم ہو تو ایسی دعوت قبول نہیں کرنی چاہئے، نیوتہ لینے اور دینے کی نوبت آئے یا نہ آئے، نیوتہ کی رسم کا ہونا بذاتِ خود عدم قبولیت کا عذر ہے۔

(۳۷/۲)مجلسِ ولیمہ میں تصویر کشی نہ ہو، اگر تصویر کشی ہو تو ایسی دعوت قبول کرنا ہی درست نہیں ہے۔

کتاب الفتاوی میں ہے:

گانا بجانا، ویڈیو گرافی، نیز فوٹو گرافی گناہ اور معصیت ہے اور جس دعوت میں معصیت کا ارتکاب ہو اس میں شرکت کرنا جائز نہیں۔

کتاب الفتاوی(۴/۴۱۴)زمزم پبلشرز کراچی

(۳۸/۳)آج کل شہروں میں دعوتِ ولیمہ کا انتظام عموماً شادی ہالوں میں ہوتا ہے اور اکثر وبیشتر کھانا کھڑے ہو کر کھایا جاتا ہے، اس زمانے کی ایسی دعوتِ ولیمہ قبول کرنا اس وقت سنت ہوگا جب کہ وہاں بیٹھ کر سنت کے مطابق اکل وشرب کا انتظام ہو، خواہ کرسیوں پر بیٹھنا پڑے۔ اگر بیٹھنے کا انتظام نہ ہو، کھڑے ہو کر کھانا پڑے تو اس صورت میں دعوت قبول کرنا سنت نہیں، لہذا قبول نہیں کرنا چاہئے۔

(۳۹/۴)دعوت رات دیر تک نہ چلتی ہو،جس دعوت میں رات دیر تک رہنا پڑے جیسا کہ آج کل کی دعوتیں ہوتی ہیں،وہاں جانا کوئی ضروری نہیں،جائز ہے،اتنی تاخیر ترکِ دعوت کا عذر ہے اور اگر رات دیر تک دعوت میں رہنے کی وجہ سے فجر کی نماز قضاء ہونے کا اندیشہ ہو تو ایسی دعوت میں جانا درست نہیں ہے۔

(۴۰/۵)دعوت کا جو وقت دیا گیا ہے اس وقت پر دی جائے یا اگر تاخیر ہو تو معمولی ہو،زیادہ تاخیر نہ ہو،اگر زیادہ تاخیر ہو جیسا کہ آج کل عموماً ہوتا ہے کہ مثلاً بارہ بجے کا وقت دیا ہے اور دو یا تین بجے دعوت دی جاتی ہے تو ایسی دعوت قبول کرنا ضروری نہیں ہے،یہ ترکِ اجابت کا عذر ہے۔

## ملا علی قاریؒ کا فرمان

ملا علی قاریؒ مرقاۃ میں لکھتے ہیں:

ولایخفی ان فی هذاالزمان لایخلومن هذه الاعذاران لم تکن کلهاموجودة ولهذاقالت الصوفیة:حلت العزلة بل ینبغی ان یقال وجبت فان من اختارالعزلة اختارالعزلة.مرقاة المفاتیح (۶/ ۲۵۳)

یعنی اس زمانے میں مذکورہ اعذار اگر سارے موجود نہ ہوں تو کوئی نہ کوئی ایک ضرور موجود ہوتا ہے(اور شرط مفقود ہو جاتی ہے)اس لئے صوفیہ کہتے ہیں کہ دعوت سے علیحدہ ہونا درست اور حلال ہے بلکہ ضروری ہونا چاہئے کیونکہ جو اس سے علیحدہ ہو وہ حقیقی خلوت نشین ہے۔

# علامہ شامیؒ کا فرمان

ردالمحتار (۴۷۸/۶) میں ہے۔

**والامتناع اسلم فی زماننا الا اذا علم یقیناً ان لا بدعة ولا معصیة الخ** یعنی اس زمانے میں سلامتی کا راستہ یہی ہے کہ دعوت قبول کرنے سے احتراز کرے الا یہ کہ وہاں بدعت اور معصیت نہ ہونے کا یقین ہو جائے۔

آپ کے مسائل اور ان کا حل (۱۶۴/۵) میں ہے:

آج کل جس انداز سے ولیمے کئے جاتے ہیں، ان میں فخر ومباہات اور نام ونمود کا پہلو غالب ہے، سنت کی حیثیت بہت ہی مغلوب نظر آتی ہے......اس لئے ایسے ولیمہ کی دعوت قبول کرنا بھی مکروہ ہے، علاوہ ازیں آجکل ولیمہ کی دعوتوں میں مردوں اور عورتوں کا بے محابا اختلاط ہوتا ہے، کھانا عموماً میز کرسی پر یا کھڑے ہو کر کھایا جاتا ہے اور اب تو ویڈیو فلمیں بنانے کا بھی رواج چل نکلا ہے، بعض جگہ گانے بجانے کا شغل بھی رہتا ہے، اس طرح کی اور بھی بہت سی قباحتیں پیدا ہو گئی ہیں، جن کے ہوتے ہوئے ایسی دعوت میں جانا کسی طرح جائز نہیں۔

# ایک سے زیادہ دعوتیں جمع ہوجائیں تو کس کو ترجیح دے؟

اگر دو یا دو سے زیادہ دعوتیں جمع ہوجائیں تو کس دعوت کو قبول کرنا چاہئے؟ اس بارے یہ تفصیل ہے کہ۔

(۱) اگر دونوں میں شرکت ممکن ہو تو دونوں قبول کرنا چاہئے مثلاً دونوں

دعوتیں قریب قریب جگہوں میں ہیں اور ایک میں شرکت کے بعد دوسری میں شریک ہوسکتا ہے تو دونوں میں شرکت کرلے، دونوں جگہ تھوڑا تھوڑا کھالے اور اگر نہ کھاسکے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ شرکت سے حق ادا ہو جاتا ہے کھانا ویسے بھی ضروری نہیں ہے۔

(۲) اگر دونوں میں شرکت ممکن نہ ہو تو جس داعی نے پہلے دعوت دی ہے اس کی دعوت قبول کرے اور دوسرے کو اصل حقیقت بتا کر معذرت کرلے، شرعاً یہ عذر ہے، پہلے داعی کی دعوت اس لئے قبول کرے کہ جس وقت اس نے دعوت دی تھی اس کا کوئی مزاحم موجود نہیں تھا لہذا اس کی دعوت قبول کرنا سنت ٹھہرا۔ اور جب دوسرے نے دعوت دی تو چونکہ پہلی دعوت کے ساتھ اس کو قبول کرنا ممکن نہیں لہذا اسے چھوڑ سکتا ہے۔

(۳) اگر دو یا دو سے زیادہ اشخاص نے بیک وقت دعوت دیدی تو ان میں سے جو اس کا پڑوسی ہے یا اس کے قریب رہتا ہے اس کا حق زیادہ ہے، اس کی دعوت کو قبول کرے اور باقی سے معذرت کرلے۔ اس کی دلیل آگے حدیث میں آتی ہے۔ اور اگر وہ پڑوسی ہونے میں بھی برابر ہوں تو ان میں سے جو رشتہ دار ہے یا دوسرے کی بنسبت رشتہ میں اس کے زیادہ قریب ہے، اس کی دعوت قبول کرے کیونکہ اس میں صلہ رحمی ہے اور اگر رشتہ میں بھی برابر ہوں تو ان میں سے جو زیادہ دیندار، پابندِ شریعت ہے اس کی دعوت قبول کرے اور اگر مذکورہ اوصاف کے ساتھ دینداری میں بھی برابر ہوں تو ان کے درمیان قرعہ اندازی کرے جس کا نام نکل آئے اس کی دعوت قبول کرے، کیونکہ ایسے موقعہ پر تعیین وترجیح کے لئے قرعہ اندازی درست ہے۔ المغني لابن قدامه (۵/۷) كتاب الوليمة.

عن حمید بن عبدالرحمن الحمیری عن رجل من اصحاب النبی ﷺقال:اذااجتمع الداعیان فاجب اقر بھمابابافان اقربھمابابااقربھما جوارًاوان سبق احدھمافاجب الذی سبق.ابوداؤد(۲/ ۱۷۱)کتاب الا طعمة،باب اذا اجتمع داعیان ایھااحق والسنن الکبری للبیھقی مرفوعاً (۷/۲۵۷)کتاب الصداق،باب اجتماع الداعیین

ومسنداحمد(۹/ ۱۲۲)رقم الحدیث(۲۳۵۲۶)وکذا فی جمع الفوائد من جامع الا صول ومجمع الزوائدللمغربی(۲/ ۵۸۴)رقم الحدیث(۴۱۸۴)وقال فی اعذب الموارد تحته:رواه احمدایضاًوفی اسناه ابوخالد یزید الدالانی وقد وثقه ابوحاتم وقال احمد وابن معین لا بأس به،وقال ابن حبان لا یجوزالا حتجاج به و قال ابن عدی فی حدیثه لین الاانه یکتب حدیثه،وقال ابن حجر:اسناد ھذاالحدیث ضعیف کذا فی النیل(۶/ ۱۹۲).

نبی علیہ السلام کے صحابہؓ میں سے کسی ایک صحابیؓ سے مروی ہے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جب دوداعی جمع ہو جائیں توان میں جس کا دروازہ زیادہ قریب ہواس کی دعوت قبول کرو کیونکہ جس کا دروازہ زیادہ قریب ہوتا ہے وہ قریبی پڑوسی ہوتا ہے اور اگر ان میں سے ایک پہلے دعوت دیدے تو سبقت کرنے والے کی دعوت قبول کرو۔

## فائدہ:

ملاعلی قاریؒ مذکورہ حدیث سے استنباط کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ویؤخذمنه ان الاسبق بسبق اخذالعلم الیق وبجواب الفتوی احق.
مرقاۃ المفاتیح(۲۵۵/۶)

یعنی اس حدیث سے یہ اصول بھی مستنبط ہوا کہ علم اور فتوی حاصل کرنے کے لئے جو سبقت کرتا ہے وہ حصول علم اور فتوی کے جواب کا زیادہ مستحق اور لائق ہے۔

## پہلے دعوت اور قبولیت ضروری نہیں

شرعاً یہ ضروری نہیں ہے کہ کھانے کے وقت سے پہلے پہلے دعوت دی جائے اور مدعو اسے قبول کرلے تو کھانا تیار کیا جائے، بلکہ کھانا تیار کرنے کے بعد بھی دعوت دی جاسکتی ہے، اگر شرعی عذر نہ ہوتو اس کو قبول کرنا بھی ضروری ہے البتہ اگر کوئی عذر ہوتو قبول کرنا ضروری نہیں ہے، حضرت ابو شعیبؓ نے نبی علیہ السلام کی دعوت کی تھی، اس حدیث میں ہے:

فصنع طعاماًثم ارسل یعنی انہوں نے کھانا تیار کیا پھر پیغام بھیجا۔

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی املائی تقریر "الکوکب الدری علی جامع الترمذی" (۳۲۸/۱) میں اس حدیث کے تحت لکھا ہے:

فعلم ان تقدیم القبول لیس بواجب

یعنی اس سے معلوم ہوا کہ پہلے سے قبول کرنا واجب نہیں ہے۔

لیکن واضح رہے کہ پہلے دعوت دینا کوئی واجب نہیں ہے، ورنہ اصل طریقہ یہی ہے کہ پہلے دعوت دی جائے، جب وہ قبول کرلے تو دعوت تیار کرے، خاص طور پر اس زمانے میں انتظاماً پہلے دعوت دینا ضروری ہے، یہی عرف ہے ورنہ مدعو کو سخت

ناگواری ہوتی ہے۔

## فاسق کی دعوتِ ولیمہ قبول کرنے کا حکم

اگر دعوتِ ولیمہ کرنے والا فاسق وفاجر ہوتو اس کی دعوت قبول کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے اور کیا دعوتِ ولیمہ کی شرائط میں داعی کا عادل ہونا بھی شامل ہے اور کیا اس کا فاسق ہونا دعوت قبول نہ کرنے کا شرعی عذر ہے؟اس بارے صحیح یہ ہے کہ اگر ایسا فاسق ہے کہ اس کا مال حرام ہے یعنی ناجائز اور حرام مال حاصل کرنے کی وجہ سے فاسق بنا ہے تو بالاتفاق اس کی دعوتِ ولیمہ قبول کرنا سنت یا ضروری نہیں ہے،ایسا فسق ترکِ دعوت کا عذر ہے اور اس کی وضاحت اعذار وشروط کے بیان میں آ چکی ہے اور اگر عام فسق کا مرتکب ہے اور اس کا مال حلال ہے تو صحیح یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کی دعوت قبول کرنا بھی سنت ہے،محض ایسا فسق عذر نہیں ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ دعوت قبول کرنا داعی مسلمان کا دوسروں پر حق ہے،جس طرح دوسرے دنیاوی حقوق فسق کی وجہ سے ساقط نہیں ہوتے یہ بھی ساقط نہ ہونا چاہئے،مثلاً دعوت قبول کرنے کی تاکید کے بارے دوسری قسم کی احادیث میں سے پہلی حدیث میں کئی حقوق کا بیان آیا ہے،مثلاً نمازِ جنازہ پڑھنا،جنازہ کے ساتھ جانا،اس کے سلام کا جواب دینا،چھینک کا جواب دینا وغیرہ۔

لیکن بعض نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ داعی کا فسق بھی ترکِ دعوت کا عذر ہے۔

عن عمران بن حصینؓ قال نهى رسول الله ﷺ عن اجابة طعام الفاسقين(مشكوة المصابيح۲/۲۷۹)وقال رواه البيهقى فى شعب الايمان وكذا فى مجمع البحرين فى زوائد المجمعين(۲/۱۹۳)رقم الحديث(۱۸۹۵)كتاب الوليمة والعقيقة وقال:لا يروى عن عمران الا بهذاالا سناد،تفردبه عبدالرحيم،وقال فى التعليق:اسناد ضعيف،فيه. ا.ايوب بن ابى هند: ضعيف،انظر/لسان الميزان(۱/۴۹۱).ب. ابومروان الواسطى هويحى بن ابى زكريا الفسانى: ضعيف والحديث اخرجه الطبرانى فى الا وسط(۱/۱۴۰)الحديث(۴۴۱)والكبير(۸/۳۷۶)الحديث(۳۷۶)انظرمجمع الزوائد(۴/۵۷)

وانظرايضاً:شعب الايمان للامام البيهقیؒ(۵/۲۶۸)رقم الحديث(۵۸۰۳) باب فى المطاعم والمشارب،دارالفكربيروت.

حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فاسقوں کے طعام کے قبول کرنے سے منع فرمایا ہے۔

اس حدیث میں اگر فاسقین سے مال حرام کے مالکین مراد ہوں تو حکم واضح ہے کہ یہ عذر ہے اور اگر عام فسق مراد ہو جیسا کہ مرقاۃ المفاتیح میں الفاسقین مطلقاً کی تصریح ہے تو بھی فسق عذر بنتا ہے کیونکہ شروح مشکوۃ طیبی(۶/۳۰۰)اور مرقاۃ(۶/۲۵۶)میں اس کے دو محمل بیان فرمائے ہیں۔

(۱) یہ حدیث احتیاط پر محمول ہے۔

(۲) فاسق کے لئے زجر وتنبیہ پر۔

دونوں مطالب کے مطابق ایسا فسق بھی عذر ہے۔

چنانچہ عزیز الفتاوی میں بھی ایسے فسق کو عذر قرار دیا گیا ہے، ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

اگربوجه فاسق بودن داعی از اجابت احتراز کند گنجائش است بوجه زجروتنبیه(عزیز الفتاوی ص٤٧٢)

حاصل یہ کہ داعی کا مطلقاً فسق بھی ترکِ اجابت کا عذر ہے یعنی اس کی دعوتِ ولیمہ قبول کرنا جائز ہے، رد کرنا ضروری نہیں ہے، اگر کسی نے فسق کی وجہ سے دعوت قبول نہ کی تو وہ تارکِ سنت شمار نہ ہوگا۔

## ذمی کافر اور حربی کی دعوتِ ولیمہ کا حکم

حربی کی دعوتِ ولیمہ قبول کرنا جائز نہیں ہے البتہ ذمی اور عام کافر کی دعوتِ ولیمہ قبول کرنا جائز ہے، سنت نہیں ہے جیسا کہ اعذار و شرائط کے بیان میں آچکا ہے۔

ماخذہ:اعلاء السنن(۱۱/۱۵)المغنی لا بن قدامه(۵/۷)وشرح المسلم للنووی(۱/۴۶۲)

☆ ذمی کی دعوت قبول کرنا واجب یا سنت نہیں ہے، ابن قدامہؒ نے اس کی تین وجوہ بیان فرمائی ہیں جن سے ذمی اور مسلمان کا فرق واضح ہوجاتا ہے۔

(۱) مسلمان کی دعوت قبول کرنا اس لئے واجب یا سنت ہے کہ اس میں مسلمان کا اکرام ہے۔

(۲) مسلمان کے ساتھ موالات، محبت ومودت اور بھائی چارے کی سخت تاکید ہے جبکہ ذمی کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔

(۳)ذمی کے کھانے میں حرام اور نجاست کے اختلاط کا امکان زیادہ ہے المغنی(۵/۷)۔

☆ ذمی اور عام کافر کی دعوت قبول کرنے کی بھی چند شرائط ہیں مثلاً۔

(۱)وہ اپنے گھر یا شادی ہال وغیرہ میں دعوت دے، اپنے گرجے اور عبادت کے لئے مخصوص مقامات میں دعوت نہ کھلائے، کیونکہ مسلمان کے لئے ان کے گرجوں وغیرہ میں داخلہ ممنوع ہے۔

(۲)دعوت کھلا کر مسلمانوں پر تفوق اور تعلّی ظاہر نہ کرے۔

## روایات

(۱)روی انسؓ ان یھودیادعاالنبیﷺالی خبز شعیر واھالة سنخة فاجابه،ذکره الامام احمد فی"الزھد".

اعلاء السنن(۱۱/۱۵)والمغنی لابن قدامة(۷/۵).

امام احمد بن حنبلؒ نے کتاب الزہد میں حضرت انسؓ سے نقل کیا ہے کہ ایک یہودی نے نبی علیہ السلام کو جو کی روٹی اور پرانے، گلے سڑے زیتون (سالن، چربی) کی دعوت دی تو نبی علیہ السلام نے قبول فرمائی۔

اس حدیث سے دو امور معلوم ہوئے۔

(۱)غیر مسلم کی دعوت قبول کرنا جائز ہے۔

(۲)معمولی دعوت بھی قبول کرنا چاہئے۔

(۲)عن نافع عن اسلم مولی عمرؓقال:لماقدمنا مع عمربن الخطابؓ الشام اتاه الدھقان قال:یاامیرالمومنین انی قدصنعت لک

طعاماًفاحب ان تاتینی باشرافِ من معک،فانه اقوی لی فی عملی واشرف لی قال:انالا نستطیع ان ندخل کنائسکم هذه مع الصوراللتی فیها. الادب المفرد للبخاری(ص۳۳۳)باب دعوةالذمی،وقال مخرجه:ضعیف/فیه عنعنةابن اسحاق وهومدلس.

حضرت عمرؓ کے آزاد کردہ غلام اسلمؒ سے روایت ہے کہ جب ہم حضرت عمرؓ کے ساتھ ملک شام آئے تو آپ کے پاس ایک دہقان آیا اور کہا کہ اے امیر المومنین میں نے آپ کے لئے کھانا تیار کیا ہے،میری خواہش ہے کہ آپ اپنے اشراف سمیت شریک ہوں کیونکہ یہ میرے لئے میرے کام میں قوت کا ذریعہ اورمیرے لئے باعثِ شرف ہے،حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہمیں تمہارے ان کنیسوں میں داخل ہونے کی اجازت نہیں جن میں تصاویر آویزاں ہیں۔

(۳)فی السنن الکبری للبیهقی(۷ /۲٦۸)کتاب الصداق،باب المدعو یری فی الموضع الذی یدعی فیه صوراًمنصوبة ذات ارواح فلایدخل.عن نافع عن اسلم مولیٰ عمران عمربن الخطابؓ حین قدم الشام فصنع له رجل من النصاری طعاماًفقال لعمرؓ:احب ان تجیئنی وتکرمنی انت واصحابک وهورجل من عظماء الشام فقال له عمرؓ:انالاندخل کنائسکم من اجل الصور اللتی فیها یعنی التماثیل.

حضرت عمرؓ کے آزاد کردہ غلام اسلمؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ جب شام آئے تو نصاری میں سے ایک شخص نے آپ کی دعوت کی اور کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ اور آپ کے ساتھی میرے ہاں آکر مجھے عزت بخشیں،وہ شخص شام کے

سرداروں میں سے تھا،حضرت عمرؓ نے اسے فرمایا کہ ہم تمہارے کنیسوں میں داخل نہیں ہوسکتے کیونکہ ان میں تصویریں اور مورتیاں ہیں۔

☆اس روایت سے معلوم ہوا کہ ذمی کی دعوت قبول کرنا اصلاً جائز ہے البتہ ان کے گرجوں اور کنسیاؤں میں داخلہ ممنوع ہے خاص طور پر جبکہ ان میں تصاویر بھی لگی ہوں۔

## روزہ دار ہونا عذر نہیں

روزہ دار ہونا دعوتِ ولیمہ ترک کرنے کا شرعی عذر نہیں ہے،لہذا اگر کسی نے دعوتِ ولیمہ محض اس وجہ سے قبول نہ کی کہ اس نے روزہ رکھا ہے تو وہ سنت کا تارک شمار ہوگا اور اس مسئلہ کی تفصیل یہ ہے کہ اگر مدعو روزہ سے ہو تو داعی کو بتا دے کہ میں روزہ سے ہوں لہذا میری معذرت قبول فرمائیں،اگر وہ معذرت قبول کرلے تو درست ہے،عذر متحقق ہوگیا،اب اس پر شرکت ضروری نہیں ہے۔اور اگر وہ معذرت قبول نہ کرے،شرکت پر مصر ہو تو اس کی دعوت قبول کرنا اور ولیمہ میں شرکت کرنا بدستور سنت ہے لہذا شرکت کرے۔محض شرکت کے بھی فوائد ہیں جن کا ذکر آگے آرہا ہے پھر اس پر اتفاق ہے کہ روزہ دار پر دعوتِ ولیمہ کا کھانا کھانا ضروری نہیں ہے،پھر کھانے سے بچنا ضروری ہے یا کھانے کی اجازت ہے؟ اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر فرض یا واجب روزہ رکھا ہو تو دعوتِ ولیمہ کھانا جائز نہیں ہے کیونکہ دعوت فرض وواجب کے چھوڑنے کا ہرگز عذر نہیں ہے اور اگر نفلی روزہ ہو اور داعی کو اس کا نہ کھانا ناگوار نہ گزرے تو یہ عذر نہیں،لہذا روزہ نہ توڑے اور اگر داعی کو اس کا نہ کھانا ناگوار گزرے تو یہ عذر ہے،ایسی صورت میں روزہ توڑدے بشرطیکہ اس کو اپنے آپ پر

بھروسہ ہو کہ بعد میں قضاء کر لے گا،اوراگر بعد میں قضاء کرنے کا اعتماد نہ ہوتو توڑنا درست نہیں ہے۔

ردالمحتار(۲/۴۲۹) کتاب الصوم،ایچ ایم سعیدوشرح المسلم للنووی(۱/۴۶۲).

ہمارے ہاں نفل روزہ افطار کرنا کسی صورت میں افضل نہیں ہے،صرف جائز ہے۔اور جب کھانانہ کھائے تو سب کو بتا دے کہ میں روزہ سے ہوں تا کہ لوگ اسے معذور سمجھیں۔

## ایک اور وجہ

پہلے زمانہ میں وقت مقررہ پر دعوت دینے کارواج تھا یعنی جب دعوت تیار ہوتی تولوگوں کو بلالیا جاتا تھا، پہلے سے دعوت نہ ہوتی تھی،اس کے باوجودروزہ کوترکِ دعوت کاعذر نہیں قراردیا گیا،اب مقررہ تاریخ سے کافی پہلے دعوت نامے تقسیم ہوجاتے ہیں اورولیمہ کے دن کی تعیین ہوجاتی ہے لہذااس کے باوجوددعوت کے دن روزہ سے ہونا کسی طرح سے عذر نہیں بن سکتا بلکہ اس دن روزہ رکھنا خواہ نفل ہو یاقضاء خلافِ مروت ہے۔

(۱)عن ابی ہریرۃؓقال قال رسول اللہ ﷺاذادعی احدکم فلیجب فان کان صائمافلیصل وان کان مفطرا فلیطعم.

صحیح المسلم(۱/۴۶۲)

حضرت ابو ہریرۃؓفرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے ارشادفرمایا کہ جب تم میں سے کسی ایک کو دعوت دی جائے تو قبول کرلے پھر اگر روزہ دار ہوتو دعا کرے اور

اگر روزہ دار نہ ہو تو تناول فرمائے۔

☆اس سے معلوم ہوا کہ روزہ دار ہونا عذر نہیں، اگر عذر ہوتا تو نبی علیہ السلام دعوت قبول کرنے کا حکم اور اس کے بعد محض دعا کا امر نہ فرماتے۔

(۲)عن نافع قال سمعت عبداللّٰہ بن عمرؓیقول:قال رسول اللّٰہ ﷺاجیبوا ھذہ الدعوۃ اذادعیتم لھاقال وکان عبداللّٰہ یأتی الدعوۃ فی العرس وغیرالعرس ویأتیھاوھوصائم.

ایضاً(۱/۴۶۲)وصحیح البخاری(۲/۷۷۷)

عبداللہ بن عمرؓفرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کو اس دعوت (ولیمہ) کی طرف بلایا جائے تو قبول کرو، حضرت نافعؒ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ ولیمہ اور غیر ولیمہ سب دعوتوں میں آتے اس حال میں کہ آپ روزہ سے ہوتے۔

امام نوویؒ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

فیه ان الصوم لیس بعذرفی الاجابة.شرح المسلم(۱/۴۶۲)

یعنی اس روایت سے معلوم ہوا کہ روزہ ترکِ اجابت کے لئے شرعی عذر نہیں ہے۔

حافظ عسقلانیؒ لکھتے ہیں:

ویؤخذمن فعل ابن عمرؓان الصوم لیس عذرافی ترک الاجابة ولاسیما مع ورودالامر للصائم بالحضوروالدعاء.فتح الباری(۹/۳۰۸)

ابن عمرؓ کے عمل سے ماخوذ ہوتا ہے کہ روزہ ترک دعوت کا عذر نہیں، خاص

طور پر جب کہ حدیث میں روزہ دار کو حاضر ہو کر دعا کرنے کا حکم بھی آیا ہے۔

(۳)عن نافع عن ابن عمرؓ انه كان اذا دعى الى وليمة عرس اجاب صائماكان اومفطرافان كان صائمادعاوبرك وان كان مفطرااكل.

السنن الكبرى للبيهقي(۷/۲۶۳)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو جب شادی کے ولیمہ کی دعوت دی جاتی تو آپ قبول فرماتے پھر اگر روزہ دار ہوتے تو برکت کی دعا کرتے اور اگر روزہ دار نہ ہوتے تو کھانا کھاتے۔

(۴)عن محمدبن سيرين ان اباه دعا نفرامن اصحاب النبي ﷺفاتوه فيهم ابى بن كعبؓاحسبه قال فبارك وانصرف،قال الشيخ ؒ:وقدروينافيماتقدم انه كان صائمافصلى،يقول:دعابالبركة ثم خرج.

ايضاً(۷/۲۶۳)

محمد بن سیرینؒ کہتے ہیں کہ ان کے والد سیرینؒ نے نبی علیہ السلام کے کچھ صحابہ کو دعوت دی،آنے والوں میں ابی بن کعبؓ بھی تھے چونکہ وہ روزہ سے تھے اس لئے برکت کی دعا کر کے چلے گئے۔

(۵)عن جابرؓقال قال رسول اللهﷺ من دعى الى طعام وهو صائم فليجب فان شاء طعم وان شاء ترك.

سنن ابن ماجة(ص۱۲۵)كتاب الصوم،باب من دعى الى طعام وهو صائم.

حضرت جابرؓ سے روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جس کو کھانے کی

دعوت دی جائے،اس حال میں کہ وہ روزہ دارہو تو قبول کرلے پھر اگرچاہے تو کھائے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے۔

(٦)عن ابی هریرةؓ یبلغ به النبی ﷺ اذادعی احدکم الی طعام وهو صائم فلیقل انی صائم.

مسنداحمد(٣/٣٥)رقم الحدیث(٧٣٠٨)سنن ابن ماجة (ص١٢٥)کتاب الصوم،باب من دعی الی طعام وهوصائم.صحیح المسلم(١/٣٦٣)کتاب الصوم،باب ندب الصیام اذادعی الخ وابو داؤد(١/٣٥٥)کتاب الصیام،باب فی الصائم یدعی الی ولیمة،وجمع الفوائد(٢/٥٨٣)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی ایک کو کھانے کی دعوت دی جائے اس حال میں کہ وہ روزہ دار ہو تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔

اس حدیث میں ''فلیقل انی صائم'' کے الفاظ ہیں اور گزشتہ احادیث میں مطلق قبول کرنے کا حکم ہے،ملا علی قاریؒ مرقاة المفاتیح میں دونوں قسم کی احادیث میں تطبیق دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

والجمع بین الحدیثین انه یعتذراولاًفان ابی فلیحضرولیدع له بالبرکة(٦/٢٥٣)

یعنی پہلے تو عذر پیش کردے کہ میں روزہ دارہوں،اگروہ معذرت قبول کرے تو بہتر ہے اور اگر قبول نہ کرے تو دعوت میں حاضر ہوجائے اور اس کے لئے

برکت کی دعا کردے۔

(۶)وقداخرج الطیالسی والطبرانی فی الاوسط عن ابی سعیدؓقال دعارجل الی طعام فقال رجل انی صائم فقال النبیﷺدعا کم اخوکم وتکلف لکم افطروصُم یوماًمکانه ان شئت،فی اسناده راوضعیف لکنه توبع.فتح الملهم(۳/۵۰۰)

مسندابوداؤد طیالسی اور المعجم الاوسط للطبرانی میں ابو سعید خدریؓ کی روایت ہے کہ ایک شخص نے کھانے کی دعوت دی تو ایک شخص نے کہامیں روزہ دار ہوں تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے بھائی نے تمہیں دعوت دی اور تمہارے لئے تکلف کیا ہے لہذا اگر چاہو تو روزہ افطار کرلو اور اس کی جگہ ایک دن روزہ رکھ لو۔

## شرکت کافی ہے کھانا ضروری نہیں

مسئلہ یہ ہے کہ جب دعوت قبول کر کے شرکت کرلی تو داعی کا حق اجابت ادا ہو گیا،وہاں کھانا ضروری نہیں ہے،خواہ روزہ سے نہ ہو کیونکہ کھانے کا مدار اپنی طبیعت پر ہے،بعض اوقات کھانے کو دل نہیں چاہتا یا پرہیز ہوتا ہے اور اگر داعی اصرار کرے تو کچھ کھالے،اتنا ہی کافی ہے۔احادیث وآثار سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ محض شرکت کافی ہے،کھانا ضروری نہیں۔

(۱)عن جابرؓقال قال رسول اللهﷺاذادعی احدکم الی طعام فلیجب فان شاء طعم وان شاء ترک.

صحیح المسلم(۱/۴۶۲)باب الامرباجابة الداعی الی دعوة.

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے

کسی کو کھانے کی دعوت دی جائے تو قبول کرے پھر اگر چاہے تو کھالے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے۔

(۲)عن ابن عمرؓقال قال رسول اللہ ﷺ: اذا دعی احدکم الی الولیمۃ فلیجب،قال ابومحمد:ینبغی ان یجیب ولیس الاکل علیہ بواجب.سنن الدارمی(۲/۱۹۲)باب فی اجابۃ الولیمۃ.

حضرت عبداللہ بن عمرؓفرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی ایک کو ولیمہ کی دعوت دی جائے تو قبول کرے۔ابو محمد(امام دارمیؒ) فرماتے ہیں کہ قبول کرنا واجب ہے،اس پر کھانا واجب نہیں ہے۔

## تعارض اوراس کا جواب

مذکورہ روایات سے معلوم ہوا کہ کھانا ضروری نہیں بالخصوص حدیث جابرؓ میں اس کی تصریح ہے لیکن دوسری احادیث میں اس بات کی بھی تصریح ہے کہ اگر مدعو روزہ دار نہ ہو تو کھانا کھائے۔

عن ابی ھریرۃؓقال قال رسول اللہ ﷺاذادعی احدکم فلیجب فان کان صائمافلیصل وان کان مضطرافلیأکل.

صحیح المسلم(۱ /۴۶۲)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی ایک کو دعوت دی جائے تو قبول کرے پس اگر وہ روزہ دار ہو تو دعا کرے اور اگر مفطر ہو(روزہ دار نہ ہو)تو کھانا کھالے۔

اس حدیث میں کھانا کھانے کا حکم ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بعض حضرات کے ہاں شرکت کے بعد کھانا کھانا بھی واجب ہے، ان حضرات نے اس روایت سے استدلال کیا ہے اور پہلی قسم کی روایات کو صائم (روزہ دار) پر محمول کیا ہے۔ جبکہ صحیح یہ ہے کہ کھاناواجب نہیں ہے، اور دوسری قسم کی روایات کا جواب یہ ہے کہ ان میں امر استحباب کے لئے ہے، وجوب کے لئے نہیں۔ پھر جن حضرات کے ہاں کھاناواجب ہے یا جن حضرات کے ہاں واجب نہیں لیکن داعی کھانے پر اصرار کرے اور نہ کھانے کی صورت میں ناراض ہوتا ہو تو مدعو کا ایک لقمہ بھی کھالینا کافی ہے، اس سے زیادہ کھانا ضروری نہیں ہے، اس کی تین وجوہ ہیں۔

(۱) بعض اوقات آدمی کی طبیعت کھانے کی طرف مائل نہیں ہوتی، لہذا اسے مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

(۲) ایک لقمہ کھانے والا بھی شرعاً اور عرفاً آکل یعنی کھانے والا شمار ہوتا ہے چنانچہ اگر کسی نے قسم اٹھائی کہ میں کھانا نہیں کھاؤں گا پھر ایک لقمہ کھالے تو حانث ہوجاتا ہے۔

(۳) بعض اوقات داعی کا خیال ہوتا ہے کہ مدعو شاید اس لئے نہیں کھا رہا کہ اس کو کھانے کے بارے شبہ ہے، جب ایک لقمہ کھالے تو یہ شبہ زائل ہو جائیگا۔

شرح المسلم للنووی (۱/ ۴۶۲)

## فلیُصَلّ کا معنیٰ

اگر مدعو روزہ دار ہے یا ویسے کھانا نہ کھانا چاہے تو گزشتہ احادیث نیز دوسری روایات میں اس کو کہا گیا ہے فلیصل یعنی اس کو صلوۃ کا حکم ہے، اس کے معنیٰ میں

دوقول ہیں۔

(۱) جمہور کے ہاں اس کا معنیٰ داعی کے لئے مغفرت اور برکت کی دعا کرنا ہے کیونکہ صلوۃ کا اصل معنیٰ دعا ہی ہے، قرآن کریم میں ہے:

خذمن اموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم بهاوصل عليهم.(التوبة ۹:۱۰۳) اس میں ''صَلِّ'' سے یہی لغوی معنیٰ مراد ہے۔

(۲) بعض کے ہاں ''فليصل'' سے نماز مراد ہے یعنی وہاں نفل نماز پڑھ لے تاکہ اس کو نماز کا ثواب اور فضیلت مل جائے اور داعی اور دوسرے حاضرین کو برکت نصیب ہوجائے۔ شرح المسلم للنووی(۴۶۲/۱) وفتح الباری(۳۰۷/۹)

## شرکتِ محضہ کے فوائد

اگر داعی روزہ دار کا عذر قبول نہ کرے تو روزہ دار دعوت ولیمہ میں شرکت کریگا، خواہ کھانا نہ کھائے، اس شرکت میں بھی بہت سے فوائد ہیں، اس لئے شریعت نے اس کا حکم دیا ہے، چند فوائد یہ ہیں۔

(۱) يدعوله بالبركة. وہاں جاکر برکت کی دعا کرے، چنانچہ حضرت مغیرہؓ کے غلام نے حضرت عثمانؓ کو دعوت دی، آپ نے روزہ ہونے کے باوجود قبول فرمائی اور فرمایا: انی صائم ولكنني احببت ان اجيب الداعی فادعو بالبركة۔

المغنی(۵/۷)

یعنی میں روزہ سے ہوں لیکن میں چاہتا تھا کہ داعی کی دعوت قبول کروں اور اس کے لئے برکت کی دعا کروں۔

(۲) روزے کا ہر شخص کو علم نہیں ہوسکتا، اس لئے حاضر نہ ہونے میں داعی کو

تشویش ہوسکتی ہے کہ شاید روزہ نہ رکھا ہو، ویسے بہانہ بنایا ہو۔اگر حاضر ہوجائے اور کھانا نہ کھائے تو یہ خیال ختم ہو جائے گا۔

(۳)التجمل به یعنی داعی اس سے لطف ومہربانی کی باتیں کرکے مستفید ہوسکتا ہے۔

(۴)الانتفاع باشارته یعنی اس کا کوئی نہ کوئی مشورہ کام آسکتا ہے۔

(۵)الصيانة عمالايحصل له الصيانةلولم يحضر یعنی شاید داعی اس کے حاضر ہونے کی صورت میں کسی ناگوار بات سے بچ جائے جو اس کے حاضر نہ ہونے کی صورت میں پیش آسکتی ہے۔

(۶)دوسرے مدعووین اس کی صحبت سے فائدہ اٹھاسکتے ہیں۔

فتح الباری(۹/۳۰۸)شرح المسلم للنووی(۱/۴۶۲)

(۷)فيه ادخال السرورفی قلب المؤمن.

اوجز المسالک(۹/۴۳۶)

یعنی اس سے مسلمان کا دل خوش ہوتا ہے۔

(۸)داعی کی دعوت کا مجمع زیادہ ہوگااوراس طرح اس کی حوصلہ افزائی ہوگی۔

(۹)مختلف دوست احباب اور دوسرے لوگوں سے ملاقات ہوگی۔

(۱۰)لوگوں کے حالات سے واقفیت حاصل ہوگی مثلاً اگر کوئی حاجت مند ہے تو اس کی حاجت روائی کا احساس پیدا ہوگا۔

(۱۱)بیمار کی بیمار پرسی ہوسکتی ہے۔

# سب سے برا کھانا

سب سے براکھاناوہ ولیمہ ہے جس میں اغنیاء کو دعوت دی جائے اورفقراء کو نہ دی جائے،احادیث وروایات میں اس کی سخت مذمت آئی ہے۔

(۱)عن ابی هريرةؓ انه كان يقول:شرالطعام طعام الوليمة يدعى لهاالاغنياء ويترک الفقراء ومن ترک الدعوة فقد عصى اللّٰه ورسوله.

حضرت ابوہریرہؓفرماتے تھے کہ کھانوں میں سب سے برا کھانااس ولیمہ کا کھاناہے کہ جس کی طرف اغنیاء کوبلایا جائے اورفقراء کو چھوڑ دیاجائے اور جس نے دعوت چھوڑ دی (قبول نہ کی)تواس نے اللہ اوراس کے رسول کی نافرمانی کی۔

رواه البخاری فی صحيحه(۲/۷۷۸)كتاب النكاح،باب من ترک الدعوة الخ موقوفاً.

والامام مسلم رحمه الله فی صحيحه(۱/۴۶۲)بالاسانيدالاربعة موقوفاًومرفوعاً.

وابوداؤدفی السنن(۲/۱۶۹)موقوفاً

وابن ماجة فی سننه(ص۱۳۷)موقوفاً

ومالک فی موطاه(ص۱۹۸)محمدفی موطاه(۳۷۶)والبيهقی فی السنن الكبرى له(۷/۲۶۱)موقوفاًعلى ابی هريرةؓ ومرفوعاً.

والامام الدارمی رحمه الله فی السنن له(۲/۱۴۳)كتاب الاطعمة،باب فی الوليمة،رقم الحديث(۲۰۶۶)موقوفاً .

(۲)عن ابی هريرةؓ عن النبی ﷺقال:شرالطعام طعام الوليمة

**يمنعهامن يأتيهاويدعى لهامن يأبهاومن لم يجب الدعوة فقدعصى الله عزوجل ورسوله.**

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے نبی علیہ السلام نے ارشادفرمایاکھانوں میں بدترکھاناولیمہ کاوہ کھاناہے جواس کی طرف آئے تواس کوروکاجائے اورجواس سے انکارکرے تواس کواس کی دعوت دی جائے اورجوشخص دعوت قبول نہ کرے تواس نے بلاشبہ اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کی نافرمانی کی۔

**رواه مسلم في صحيحه(۱/۴۶۳)مرفوعاًوكذاالبيهقي في السنن الكبرى له(۷/۲۶۱،۲۶۲)**

امام نوویؒ شرح مسلم(۱/۴۶۲) میں لکھتے ہیں:

**ذكره مسلم موقوفاًعلى ابي هريرة ومرفوعاًالى رسول الله ﷺوقد سبق ان الحديث اذا روى موقوفا ومرفوعاًحكم برفعه على المذهب الصحيح لانهازيادة ثقة ومعنى هذاالحديث الاخباربمايقع من الناس بعده ﷺمن مراعاة الاغنياء في الولائم ونحوهاوتخصيصهم بالدعوة وايثارهم بطيب الطعام ورفع مجالسهم وتقد يمهم وغيرذلك مماهوالغالب في الولائم،وكذافي فتح الملهم(۳/۵۰۰)**

یعنی یہ حدیث مرفوع اور موقوف دونوں طرح مروی ہے لیکن اصول یہ ہے کہ جب حدیث مرفوع اور موقوف دونوں طرح مروی ہوتواس پر صحیح مذہب کے مطابق مرفوع ہونے کا حکم لگتا ہے کیونکہ یہ ثقہ کی زیادتی ہوتی ہے اوراس حدیث میں نبی علیہ السلام نے اپنے بعد کے لوگوں کے بارے خبر دی ہے کہ وہ ولیمہ وغیرہ

دعوتوں میں اغنیاء کی رعایت کریں گے اور ان کو خصوصی طور پر دعوت دیں گے اور ان کو اچھے کھانوں، بلند نشستگاہوں اور مقدم کرنے میں غریبوں پر ترجیح دیں گے۔

(۳)عن ابن عباسؓ بئس الطعام طعام الوليمة يدعى اليه الشبعان ويحبس عنه الجيعان.

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ سب سے برا کھانا ولیمہ کاوہ کھانا ہے کہ جس کی طرف سیر لوگوں کو بلایا جائے اور بھوکوں (حاجت مندوں) کو اس سے روکا جائے۔

رواه الامام الطبرانی،عمدة القاری(۱۳۴/۱۴)وفتح الباری (۳۰۵/۹)ومجمع البحرين عن زوائد المجمين(۱۹۲/۲)كتاب الوليمة والعقيقة،باب فی الطعام يدعى اليه الشبعان ويحبس عنه الجيعان رقم الحديث(۱۸۹۳)

وقال لم يروه عن قتادة الا عمران ولاعنه الاسعيد،تفردبه عبد القدوس،وفی التعليق:اسناده ضعيف،فيه عمران القطان:صدوق يهم.

والحديث اخرجه الامام الطبرانی رحمه الله تعالى فی الاوسط(۲۰۳.۲۰۲۶)الحديث(۲۱۹۰)والكبير(۷۵/۱۲)

الحديث(۲۱۷۵۴)والبزار(۷۵/۲)مع كشف الاستاروكذافی كنزالعمال(۱۳۰/۱۶)برمز طب عن ابن عباسؓ،كتاب النكاح رقم الحديث(۴۴۶۲۰)

(۴)عن ابن مسعودؓ انه قال:نهينا ان نجيب دعوة من يدعوالاغنياء

**ویترک الفقراء. عمدة القاری(۱۴/۱۳۴)**

عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں اس آدمی کی دعوت قبول کرنے سے منع کیا گیا ہے جو اغنیاء کو دعوت دے اور فقراء کو نہ دے۔

**(۵)روی عن ابی ہریرۃؓ انه کان یقول:انتم العاصون فی الدعوة تدعون من لا یأتی وتَدَعون من یأتیکم. عمدة القاری(۱۴/۱۳۴)**

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے تھے کہ تم دعوت کے سلسلے میں گنہگار ہو کہ جو نہیں آتا، اس کو دعوت دیتے ہو اور جو آتا ہے اس کو چھوڑتے ہو۔

☆ نہ آنے والوں سے مراد اغنیاء اور آنے والوں سے مراد فقراء ہیں۔

**فتح الملہم(۳/۵۰۱)**

**(۶)قال ابن حبیب:ومن فارق السنة فی ولیمة فلادعوۃ له ولا معصیة فی ترک اجابته. (عمدة القاری ایضاً)**

ابن حبیبؒ کہتے ہیں کہ جس نے ولیمہ کے بارے سنت سے تجاوز کیا (اغنیاء کو بلایا اور فقراء کو چھوڑ دیا) تو اس کی دعوت کی کوئی حیثیت نہیں اور اس کی دعوت قبول نہ کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔

**(۷) کیف بالولیمة یدعون الشبعان ویطردون الغَرثان ویدعون.**

**کنزالعمال(۱۶/۱۳۰)عن الدارقطنی فی الافرادعن ابی ذر،رقم الحدیث(۴۴۶۱۷)**

ابو ذر غفاریؓ سے روایت ہے اس ولیمہ کی کیا حقیقت ہے کہ جس میں سیر لوگوں کو بلایا جائے اور بھوکوں کو دھتکارا جائے حالانکہ ان کو بلانا چاہئے۔

(۸) امام طیبیؒ فرماتے ہیں:

**اللام فی الولیمة للعهدالخارجی اذکان من عادةالجاهلیة ان یدعواالاغنیاء ویترکوا الفقراء .فتح الملهم(۳ / ۵۰۱)**

یعنی ولیمہ میں اغنیاء کوبلانااور فقراء کو چھوڑنا جاہلیت والوں کی عادت رہی ہے۔

## بٹھلانے میں فرق

دعوتِ ولیمہ میں فقراء ومساکین اوراغنیاء کو اکھٹے بٹھا کر کھانا کھلاناچاہئے البتہ اگر فقراء کی ظاہری ہیئت ایسی ہو کہ اغنیاء کے ساتھ بیٹھنے سے ان کو واقعی تکلیف ہوتی ہو تو فقراء ومساکین کو علیحدہ بٹھاناجائز ہے،البتہ نشستیں برابرہوناضروری ہے ،اغنیاء کی نشست اونچی جگہ بنانااور فقراء ومساکین کی نیچے بنانادرست نہیں ہے۔

**شرح النووی علی صحیح المسلم(۱ / ۴۶۲)**

**☆وقد دعاابن عمرؓفی دعوته الاغنیاء والفقراء فجاء ت قریش والمساکین معهم،فقال ابن عمرؓللمساکین:هٰهنااجلسواولاتفسدوا علیهم ثیابهم فاناسنطعمکم ممایاکلون.عمدة القاری(۱۴ / ۱۳۴)**

حضرت ابن عمرؓنے اپنی دعوت میں اغنیاء اور فقراء کوبلایاتو قریش آئے اوران کے ساتھ مساکین بھی تھے،ابن عمرؓنے مساکین سے فرمایاکہ تم یہاں بیٹھ جاؤ،ان پران کے کپڑے خراب نہ کرو،ہم تم کووہی کھاناکھلائیں گے جوان کوکھلائیں گے۔

**☆قال ابن بطال:واذا میز الداعی بین الاغنیاء والفقراء فاطعم**

کلاعلی حدة لم یکن به باس وقدفعله ابن عمرؓ. فتح الملهم(۳ / ۵۰۰)

ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ اگر داعی فقراء اور اغنیاء کو علیحدہ علیحدہ بٹھا کر کھانا کھلا دے تو اس میں کوئی حرج نہیں حضرت ابن عمرؓ نے ایسا کیا ہے۔

## کھانے میں فرق

اس کی دوصورتیں ہیں۔

(۱) گزشتہ مسئلہ کی رو سے فقراء ومساکین کو علیحدہ علیحدہ دستر خوانوں پر بٹھایا ہو تو پھر کھانے میں فرق کرنے کی گنجائش ہے البتہ بہتر پھر بھی نہیں۔

(۲) ایک ہی دستر خوان پر بیٹھے ہوں تو فرق کرنا درست نہیں ہے، یہ مروت کے خلاف ہے۔

کفایت المفتی (۱۵۵/۵) میں ہے۔

اپنے اعزہ اور دوستوں یا سمدھیوں کو عمدہ اور بڑھیا اور مختلف اقسام کے کھانے کھلانا اور عام مسلمانوں کو ایک کھلانا اور وہ بھی معمولی قسم کا کھانا، کرم اور مروت کے خلاف ہے بالخصوص ایک مقام پر ایک دوسرے کے مقابلے میں ایسا فرق کرنا تو بہت ہی نازیبا ہے اور اگر بہ نیت تحقیر عام مہمانوں کے ساتھ ایسا کیا جائے تو حرام ہے۔

## غنی کو ترجیح دینا جاہلیت کا عمل: عبرتناک مثال

دعوتِ ولیمہ وغیرہ میں اغنیاء کو فقراء پر ترجیح دینا زمانہ جاہلیت کا عمل ہے، اس بارے ایک عبرت ناک مثال ملاحظہ فرمائیں۔

عن ابن عباسؓقال:قال رسول اللّٰہ ﷺ: لا تفتخروا بآبائکم الذین ماتوافی الجاهلیة(تفتخرون بهم؟)الا ابنکم مثل ابا ئکم الذین ماتوافی الجاهلیة،کمثل ملک بنی قصراًعلی قارعة الطریق،واتخذ فیه طعاماً،ووکل به رجالا،فقال:لا یمراحدالااصاب من طعامی هذا،وکان اذامرّالرجل فی شارة حسنة وثیاب حسنة،ذهبوااليه،فتعلقوابه وجاؤا به،حتی یأکل من ذلک الطعام،واذاجاء رجل فی شارة سیٔةوثیاب رثة،منعوه،فلماطال ذلک،بعث اللّٰہ ملکامن الملئکة فی شارة سیٔة،وثیاب رثة فمربجنباتهم فقامواالیه،فدفعوه..........،فقال لهم:انی جائع،وانمایصنع الطعام للجائع فقالوا:لا،ان طعام الملک لا یأکله الاالابرار،فدفعوه،فانطلق،فجاء فی صورة حسنة وثیاب حسنة،فمرکانه لا یریدهم بعیدا منهم،فذهبواالیه،فتعلقوا به،فقالوا:تعال:فاصب من طعام الملک قال:لا اریده،قالوا:لایدعک الملک.ان بلغه ان مثلک مرّولم یصب من طعامهشق علیه.................وخشیناان تصیبنا من عقوبة،فاکرهوه،فادخلوه،حتی جاؤابه الی الطعام،فقربوا الیه الطعام،فقال بثیابه هکذافی الطعام،فقالوا:ماتصنع؟قال:انی جئتکم فی شارة سیٔة،وثیاب رثة،فاخبرتکم انی جائع،فمنعتمونی،وانی جئتکم فی شارة حسنة وثیاب حسنة فاکرهتمونی،وغلبتمونی،وابتیم ان تدعونی،فقبحکم اللّٰہ،وقبح ملککم،انمایصنع ملککم هذاالطعام للدنیا وانه لیس له عنداللّٰہ خلاق،قال:فارتفع الملک ونزل علیهم العذاب،لم یروه بهذاالکلام عن

ایوب الاسلیمان،تفردبه شیبان،وروی الکلام الاول:"لاتفتخروا بأبائكم"هشام الاستوائی والحسن بن ابی جعفر الجفری.

مجمع الزوائد(۲/۱۹۳)کتاب الولیمة والعقیقة،باب فی ا لطعام یدعی الیه الشبعان ویحبس عنه الجیعان،رقم الحدیث(۱۸۹۴)وقال محمد حسن محمد حسن اسماعیل الشافعی فی التعلیق علیه:اسناده ضعیف جداً فیه سلیمان القافلانی:متروک والحدیث اخرجه الطبرانی فی الاوسط(۷/۱۴۲.۱۴۳)الحدیث(۷۰۱۷)انظرمجمع الزوائد(۴/۵۷)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زمانہ جاہلیت میں فوت ہونے والے اپنے آباء واجداد پر فخر نہ کرو،کیا تم ان پر فخر کرتے ہو؟سن لو،زمانہ جاہلیت میں فوت ہونے والے آباء واجداد کی مثال اس بادشاہ کی طرح ہے جس نے ایک شاہراہ پر محل بنایا اوراس میں کھانے کا انتظام کرکے کچھ لوگوں کو اس کا وکیل بنادیااور کہا کہ اس راستہ پر جو شخص بھی گزرے وہ میری دعوت سے ضرور کچھ کھائے اور ان لوگوں کا طریقہ کار یہ ہوا کہ اگر وہاں سے عمدہ لباس والااچھی ہیئت کامالک شخص گزرتاتووہ اس کے پاس جاکراس سے چمٹ جاتے اور اسے ساتھ لے آتے تاکہ وہ کھانا کھائے اور اگر پرانے پھٹے کپڑوں والابری ہیئت والاشخص آتاتواسے منع کردیتے،جب ان کے اس طرزعمل پر کافی وقت گزرا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ پراگندہ ہیئت اور پھٹے پرانے لباس میں بھیجا،وہ ان کے پہلوؤں کے قریب سے گزرنے لگا تو انہوں نے واپس دھکیل دیاتو

فرشتے نے ان سے کہا کہ میں بھوکا ہوں اور کھانا تیار کرنے کا مقصد بھوکے کو کھلانا ہوتا ہے لہذا مجھے کھانا دیدو، انہوں نے کہا کہ بادشاہ کا کھانا صرف اشرف افراد اور بڑے لوگ کھا سکتے ہیں۔لہذا اس کو واپس کر دیا، چنانچہ فرشتہ چلا گیا پھر وہ اچھے لباس میں، اچھی صورت بنا کر آیا اور ان سے دور سے یوں گزرنا چاہا جیسے اس کا یہاں آنے کا بالکل ارادہ نہ ہو۔وہ لوگ اس کے پاس گئے اور اس سے چمٹ گئے، اور کہا کہ آؤ اور بادشاہ کا کھانا کھاؤ۔اس نے کہا میں نہیں کھاتا، انہوں نے کہا کہ اگر بادشاہ کو یہ خبر پہنچی کہ آپ جیسا شخص یہاں سے کھانا کھائے بغیر گزر رہا ہے تو اس پر گراں گزرے گا اور اندیشہ ہے کہ وہ ہم کو سزا دے لہذا اس کو مجبور کر دیا، چنانچہ اس کو لے آئے اور کھانا اس کے قریب کیا تو اس نے اپنے کپڑے کھانے کے قریب کئے کہ یہ کھائیں گے، انہوں نے پوچھا یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ اس نے کہا کہ میں تمہارے پاس بری حالت اور پرانے کپڑوں میں آیا اور تمہیں بتایا کہ میں بھوکا ہوں تم نے مجھے روک دیا اور جب میں اچھی ہیئت اور عمدہ کپڑوں میں آیا تو تم نے مجھے مجبور کیا اور مجھ پر غالب آگئے، اور کھانا کھانے پر اصرار کرتے رہے، اللہ تعالیٰ تمہارا بھی برا کرے اور تمہارے بادشاہ کا بھی، تمہارا بادشاہ دنیا کے لئے کھانا بناتا اور دیتا ہے لہذا اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا کوئی حصہ نہیں، نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ پھر فرشتہ چلا گیا اور ان سب پر عذاب نازل ہوا۔

## چند مسائل

مسئلہ(۱) صرف اغنیاء کو جو دعوت دینا بری بات ہے اور ایسی دعوت قبول کرنا جو سنت نہیں، یہ اس وقت ہے کہ اغنیاء کو ان کے غناء اور مالداری کی وجہ سے

بلایا جائے، اگر غنا مدنظر نہ ہو بلکہ کسی اور وجہ سے صرف اغنیاء کو دعوت دی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے مثلاً اس کے دوست احباب، اہلِ حرفت، رشتہ دار اور پڑوسی ہیں ہی اغنیاء، ان میں فقراء نہیں ہیں تو ایسی صورت میں ان اغنیاء ہی کو دعوت دینے میں کوئی حرج نہیں، ایسی دعوت قبول کرنا بھی ضروری ہے۔

**حررته من قبل نفسی ثم رأیت مایوافقه فللّٰه الحمد،انظر حاشیة الباجوری علی ابن قاسم الغزی(۱۷۶/۲)کتاب النکاح ومایتعلق به،داراحیاء التراث العربی.**

مسئلہ(۲)دعوتِ ولیمہ میں صرف اغنیاء کی تخصیص جو منع ہے،اس کا یہ مطلب نہیں کہ تمام لوگوں کو دعوت دے کیونکہ یہ تو ممکن نہیں، اوراس کی گنجائش بھی نہیں ہوتی بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس سے تخصیص کا قصد صادر نہ ہو لہذا جن حضرات کو دعوت دینا ممکن ہے، ان میں اغنیاء کی تخصیص نہ کرے جیسے دوست احباب، اہلِ حرفت، پڑوسی اور رشتہ دار وغیرہ حتی کہ اگر وہ صرف ایک شخص کو دعوت دے اور مقصود تخصیص نہ ہو بلکہ دوسروں کو کھلانے کی استطاعت نہ ہو تو جائز ہے اوراس کی دعوت قبول کرنا ضروری ہے ایضاً(۱۷۷/۲)

مسئلہ(۳)اگر صرف فقراء کو دعوت دی، اغنیاء کو نہ دی تو ایک قول یہ ہے کہ ایسی دعوت قبول کرنا سنت نہیں کیونکہ اغنیاء اور فقراء دونوں کو دعوت دینا ضروری ہے، صحیح یہ ہے کہ ایسی صورت میں دعوت قبول کرنا ضروری ہے۔ لوجود الشرائط ایضاً(۱۷۷/۲)۔

# معذرت قبول نہ کرنے کا حکم

اگر داعی نے مدعو کی معذرت قبول کر لی تو درست ہے پھر ولیمہ میں شرکت ضروری نہیں ہے لیکن اگر اس نے معذرت قبول نہ کی تو ولیمہ میں شرکت کرنا ضروری ہے۔

(۱)عن ابن جریج عن عطاء وغیره قال جاء رسول ابن صفوان الی ابن عباسؓ وهو یعالج زمزم یدعوه واصحابه فامرهم فقاموا واستعفاه وقال ان لم یعفنی جئته.

حضرت عطاءؒ کہتے ہیں کہ ابن صفوانؒ کا قاصد حضرت ابن عباسؓ کے پاس آیا،اس حال میں کہ وہ زمزم کے کنویں کی مرمت میں مصروف تھے،قاصد نے آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو دعوت دی تو آپ نے ساتھیوں کو جانے کا کہا،چنانچہ وہ چلے گئے اور خود قاصد سے معذرت کر دی اور فرمایا کہ اگر وہ میری معذرت قبول نہ کرے تو میں ضرور جاؤں گا۔

السنن الکبری للبیهقی(۲٦۴/۷)کتاب الصداق،باب من استعفی فان لم یعف اجاب.

(۲)عن مجاهد ان ابن عمرؓ دعی یوماً الی طعام،فقال رجل من القوم:اماانافاعفنی من هذا،فقال له ابن عمرؓ لا عافیة لک من هذا فقم.

مصنف عبدالرزاق(۴۴۸/۱۰)کتاب الجامع،باب الولیمة،رقم الحدیث(۱۹٦٦۳)والسنن الکبری للبیهقی(۲٦۴/۷)کتاب الصداق باب من استعفی فان لم یعف اجاب.

حضرت مجاہدؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو ایک دن کھانے کی دعوت دی گئی تو ساتھیوں میں سے ایک نے کہا کہ حضرت اس بارے میری معذرت قبول فرمائیں تو حضرت ابن عمرؓ نے اس کو فرمایا کہ اس بارے تمہاری معذرت قبول نہیں کھڑے ہو جاؤ۔

## کسی کے واسطہ سے معذرت بھیجنا

مدعو اگر کسی بھی وجہ سے خود داعی سے معذرت کرنے پر قادر نہ ہو تو قاصد یا دوسرے مدعوین کے ذریعہ معذرت کا پیغام بھیج سکتا ہے، اگر قاصد یا مدعو اس کی معذرت نہ پہنچائیں تو شرکت ضروری ہوگی، جیسا کہ عبداللہ بن عمرؓ نے مذکورہ شخص کی معذرت رد کر دی تھی۔

(۱)عن عطاء بن ابی رباحؒ قال: دعی ابن عباسؓ الی طعام وھو یعالج من امر السقایة شیئاً، فقال للقوم: قوموا الی اخیکم، اجیبوا اخاکم فاقرؤا علیه السلام، واخبروه انی مشغول.

مصنف عبدالرزاق(۱۰/۴۴۸) کتاب الجامع، باب الولیمة، رقم الحدیث(۱۹۶۶۴)

والسنن الکبری للبیهقی(۷/۲۶۴) کتاب الصداق، باب من استعفی فان لم یعفو اجاب.

حضرت عطاء بن ابی رباحؒ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو کھانے کی دعوت دی گئی اس حال میں کہ وہ پانی کے کنویں پر کچھ کام کر رہے تھے تو انہوں نے لوگوں کو فرمایا کہ اپنے بھائی کی طرف کھڑے ہو جاؤ اور اپنے

بھائی کی دعوت قبول کرو، پس اسے میری طرف سے سلام کہو اور اسے خبر دیدو کہ میں مشغول ہوں۔

## ایسی دعوتِ ولیمہ کا حکم جس میں تصاویر گانے اور لہولعب ہو

جس دعوتِ ولیمہ میں تصاویر، تصویر کشی، شراب نوشی، سونا چاندی کے برتنوں کا استعمال، ریشم کے بچھونے، گانے، غناومزامیر، ڈھول، باجے اور موسیقی ہو اس میں شرکت کا حکم یہ ہے کہ:

☆ اگر پہلے سے معلوم ہو کہ وہاں اس طرح کے منکرات ہوں گے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) مدعو صاحب علم وجلال ہے، اس کا خیال ہے کہ اگر وہ شریک ہو تو لوگ منکرات ترک کر دیں گے تو ایسی صورت میں اس کو ضرور شریک ہونا چاہئے، یہ بھی نہی عن المنکر کی ایک صورت ہے۔

(۲) اگر وہ اس طرح صاحب علم وجلال نہیں کہ اس کی وجہ سے لوگ منکرات سے باز آئیں تو اس کو شرکت کرنا صحیح نہیں ہے۔

☆ اور اگر اس کو منکرات کا پہلے سے علم نہ تھا اور مقام دعوت پہنچ گیا، اب معلوم ہوا کہ منکرات ہو رہے ہیں تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔

(۱) وہ ایسا صاحب علم یا صاحب شان وشوکت اور جاہ ومرتبہ کا مالک ہے کہ منکرات کے روکنے پر قادر ہے تو منکرات کو روک دے اور دعوت میں شریک ہو

جائے بلکہ منع کرنااورشریک ہوناضروری ہے،لان ازالة المنکر واجبة.

ابن قدامہؒفرماتے ہیں:لزمه الحضوروالاِنکار،لانه یؤدی فرضین: اجابة اخیه المسلم،وازالة المنکر.المغنی(۷/ ۲)کتاب الولیمة

یعنی اس صورت میں حاضر ہوکرنکیر کرنااس کو لازم ہے کیونکہ اس میں دو فرض ادا ہوتے ہیں(۱)اپنے مسلمان بھائی کی دعوت قبول کرنا(۲)منکر اور گناہ کا ازالہ کرنا۔

(۲)اگروہ منکرات کے روکنے پر قادرنہ ہوتومدعو دوحال سے خالی نہیں،عالم اورمقتدیٰ ہوگایاعام مسلمان،اگر عام مسلمان ہوتو پھر بھی دوصورتیں ہیں۔

(۱)دسترخوان پر منکرات ہوں،اس صورت میں بیٹھنادرست نہیں،واپس جائے،اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فلاتقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین(الانعام ٦٨)

یعنی یاددہانی ہوجانے کے بعدظالم لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو۔

(۲)اگر منکرات دسترخوان پر نہ ہوں،دوسری جگہ ہوں تو دعوت میں شریک ہوسکتاہے،اٹھ کر واپس جاناضروری نہیں ہے البتہ دل سے برا محسوس کرے،اس کی دودلیلیں ہیں۔

(۱)امام ابوحنیفہؒ جب اس درجہ کونہیں پہنچے تھے توان کے ساتھ بھی یہ واقعہ پیش آیاتھا جیسا کہ امام محمدؒ نے الجامع الصغیر میں نقل کیاہے،امام صاحبؒ فرماتے ہیں:ابتلیت بهذامرة فصبرت یعنی ایک بار میں بھی اس آزمائش میں مبتلاہواتو میں نے صبر سے کام لیا۔

(۲)دعوت ولیمہ قبول کرنا سنت ہے لہذا اگر اس کے ساتھ کوئی منکر شامل ہوتو منکر کی وجہ سے ترکِ سنت صحیح نہیں جیسا کہ صلوۃ جنازہ میں اگر نوحہ ہو تو محض نوحہ کی وجہ سے نماز جنازہ چھوڑنا درست نہیں ۔

☆اوراگر مدعو مقتدی اور عالم دین ہے تو وہاں بیٹھنادرست نہیں،اٹھ کر واپس جاناضروری ہے،اس کی دو وجوہ ہیں۔

(۱)لان فی ذلک شین الدین یعنی اس میں دین کی بدنامی ہے۔

(۲)فتح باب المعصیة علی المسلمین،یعنی مسلمانوں کے لئے معصیت کا دروازہ کھولنا ہے،لوگ کہیں گے کہ مقتدی اور عالم دین بھی منکرات میں شریک ہے،شاید یہ منکرات نہیں،شرعاً جائز امور ہیں۔

ماخذہ:الهداية مع شرحه البناية للعینی(۱۴/۴۲۹الی ۴۳۲).

## روایات وآثار

(۱)عن سفینة ابی عبدالرحمن ان رجلا ضاف علی بن ابی طالب فصنع له طعاماًفقالت فاطمة:لودعونارسول اللهﷺفاکل معنافدعوه فجاء فوضع یده علی عضادتی الباب فرأی القرام قدضرب به فی ناحیة البیت فرجع فقالت فاطمة لعلی:الحقه انظرمارجعه فتبعته فقلت یارسول الله مارذک فقال انه لیس لی او لنبی ان یدخل بیتامزوقا.ابوداؤد(۲/۱۷۱)کتاب الاطمعة،باب الرجل یدعی فیری مکروهاوابن ماجة(ص۲۴۱،۲۴۰)کتاب الاطعمة،باب اذارأی الضیف منکرا رجع.والسنن الکبری للبیهقی(۷/۲۶۷)کتاب الصداق،باب المدعو

یری الخ.

ایک شخص حضرت علیؓ کا مہمان بنا تو حضرت علیؓ نے اس کے لئے کھانا تیار کیا تو حضرت فاطمہؓ نے کہا کہ اگر نبی علیہ السلام کو دعوت دیدیں تو اچھا ہے چنانچہ آپ ﷺ کو دعوت دی تو آپ آئے اور دروازہ کے چوکھٹ کے دونوں بازوؤں پر ہاتھ رکھا تو کمرے کے ایک کنارہ میں نصب شدہ پردہ دیکھا اور واپس چلے گئے، حضرت فاطمہؓ نے حضرت علیؓ سے کہا کہ آپ ان سے ملیں کہ آپ کو کس نے واپس کرایا، حضرت علیؓ کہتے ہیں میں آپ کے پیچھے گیا اور کہا اے اللہ کے رسول آپ کو کس چیز نے واپس کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے لئے یا فرمایا کہ کسی بھی نبی کے لئے مزین کمرے میں داخل ہونا مناسب نہیں ہے۔

**فائدہ:** اس پردہ پر تصاویر تھیں، اس لئے آپ ﷺ وہاں نہ بیٹھے۔

بذل المجهود(۳۴۸/۴).

(۲)عن سالم عن ابیه قال:نهی رسول الله ﷺ عن مطعمین عن الجلوس علی مائدة یشرب علیها الخمروان یأکل الرجل وهومنبطح علی بطنه.قال ابوداؤد:هذاالحدیث لم یسمعه جعفر عن الزهری وهو منکر،ابوداؤد(۱۷۴/۲)کتاب الاطعمة،باب الجلوس علی مائدة علیها بعض مایکره والسنن الکبری للبیهقی(۲۶۶/۷)کتاب الصداق،باب الرجل یدعی الی الولیمة الخ وشعب الایمان للبیهقی(۱۱۰/۵)رقم الحدیث(۵۹۹۰.باب فی المطاعم والمشارب،ماورد فی النهی عن الأکل وهو منبطح علی بطنه.

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے نبی علیہ السلام نے دو قسم کے کھانوں سے منع فرمایا ہے، ایسے دستر خوان پر بیٹھ کر کھانے سے منع فرمایا ہے کہ جس پر شراب پی جاتی ہو اور یہ کہ آدمی اپنے منہ کے بل گر کر کھانا کھائے۔

(۳)عن سعید بن المسیب عن علیؓ قال:صنعت طعاماًفدعوت رسول اللہ ﷺ فجاء فرأی تصاویر فوجع.

سنن ابن ماجة(ص ۲۴۰) کتاب الاطعمة.

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ السلام کو دعوت دی، آپ تشریف لائے تو تصویریں دیکھیں تو لوٹ گئے۔

(۴)عن نافع عن اسلم مولی عمرؓقال:لماقدمنا مع عمربن الخطابؓ الشام اتاہ الدھقان قال:یاامیرالمومنین انی قدصنعت لک طعاماًفاحب ان تاتینی باشرافِ من معک، فانہ اقوی لی فی عملی واشرف لی قال:انالا نستطیع ان ندخل کنائسکم ھذہ مع الصورالتی فیھا.

الادب المفرد للبخاری(ص ۳۳۳)باب دعوۃالذمی، وقال مخرجہ:ضعیف/فیہ عنعنۃابن اسحاق وھومدلس.

حضرت عمرؓ کے آزاد کردہ غلام اسلمؒ سے روایت ہے کہ جب ہم حضرت عمرؓ کے ساتھ ملک شام آئے تو آپ کے پاس ایک دہقان آیا اور کہا کہ اے امیر المومنین میں نے آپ کے لئے کھانا تیار کیا ہے، میری خواہش ہے کہ آپ اپنے اشراف سمیت شریک ہوں کیونکہ یہ میرے لئے میرے کام میں قوت کا ذریعہ اور میرے لئے باعث شرف ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہمیں تمہارے ان کنیسوں

میں داخل ہونے کی اجازت نہیں جن میں تصاویر آویزاں ہیں۔

(۵)عن ابی مسعودؓان رجلاصنع له طعاماً فدعاه فقال:افی البیت صورة؟قال نعم،فابی ا ن یدخل حتی کسرالصورة ثم دخل.

السنن الکبری للبیھقی(۲۶۸/۷)۔

حضرت ابو مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ان کے لئے کھانا تیار کیا اور دعوت دی تو آپؐ نے فرمایا کیا گھر میں تصویر ہے؟اس نے کہا ہاں تو آپ نے تصویر مٹانے تک داخل ہونے سے انکار کر دیا پھر داخل ہوئے۔

(٦)عن ابی ھریرةؓان رسول اللهﷺقال:من حضرمعصیة فکرھھافکأنماغاب عنھاومن غاب عنھافاحب فکأنه حضرھا.

السنن الکبری للبیھقی(۲٦٦/۷)۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص معصیت کی جگہ حاضر ہو جائے اوراسے نا پسند کرے تو یہ ایسے ہے کہ گویا وہ غائب ہی رہا(حاضر ہی نہیں ہوا)اور جو گناہ سے غائب ہوااور اسے پسند کرے تو گویا وہ گناہ میں حاضر ہو گیا۔

(۷)عن عبداللّٰه بن مسعودؓ قال:اذاعمل بالخطیئة فی الارض کان من شھدھافکرھھا کمن غاب عنھاومن غاب عنھا فرضیھا کان کمن شھدھاـوفی روایة عنه قال:اذاعملت فی الناس خطیئة فمن رضیھاممن غاب عنھاکمن شھدھاومن کرھھاممن شھدھا فھو کمن غاب عنھا،وقال

البیھقی:روی ھذا من وجه اخر مرفوعاً.

السنن الکبری للبیھقی(۲٦٦/۷)

عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب کسی زمین میں گناہ کیا جائے تو جو شخص وہاں حاضر ہو اور گناہ کو برا جانے تو وہ ایسے ہے گویا کہ گناہ میں حاضر ہی نہیں ہوا اور جو گناہ سے غائب ہو لیکن اس کو اچھا سمجھے تو اس کو اس شخص کے برابر گناہ ملتا ہے جو اس میں حاضر ہوتا ہے۔

۸)عن عمر بن الخطابؓ انه قال:یایھاالناس انی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول:من کان یؤمن باللّٰہ والیوم الآخر فلا یقعد علی مائدۃ یدار علیھا الخمرومن کان یؤمن باللّٰہ والیوم الآخر فلا یدخل الحمام إلا بازار ومن کانت تومن باللّٰہ والیوم الآخر فلا تدخل الحمام.

السنن الکبری للبیھقی(۲٦٦/۷)۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ السلام سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لاتا ہے تو وہ ایسے دستر خوان پر نہ بیٹھے جس پر شراب گھمائی جا رہی ہو اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لاتا ہے تو وہ ازار کے بغیر حمام میں داخل نہ ہو اور جو عورت اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہے تو وہ حمام میں داخل ہی نہ ہو۔

## فخر و مباہات اور مسابقت والی دعوت کا حکم

(۱)عن ابن عباسؓ ان النبی ﷺ نھی عن طعام المتباریین ان یوکل.

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے آپس میں مقابلہ کرنے والوں کے طعام کو کھانے سے منع کیا ہے۔

ابو داؤد(۲/۱۷۱)کتاب الاطعمة،باب فی طعام المتباریین،قال ابوداؤد:اکثرمن رواه عن جریر لا یذکرفیه ابن عباسؓوهرون النحوی ذکرفیه ابن عباسؓایضاًوحمادبن زید لم یذکر ابن عباس،ومستدرک الحاکم(۴/۱۴۳)...............رقم الحدیث(۷۱۷۰/۹۹)دارالکتب العلمیه،بیروت،وقال الحاکم:هذاحدیث صحیح الاسنادولم یخرجاه وقال الذهبی فی التلخیص:صحیح.والمشکوة(۲/۲۷۹)وقال محی السنة:والصحیح انه عن عکرمةؒ عن النبی ﷺمرسلا.

شعب الایمان للبیهقی(۵/۱۲۹)باب فی المطاعم والمشارب ،فصل فی تخمیرا لاناء وایکاء السقاء،دارالکتب العلمیة،بیروت رقم الحدیث(۶۰۶۷)

☆متباریین ان دو شخصوں کو کہا جاتا ہے جو دعوت میں ایک دوسرے سے سبقت حاصل کریں، ہر ایک کی کوشش ہو کہ وہ دوسرے سے بڑھ جائے،اس میں چونکہ فخر ومباہات مقصود ہوتا ہے،اس لئے ایسی دعوت کھانے سے منع کر دیا گیا ہے۔

☆علامہ طیبیؒ الکاشف عن حقائق السنن(۶/۲۹۹) میں نقل کرتے ہیں کہ کسی عالم کو دعوت دی گئی تو انہوں نے قبول نہ کی،کسی نے اعتراض کے طور پر کہا:ان السلف کانوا یدعون فیجیبون یعنی سلف صالحین تو دعوت قبول کرتے تھے،توعالم نے جواب دیا:

**كان ذلک منهم للموافاة والمواساة وهذا منكم للمكافاة والمباهاة**

یعنی ان حضرات کی دعوت سنت کی ادائیگی اور خیر خواہی کے لئے ہوتی تھی اور تمہاری دعوت بدلہ چکانے اور فخر و مسابقت کے لئے ہوتی ہے۔

☆روایت میں آتا ہے کہ حضرت عمر اور عثمانؓ کو دعوت دی گئی اور انہوں نے قبول کرلی، فارغ ہونے کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا:

**لقدشهدت طعاماًوددت انی لم اشهد** یعنی میں جس دعوت میں حاضر ہوا ہوں جی چاہتا ہے کہ میں حاضر نہ ہوا ہوتا، حضرت عثمان نے پوچھا کیوں؟ انہوں نے فرمایا مجھے اندیشہ ہے کہ یہ کھانا فخر و مباہات کے لئے دیا گیا ہے۔

**الطیبی(۲۹۹/۶)والمرقاۃ(۲۵۶/۶)**

**(۲)عن ابی هريرةؓ قال قال رسول الله ﷺ المتباريان لايجابان ولايؤكل طعامهما،قال الامام احمديعنی المتعارضين بالضيافة فخرا ورياءً**

**مشکوۃ المصابیح(۲۷۹/۲)باب الولیمة،عن شعب الایمان للبیهقی.انظرشعب الایمان للبیهقی(۱۲۹/۵)رقم الحدیث(۶۰۶۸)**

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ متبارئین کی نہ دعوت قبول کی جائے اور نہ ان کا کھانا کھایا جائے۔امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ متبارئین سے مراد وہ دو شخص ہیں جو دعوت وضیافت میں بطور فخر اور ریا ایک دوسرے سے معارضہ کرتے ہیں۔

آپ کے مسائل اور ان کا حل(۱۶۴/۵)میں ہے:

آج کل جس انداز سے ولیمے کئے جاتے ہیں، ان میں فخر ومباہات اور نام ونمود کا پہلو غالب ہے، سنت کی حیثیت بہت ہی مغلوب نظر آتی ہے......اس لئے ایسے ولیمہ کی دعوت قبول کرنا بھی مکروہ ہے، علاوہ ازیں آجکل ولیمہ کی دعوتوں میں مردوں اور عورتوں کا بے محابا اختلاط ہوتا ہے، کھانا عموماً میز کرسی پر یا کھڑے ہو کر کھایا جاتا ہے اور اب تو ویڈیو فلمیں بنانے کا بھی رواج چل نکلا ہے، بعض جگہ گانے بجانے کا شغل بھی رہتا ہے، اس طرح کی اور بھی بہت سی قباحتیں پیدا ہو گئی ہیں، جن کے ہوتے ہوئے ایسی دعوت میں جانا کسی طرح جائز نہیں۔

## مال حرام کی دعوتِ ولیمہ

اگر کسی کی کمائی خالص حرام کی ہو تو اس کی دعوت قبول کرنا صحیح نہیں ہے الا یہ کہ وہ تصریح کر دے کہ میں حلال مال سے دعوت کر رہا ہوں، ایسی صورت میں اس کی دعوت قبول کرنا صحیح ہے اور اگر اس کی کمائی حلال اور حرام سے مخلوط ہے تو اس کی دعوت قبول کرنے میں کچھ تفصیل ہے، دو صورتوں میں اس کی دعوت قبول کرنا صحیح نہیں ہے۔

(۱) اس کی حرام کمائی زیادہ ہو اور حلال کم ہو۔

(۲) حلال اور حرام برابر ہوں البتہ اگر وہ تصریح کر دے کہ میں حلال مال سے دعوت کر رہا ہوں تو پھر ان دونوں صورتوں میں اس کی دعوت قبول کرنا درست ہے اور اگر اس کے پاس حلال زیادہ اور حرام کم ہے تو اس کی دعوت قبول کرنا درست ہے، قلیل حرمت کا اعتبار نہیں کیا گیا کیونکہ آجکل ایسے افراد بہت کم ہیں جن کی کمائی میں حرام بالکل نہ ہو۔ البتہ اگر وہ تصریح کر دے یا کسی اور یقینی طریقہ سے معلوم

ہوجائے کہ وہ حرام مال سے دعوت کر رہا ہے تو پھر اس کی دعوت قبول کرنا صحیح نہیں ہے۔

## حرمت کی تحقیق وتفتیش منع ہے

مذکورہ حکم تب ہے کہ کمائی کے حرام ہونے کا یقین اور غالب ظن ہو، اگر اس طرح کی کوئی بات نہ ہو تو دعوت قبول کر لینا چاہئے، ایسی صورت میں داعی یا کسی اور سے حلت وحرمت کی تحقیق کرنا اور خوامخواہ شک وشبہ میں پڑنا درست نہیں ہے، داعی کے بارے سوءِ ظن کی بجائے حسنِ ظن رکھنا چاہیئے کہ وہ مسلمان شخص ہے، اس کی کمائی حلال ہی ہوگی اور حلال ہی سے دعوت کر رہا ہوگا۔

**(۱)عن ابی ہریرۃؓ قال قال النبی ﷺ اذادخل احدکم علی اخیہ المسلم فلیأکل من طعا مہ ولایسأل ویشرب من شرابہ ولایسأل، قال الشیخ: ہذا ان صح فلان الظاہر ان المسلم لا یطعمہ ولا یسقیہ الاماہو حلال عندہ.**

**شعب الایمان للبیہقی(۶۷/۵، ۶۸)رقم الحدیث(۵۸۰۱)باب فی المطاعم والمشارب، مطبوعۃ بیروت،**

**ومشکوۃ المصابیح(۲۷۹/۲)باب الولیمۃ.**

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ایک اپنے مسلمان بھائی کے پاس چلا جائے تو اس کا کھانا کھالیا کرے اور سوال نہ کرے اور اس کی پلانے کی چیز پی لیا کرے اور پوچھے نہیں، امام بیہقیؒ فرماتے ہیں اگر یہ حدیث صحیح ہے تو یہ حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ مسلمان شخص بظاہر اپنے حلال

مال سے ہی کھلاتا پلاتا ہے۔

علامہ طیبیؒ لکھتے ہیں:

**والظاهر من حال المسلم ان يجتنب الحرام فامر بحسن الظن به وسلوک طريق التحاب والتواد فيجتنب عن ايذائه بسواله.**

**الطيبى(٦ / ٣٠٠)ومرقاة المفاتيح(٦/٢٥٧)**

یعنی کامل مسلمان کی ظاہری حالت سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ حرام سے بچتا ہے لہذا اس کے ساتھ حسنِ ظن اور محبت ومودت کی راہ اپنانے کا حکم دیدیا گیا لہذا وہ پوچھ گچھ کے ذریعہ اسے تکلیف دینے سے احتراز کرے۔

**(٢)عن ابى هريرةؓ قال:قال رسول اللهﷺ اذادخل احدكم على اخيه المسلم فاطعمه طعاماًفلياكل منه ولا يسأله عنه وان سقاه شراباًفليشرب منه ولايسأله عنه وقال الحاكم:هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه،وله شاهد صحيح على شرط مسلم حده:**

**ن ابى هريرةؓرواية قال:اذادخلت على اخيک المسلم فاطعمک طعاماًفكل ولا تسأله واذاسقاک شرابا فاشربه ولاتسأله.مستدرک الحاكم(٤/١٤٠)كتاب الا طعمة،رقم**

**(٧١٦٠/٨٩)و(٧١٦١/٩٠)قال الذهبى فى الحديث**

**ر. صحيح و فى الثانى: على شرط مسلم.**

**(٣)قال انس:اذادخلت على مسلم لا يتهم فكل من طعامه واشرب من شرابه.**

صحیح البخاری(۸۲۱/۲)قبیل کتاب العقیقة،تعلیقا،ورواہ ابن ابی شیبةفی مصنفه وصلاً(۳۸۱/۱۲).....کتاب الاطعمة،باب من قال:اذادخلت علی اخیک المسلم فکل من طعامه.........،رقم الحدیث(۲۴۹۱۹)ولفظه:اذادخلت علی رجل لا تتهمه فی بطنه،فکل من طعامه واشرب من شرابه.

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں جب تم کسی ایسے مسلمان یا کسی شخص پر داخل ہو جس کے پیٹ کے بارے تمہیں (حرام) کا شبہ نہ ہوتواس کا کھانا کھاؤاور اس کی پلائی ہوئی چیز پیو۔

(۴)عن ابی هریرةؓقال:قال رسول اللهﷺاذا دخل احدکم علی اخیه المسلم فاطعمه طعاماً فلیأکل من طعامه ولایسأله عنه فان سقاه شرابه فلیشرب من شرابه ولایسأله عنه.

مسنداحمد(۳۶۰/۳)رقم الحدیث(۹۱۹۵)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے ارشادفرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ایک اپنے مسلمان بھائی کے ہاں جائے پھر وہ اس کوکھانا کھلائے تووہ اس کا کھانا کھالیا کرے اور اس سے اس کے کھانے کے بارے نہ پوچھے اور اگراس کو پلائے تو پی لیا کرے،اس سے اس کی پلائی ہوئی چیز کے بارے سوال نہ کرے۔

(۵)عن ابی هریرةؓ موقوفاًقال:اذادخلت علی اخیک المسلم فاطعمک طعاماًفکل ولا تسأل ،فان سقاک شرابا فاشرب ولا تسأل،فان رابک منه شیئ فشجه بالماء.

مصنف ابن ابی شیبة(۲ ۱ / ۳۸۰)رقم الحدیث(۲۴۹۱۸) کتاب الاطعمة.

(۶)عن ابی الزبیرعن جابرؓقال:ماوجدت فی بیت المسلم فکل.

مصنف ابن ابی شیبة(۲ ۱ / ۳۸۰)رقم الحدیث(۲۴۹۲۰)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ تم مسلمان کے گھر میں جو کچھ پاؤ تو اسے کھالیا کرو۔

(۷)عن یزید بن ابی زیاد قال:دخلنا علی راعٍ دعاناالطعام وأتانا بنبیذ فکرهته فاخذه علی...قال ابوبکر:ینبغی ان یکون ابن الحسن بن علی...فشربه،وقال:اذادخلت علی اخیک المسلم فکل من طعامه واشرب من شرابه.(ایضاً)رقم الحدیث(۲۴۹۲۱)

یزید بن ابی زیادؒ کہتے ہیں کہ ایک چرواہے نے ہماری دعوت کی تو ہم اس کے پاس گئے،اس نے نبیذ پیش کی تو میں نے کراہت محسوس کی،حضرت علی زین العابدینؒ نے نبیذ لے لی اور فرمایا کہ جب اپنے مسلمان بھائی کے پاس جاؤتو اس کا کھانا کھاؤ اور اس کے پینے کی چیز پیو۔

(۸)عن موسی بن عمیر قال: سمعت الشعبیؒ یقول:اذا دخلت بیت مسلم فکل من طعامه واشرب من شرابه.

(ایضاً)رقم الحدیث(۲۴۹۲۲)

حضرت شعبیؒ فرماتے ہیں جب تم کسی مسلمان کے گھر چلے جاؤتو اس کا کھانا کھاؤ اور اس کا پانی پیو۔

# مقدارِ ولیمہ

شریعت نے ولیمہ کی کوئی ایسی مقدار واجب نہیں کی کہ جس پر کمی بیشی نہ ہوسکے بلکہ اسراف اور فضول خرچی سے بچتے ہوئے جتنا بھی کھانا دیدے درست ہے البتہ اگر غنی ہے، پاس گنجائش ہے تو جتنا زیادہ ہو بہتر ہے نیز شوہر کی مالی حیثیت کے مطابق ولیمہ کرنا مستحب ہے۔

(۱) درس ترمذی (۳۷۰/۳) میں ہے:

بہر حال اس پر اتفاق ہے کہ اس کی کوئی مقدار مقرر نہیں، اسراف سے بچتے ہوئے ہر مقدار جائز ہے۔

(۲) ویستفاد من السیاق طلب کثیر الولیمة لمن یقدر، قال عیاض: واجمعوا علی ان لا حد لا کثرها..........واما اقلها فکذلک ومهما تیسر اجزأ والمستحب انها علی قدر حال الزوج وقد تیسر علی الموسر الشاة فما فوقها.

بذل المجهود (۳ / ۲۴۰) وکذا فی فتح الملهم (۳/ ۴۸۶)

حدیث کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ قدرت رکھنے والے کے لئے زیادہ ولیمہ مطلوب ہے اور قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فقہاء کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ اکثر ولیمہ کی کوئی حد نہیں ہے، اسی طرح ولیمہ کی کم مقدار کی بھی کوئی حد نہیں، جتنا بھی میسر ہو کافی ہے اور مستحب ولیمہ شوہر کی حالت کے اعتبار سے ہے اور مالدار شخص کو بکری اور اس سے بڑھ کر ولیمہ میسر ہی ہوتا ہے۔

(۳) امام نوویؒ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی حدیث اولم ولو بشاة کی

شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

**قوله ﷺ اولم ولوبشاة دليل على انه يستحب للموسران لا ينقص عن شاة ونقل القاضى الاجماع على انه لا حد لقدر ها المجزئى بل باى شئ اولم من الطعام حصلت الوليمة وقدذكرمسلم بعد هذا فى وليمة عرس صفية انها كانت بغير لحم وفى وليمة زينب اشبعناخبزاولحماوكل هذاجائزتحصل به الوليمة لكن يستحب ان تكون على قدرحال الزوج.**

**شرح المسلم للنووى(۱/۴۵۸)**

نبی علیہ السلام کا قول اولم ولو بشاۃ اس بات پر دلیل ہے کہ مالدار شخص بکری سے کم کا ولیمہ نہ کرے اور قاضی عیاضؒ نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ ولیمہ کی کافی ہونے والی مقدار کی کوئی حد نہیں ہے بلکہ جتنے بھی طعام کے ساتھ ولیمہ کیا تو ولیمہ ہوجائے گا، چنانچہ امام مسلمؒ نے اس کے بعد یہ حدیث ذکر کی ہے کہ حضرت صفیہؓ کا ولیمہ بغیر گوشت کے تھا اور زینبؓ کے ولیمہ میں روٹی اور گوشت کھا کر سیر ہوئے اور یہ سب جائز ہے، اس سے ولیمہ ہو جائیگا لیکن شوہر کی حالت کے بقدر ولیمہ کرنا مستحب ہے۔

(۴) نبی علیہ السلام نے اپنے سب نکاحوں میں ولیمہ دیا، بعض میں کم اور بعض میں زیادہ، نبی علیہ السلام نے حضرت زینبؓ بنت جحش کے ولیمہ میں بکری ذبح کی تھی۔ صحیح البخاری(۲/۷۷۷)

یہ آپ علیہ السلام کا سب سے بڑا ولیمہ تھا، اور حضرت ام سلمہؓ کے ولیمہ میں جو کے دو مد دیئے تھے (ایضاً) حضرت صفیہؓ کا ولیمہ حیس تھا (ایضاً)

حیس اس مخلوط کھانے کو کہا جاتا ہے جو کھجور، پنیر اور گھی ملا کر بنایا جاتا ہے چنانچہ صحیح البخاری(۲/۷۷۵)باب البناء فی السفر میں حضرت انسؓ کی روایت میں حضرت صفیہؓ کے ولیمہ کے بارے میں ہے:

فدعوت المسلمین الی ولیمة فما کان فیها من خبز ولا لحم، امر بالانطاع فالقی فیها من التمر والأقِطِ والسمن فکانت ولیمة الخ

یعنی میں نے مسلمانوں کو آپ کے ولیمہ کی دعوت دی، آپ کے ولیمہ میں نہ روٹی تھی اور نہ گوشت، چمڑے کا دستر خوان بچھایا گیا تو اس میں کھجور پنیر اور گھی ڈالا گیا پس یہی ولیمہ تھا۔

(۵)ولم یضبطه النبی ﷺ بحد بمثل ماذکرنا فی المهر والحدالوسط الشاة واولم النبی ﷺ علی صفیةؓ بحیس واولم علی بعض نسائه بمدین من شعیر. حجة الله البالغه(۲/۱۳۰)

نبی علیہ السلام نے مہر کی طرح ولیمہ کی حد مقرر نہیں فرمائی اور درمیانی حد بکری ہے اور نبی علیہ السلام نے حضرت صفیہؓ کے نکاح میں حیس کا ولیمہ دیا اور بعض ازواج مطہرات کا ولیمہ جو کے دومد کی صورت میں دیا۔

(٦)امام بخاریؒ نے صحیح البخاری (۲/۷۷۷)میں باب قائم کیا ہے۔باب من اولم علی بعضِ نسائه اکثر من بعض یعنی یہ باب اس کے بارے ہے جو اپنی بعض بیوں کا بعض سے زیادہ ولیمہ کرے،اس کے بعد حضرت انسؓ کی یہ حدیث نقل کی ہے ذکر تزویج زینب بنت جحشؓ عندانسؓ فقال:مارأیت النبی ﷺ اولم علی احدمن نسائه مااولم علیهااولم بشاة یعنی نبی علیہ السلام

نے حضرت زینب بنت جحشؓ کے ولیمہ میں بکری دی جو کسی اور کے ولیمہ میں نہیں دی،اس حدیث اور باب سے امام بخاریؒ کا مقصود یہ ہے کہ ولیمہ کی حد متعین نہیں ہے،اس میں کمی بیشی ہو سکتی ہے۔

علامہ عینیؒ لکھتے ہیں:

**وفیہ ان الولیمة تکون علی قدرالموجود والیسارولیس فیھاحدلا یجوز الاقتصار دونه. عمدة القاری(۱۲۸/۱۴)**

یعنی اس میں اشارہ ہے کہ ولیمہ موجود حیثیت اور مالداری کے مطابق ہونا چاہیے،اس میں کوئی ایسی حد نہیں ہے کہ اس سے کم پر اکتفاء نہ ہو سکتا ہو۔

## بعض سلف صالحین کا ولیمہ

**(۱)عن الا عمش ان اباوائل او لم برأس بقرة واربعة ارغفة مصنف ابن ابی شیبه(۳۴۱/۹)رقم الحدیث ۱۷۴۵۲ کتاب النکاح۔**

حضرت اعمشؒ کہتے ہیں کہ ابو وائلؒ نے ایک گائے اور چار روٹیوں کا ولیمہ کیا۔

**(۲)عن سالم ان حمزة بن عبدالله بن عمر نحرجزوراً.ایضاً**

یعنی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے صاحبزادے حضرت حمزہؒ نے اونٹ ذبح کیے۔

## افضل ولیمہ

مذکورہ تفصیل سے واضح ہو گیا کہ شرعاً ولیمہ کی کوئی واجب مقدار طے شدہ

نہیں ہے البتہ ولیمہ میں بکری ذبح کرنا افضل ہے، اگر چہ سنتِ ولیمہ ہر قسم کے گوشت اور کھانے سے ادا ہو جاتی ہے۔

بکری افضل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نبی علیہ السلام نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو ولیمہ میں بکری ذبح کرنے کا امر فرمایا تھا نیز نبی علیہ السلام نے خود حضرت زینب بنت جحشؓ کے ولیمہ میں بکری ذبح کی تھی۔

علامہ ابن قدامہؒ لکھتے ہیں:

**ویستحب ان یو لم بشاۃ ان امکنه ذلک لقول رسو ل اللہ ﷺ لعبدالرحمن:اولم ولو بشاۃ وقال انسؓ:ماولم النبی ﷺعلی شیئ من نسائه ماولم علی زینب اولم بشاۃ،لفظ البخاری،فان اولم بغیرھذا جازفقداولم النبیﷺ علی صفیة بحیس واولم علی بعض نسائه بمدین من شعیر. رواہ البخاری.المغنی(۷ / ۴،۵)**

اگر ممکن ہو تو بکری کا ولیمہ مستحب ہے کیونکہ نبی علیہ السلام نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو فرمایا کہ ولیمہ کرو، اگر چہ بکری کے ساتھ ہو اور نبی علیہ السّلام نے حضرت زینبؓ کے ولیمہ میں بکری ذبح کی تھی، اگر اس کے علاوہ کے ساتھ ولیمہ کیا تو بھی جائز ہے کیونکہ نبی علیہ السلام نے حضرت صفیہؓ کے نکاح میں حیس کا ولیمہ دیا تھا اور بعض بیویوں (ام سلمہؓ) کے نکاح میں جو کے دومُد دیئے تھے۔

## دولہا اور دولہن کے لئے دعا

زمانہ جاہلیت کا دستور تھا کہ جب کسی کی شادی ہوتی تو اسے ان الفاظ سے دعا دی جاتی ''بالرفاء والبنین'' اس سے پہلے فعل محذوف ہے''بالرفاء'' اس کے

متعلق ہے یعنی عوست بالرفاء والبنین ،تمہاری شادی موافقت ،اتحاد اور بیٹوں کے ساتھ ہو، ''الرفاء'' کے لغوی معنی اجتماع ،جڑنے ،ملنے ،اتفاق واتحاد ،برکت اور نمو یعنی زیادتی اور بڑھوتری کے آتے ہیں ۔کپڑا جب پھٹ جائے تو اس کے جوڑنے کو رفو کہا جاتا ہے یقال ،رفات الثوب رفاء ورفوته رفوًا .بذل المجهود(۳ / ۲۴۸)

امام ابو الحسن السندھیؒ حاشیہ سنن النسائی (۹۰/۲) میں لکھتے ہیں کہ الرفاء میں راء کا کسرہ اور آخر میں مد ہے ،الرفاء الرفو سے ہے ،اس کے دو معانی آتے ہیں ۔

(۱) التسکین یعنی سکون دینا ،راحت دینا ،یقال رفوت الرجل اذا سکنت مابه من روع یعنی رفوت الرجل تب کہا جاتا ہے جب اس آدمی کے خوف اور گھبراہٹ کو سکون دے دیا جائے ۔

(۲) موافقت اور التیام ۔

☆ نبی علیہ السلام نے اس دعا سے کئی وجوہ سے منع کر دیا ۔

(۱) یہ زمانہ جاہلیت والوں کی عادت تھی ۔

(۲) اس میں صرف بیٹوں کے ملنے کی دعا تھی اور لڑکیوں سے نفرت کا اظہار تھا جیسا کہ زمانہ جاہلیت کا رواج تھا ۔

(۳) ان الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور ذکر نہیں تھا ،ان الفاظ سے بتوں کی طرف ذہن منتقل ہو سکتا تھا ۔

عمدة القاری (۱۴/۱۷ ۱ )وفتح الباری (۲۷۷/۹)

(۴) محدث ابن المنیرؒ فرماتے ہیں کہ اہلِ جاہلیت مذکورہ الفاظ بطور دعاء

نہیں بلکہ بطور فال کہا کرتے تھے،اس بناء پر ان الفاظ سے منع کردیا گیا۔

☆نبی علیہ السلام نے تلقین فرمائی کہ اس دعا کی بجائے مندرجہ ذیل دعا کہی جائے۔

(۱)بَارَکَ اللّٰهُ لَکَ وَبَارَکَ عَلَیْکَ وَجَمَعَ بَیْنَکُمَافِیْ خَیْرٍ:

اللہ تعالیٰ تیرے لئے اور تیرے اوپر برکت ڈالے اور تم دونوں کو خیراور بھلائی میں جمع کرے۔

فی سنن ابی داؤد(۱/۳۰۷)کتاب النکاح،باب مایقال للمتزوج عن ابی ھریرةؓ ان النبی ﷺ کان اذا رفأ الا نسان اذا تزوج قال،بارک اللّٰہ لک وبارک علیک وجمع بینکما فی خیر.

• وجامع الترمذی(۱/۳۳۵)ابواب النکاح باب ماجاء فیمایقال للمتزوج،وقال وفی الباب عن عقیل بن ابی طالب،حدیث ابی ھریرةحدیث حسن صحیح والسنن الکبری للبیھقی(۷/۱۴۸)کتاب النکاح،،مایقال للمتزوج،وعمل الیوم واللیلة(ص۳۰۱)باب الرخصةفی ذلک وسنن ابن ماجة(ص۱۳۷)کتاب النکاح باب تھنئة النکاح،ومسند احمد(۲/۳۸۱).

یعنی نبی علیہ السلام جب شادی کرنے والے کو مبارک باد دیتے تو مذکورہ دعا پڑھتے۔

(۲)بَارَکَ اللّٰهُ فِیْکُمْ وَبَارَکَ لَکُمْ یعنی اللہ تعالیٰ تم میں اورتمہارے سارے خاندان میں برکت عطافرمائے۔

عن الحسنؒ قال:تزوج عقیل بن ابی طالبؓ امرأةً من بنی جشم فقیل له بالرفاء والبنین قال:قولوا کما قال رسول اللهﷺبارک الله فیکم وبارک لکم.

سنن النسائی(۲/ ۹۰) کتاب النکاح،باب کیف یدعی للرجل اذا تزوج.

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عقیلؓ بن ابی طالب نے بنوجشم قبیلہ کی ایک عورت سے نکاح کیاتو ان کوان الفاظ میں دعادی گئی"بالرفاء والبنین"تو انہوں نے فرمایا کہ تم ایسے ہی کہو جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بارک الله فیکم وبارک لکم

عن یونس بن عبید قال:سمعت الحسن یقول:قدم عقیل بن ابی طالب البصرة فتزوج امرأة من بنی جشم فقالوا له بالرفاء والبنین فقال:لا تقولوا کذلک فان رسول الله ﷺ نهی ذلک وامرناان نقول:بارک الله لک وبارک علیک.السنن الکبری للبیهقی(۱۱۸/۷)کتاب النکاح باب مایقول للمتزوج وعمل الیوم واللیلة لابن السنی (ص ۲۰۱)باب مایقول للرجل اذا تزوج رقم الحدیث (۶۰۷)نور محمد کارخانه کتب کراتشی.

فی اعلاء السنن(۱۱/۷)وحدیث عقیل اخرجه ایضاًابویعلی والطبرانی،وهومن روایة الحسن عن عقیل،قال فی الفتح:ورجاله ثقات الا ان الحسن لم یسمع من عقیل فیما یقال.

(۳) صرف یہ الفاظ کہے جائیں بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ، یہ الفاظ نبی علیہ السلام نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو کہے تھے۔

جامع الترمذی (۱/۳۳۵) باب ماجاء فی الولیمة. السنن الکبری للبیهقی (۷/۱۴۸) کتاب النکاح، باب مایقال للمتزوج. عمل الیوم واللیة لابن السنیؒ (ص ۲۰۰) المذکورسابقاً، وسنن ابن ماجة (ص ۱۳۷) کتاب النکاح، باب الولیمة وصحیح البخاری (۲/ ۷۷۴و۷۷۵) باب کیف یدعی للمتزوج

(۴) اگر غائب کے لئے دعا کرنی ہو تو یہ الفاظ کہے اَللّٰھُمّ بَارِکْ لَھُمْ وَبَارِکْ عَلَیْھِمْ. اے اللہ ان کے لئے اور ان پر برکت ڈالئے۔

عن الحسن عن عقیل بن ابی طالبؓ انه تزوج امرأة من بنی جشم فقالوابالرفاء والبنین فقال لا تقولوا ھٰکذا ولکن قولوا کما قال رسول اللّٰه ﷺ اللھم بارک لھم وبارک علیھم. سنن ابن ماجة (ص ۱۳۷) کتاب النکاح، باب تھنیة النکاح.

(۵) بَارَکَ اللّٰہُ لَھَا مِنْکَ وَبَارَکَ لَکَ فِیْھَاَ. اللہ تعالیٰ اس (دلہن) کے لئے آپ کی ذات میں اور آپ کے لئے اس کی ذات میں برکت ڈالے۔

عن عبداللّٰه بن محمد بن عقیل قال: تزوج عقیلؓ بن ابی طالب فخرج علینا فقلنا: بالرفاء والبنین، فقال: مَهْ، لا تقولوا ذلک، فان النبی ﷺ قد نھانا عن ذلک، وقال: قولوا: بارک اللّٰه لھا منک، وبارک لک فیھا. مسند احمد (۱/۲۰۳) رقم الحدیث (۱۷۳۸)

عبداللہؒ بن محمد بن عقیل کہتے ہیں کہ عقیل بن ابی طالبؓ نے نکاح کیا ہمارے، ہاں آئے تو ہم نے کہا بالرفاء والبنین تو انہوں نے کہانہیں، یہ نہ کہو کیونکہ نبی علیہ السلام نے ہم کواس سے منع کیا ہے۔

(٦)بَارَکَ اللّٰہُ لَکُمْ وَبَارَکَ عَلَیْکُمْ.

اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اورتم پر برکت ڈالے۔

**عن الحسن ان عقیل بن ابی طالب تزوج امرأۃمن بنی جشم فدخل علیہ القوم فقالوابالرفاء والبنین فقال لا تفعلوا ذلک قالوا:فما نقول یاابایزید؟قال:قولوا:بارک اللّٰہُ لکم وبارک علیکم،انا کذلک کنانأمر.**

**مسند احمد(١ /٢٣٠)رقم الحدیث(١٧٣٩)**

حضرت حسنؒ سے روایت ہے کہ حضرت عقیل بن ابی طالبؓ نے بنوجُشم کی ایک عورت سے شادی کی تو لوگ ان کے پاس گئے اور ان الفاظ میں مبارک باد دی بالرفاء والبنین توآپ نے فرمایا کہ ایسے نہ کروتوانہوں نے کہااے ابو یزید ہم کیا کہیں؟آپ نے فرمایا کہ بارک اللہ لکم وبارک علیکم کہو،ہمیں اسی طرح ہی حکم دیا جاتا تھا۔

(٧)بَارَکَ اللّٰہ لَکُمْ وَبَارَکَ فِیْکُمْ وَبَارَکَ عَلَیْکُمْ.

اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اورتم میں اورتم پر برکت ڈالے۔

**روی بقی بن مخلد من طریق غالب عن الحسن عن رجل من بنی تمیم،قال: کنانقول فی الجاھلیۃ بالرفاء والبنین،فلماجاء الاِسلام علمنا**

نبیناقال:قولوا:بارک اللّٰہ لکم وبارک فیکم وبارک علیکم.

فتح الباری(۹/۲۲۷)

مسند بقی بن مخلدؒ میں ہے حضرت حسن بصریؒ بنو تمیم سے تعلق رکھنے والے ایک صحابیؓ سے نقل کرتے ہیں کہ ہم جاہلیت کے زمانے میں بالرفاء والبنین کہا کرتے تھے، جب اسلام آیا تو ہمارے نبی نے ہمیں فرمایا کہ یوں کہا کرو. بارک اللّٰہ لکم وفیکم وبارک علیکم.

(۸)بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ وَبَارَکَ عَلَیْکَ.

عن الحسن یذکر عن عقیل بن ابی طالب انه تزوج امرأۃ من بنی جشم،فقیل له:بالرفاء والبنین،قال:لاتقولوا ذلک،فان رسول اللّٰہ ﷺ نهی عن ذلک،وامرنا ان نقول:بارک اللّٰہ لک وبارک علیک.

مصنف عبدالرزاق(۶/۱۹۰)کتاب النکاح،باب الترفئة،رقم الحدیث(۱۰۴۵۷)ادارۃ القرآن کراتشی ومصنف ابن ابی شیبه(۹/۳۵۹)کتاب النکاح،باب ماقالوا فی الرجل یتزوج،مایقال له؟رقم الحدیث(۱۷۴۹۷)

## فائدہ:

بعض سلف صالحین سے منقول ہے کہ وہ نکاح کرنے والے کو بالرفاء والبنین والے الفاظ میں دعادیا کرتے تھے جیسا کہ قاضی شریحؒ سے منقول ہے۔

(۱)عن عدی بن ارطاۃ قال:جئت الی شریح فقلت له:انی لزوجت امرأۃً فقال:بالرفاء والبنین .مصنف عبدالرزاق (۶/۱۹۰)کتاب

النکاح،باب الترفئة رقم الحدیث (۱۰۴۵۸)

(۲)اخرج ابن ابی شیبة من طریق عمربن قیس الماضی قال: شهدت شریحاً واتاه رجل من اهل الشام فقال:انی تزوّجت امرأة فقال: بالرفاء والبنین.فتح الباری(۹/۲۷۷)وعمدة القاری(۱۴/۱۷/۱۱)

حافظین جلیلین حافظ عسقلانیؒ اور حافظ عینیؒ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت قاضی شریحؒ کو نہی کی احادیث نہیں پہنچی تھیں،اس لئے انہوں نے مذکورہ دعا کہی ورنہ اس سے نہی آچکی ہے۔(ایضاً)

## گنجائش اور اجازت

اگر کسی نے مبارک بادی دیتے وقت مذکورہ دعا کہی اور اس کے پیش نظر جاہلیت کا نظریہ نہ تھا تو اس کی گنجائش ہے،اسے بطور دعا پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

☆ابن المنیرؒ فرماتے ہیں کہ اس دعا سے ممانعت کی اصل وجہ یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت والے اسے بطورفال پڑھتے تھے نہ کہ بطوردعاء،لہذا اگرکوئی اسے بطوردعاپڑھے تودرست ہے۔مثلاًیوں کہے:اللّٰھم الف بینھاوارزقھمابنین صالحین یایوں کہے الف اللّٰہ بینکما ورزقکما ولدًا ذکراًوغیرہ۔

فتح الباری(۹/۲۷۷)

☆علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اگر"بالرفاء والبنین" کی بجائے"بالرفاء والاولاد" کے الفاظ کہے جائیں تومکروہ نہ ہوناچاہئے کیونکہ اس میں بچیوں سے نفرت کااظہارنہیں ہوتا۔عمدة القاری(۱۴/۱۱۴)

## حدیث سے ثبوت

حافظ ابوبکر ابن السنیؒ نے عمل الیوم واللیة میں پہلے باب باندھا ہے باب مایقول للرجل اذا تزوج اس میں ممانعت کی حدیث ذکر کی ہے پھر باب باندھا ہے باب الرخصة فی ذلک اس میں حضرت عائشہؓ کی یہ حدیث نقل فرمائی ہے۔

عن مسروق عن عائشة ؓ قالت:دخل علیّ رسول اللّٰه ﷺ مسروراًفقال یاعائشة ان اللّٰه عزوجل زوّجنی مریم بنت عمران وآسیة بنت مزاحم فی الجنة،قالت،قلت:بالرفاء والبنین یارسول اللّٰه.قال ابو بکر ابن السنی: کذا کتبت من کتابه.عمل الیوم واللیة(ص ۲۰۱)باب الرخصة فی ذلک رقم الحدیث(٦٧)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام میرے ہاں تشریف لائے اس حال میں کہ آپ بہت خوش تھے فرمایا اے عائشہؓ اللہ تعالیٰ نے جنت میں میرا نکاح مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم سے کردیا ہے،حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے کہا ''بالرفاء والبنین'' ابو بکر ابن السنیؒ کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث اپنے استاد احمد بن ابراہیم المدینی کی کتاب (خط) سے اسی طرح لکھی ہے۔

## ترجیح

ترجیح ان دعاؤں کو حاصل ہے جو پہلے بیان کی جا چکی ہیں اوران میں برکت کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے،برکت کا لفظ بہت جامع ہے،حافظ

صاحبؒ لکھتے ہیں:

**الدعاء للمتزوج بالبركة هو المشروع، ولا شك انها لفظة جامعة يدخل فيها كل مقصود من ولد وغيره. فتح الباری(۹/۲۲۲)**

یعنی نکاح کرنے والے کے لئے برکت کی دعا کرنا مشروع ہے اورکوئی شک نہیں کہ برکت کا لفظ جامع ہے،اس میں ہر مقصود داخل ہے، بچہ ہویااس کے علاوہ۔

## دعاء کا اثر

نبی علیہ السلام نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو مذکورہ الفاظ میں دعادی تھی یعنی بارک اللہ لک، یہ دعاان کے حق میں قبول ہوئی اوراس کا بڑااثر ظاہر ہوا۔عبدالرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں:

**فلقد رأيتني ولو رفعت حجراً لرجوت ان اصيب ذهباً اوفضةً. فتح الباری(۹/۲۹۳)**

یعنی میری حالت یہ بن گئی تھی کہ اگر میں پتھر اٹھاتا تو مجھے امید ہوتی کہ میں سونایاچاندی پاؤں گا۔

## دلہن کو عروسی کے لئے بھیجنے کی دعا

جب دلہن کو دلہے کے ہاں زفاف اور عروسی کے لئے بھیجاجائے تو یہ دعاء پڑھی جائے **علی الخیر والبرکۃ وعلی خیر طائر**

**عن عائشةؓ تزوجني النبي ﷺ فأتتني امي فادخلتني الدار**

فاذانسوۃ من الا نصارفی البیت،یقلن:علی الخیرو البرکۃ وعلی خیرطائر .صحیح البخاری(۲/۷۷۵)کتاب النکاح،باب الدعاء للنسوۃ اللاتی یھدین العروس وللعروس.

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی علیہ السلام نے مجھ سے شادی کی تو میری والدہ نے آ کر مجھے گھر میں داخل کیا تو کمرے میں انصار کی چند عورتیں تھیں،انہوں نے یہ دعا کہی کہ خیر وبرکت اور نیک شگون کے ساتھ۔

## دعاء جماع وملاقات

عن ابن عباسؓ قال قال النبی ﷺ اما لو احد ھم یقول حین یأتی اھلہ بسم اللّٰہ اللھم جنبنی الشیطان وجنب الشیطان مارزقتنا ثم قدر بینھما فی ذلک اوقضی ولدلم یضرہ شیطان ابداً .

صحیح البخاری(۲ /۷۷۶) کتاب النکاح،باب مایقول الرجل اذا اتی اھلہ.

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص بیوی سے جماع کرتے وقت یہ دعا کہدے بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنِي الشَّيْطَانَ وَ جَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَارَزَقْتَنَا(اللہ کے نام کے ساتھ،اے اللہ مجھے شیطان سے بچائیں اور تو نے مجھے جو (اولاد) دینی ہے شیطان کو اس سے بچائیں ) پھر اس کے نتیجہ میں جو اولاد مقدر ہو گی شیطان اسے کبھی بھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

# دعوتِ ولیمہ اور نزولِ حجاب

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ امَنُوْا لاَ تَدْ خُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِي اِلاَّ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِيْنَ اِنٰهُ ولٰكِنْ اِذَادُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلاَ مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ اِنَ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِى النبىَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لاَ يَسْتَحِيْ مِنَ الْحَقِّ،وَاِذَاسَاَلتموهُنَّ مَتَاعاًفَسْئَلُوْ هُنَّ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ.الاٰية

سورۃالاحزاب(۳۳:۵۳)

اس آیت کو آیت حجاب اور آیت آداب دعوت کہا جاتا ہے، یہ آیت صحیح قول کے مطابق نبی علیہ السلام کے ایک ولیمہ کے موقعہ پر نازل ہوئی تھی۔

صحیح البخاری کتاب التفسیر میں حضرت انسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ آیتِ حجاب کے نزول کے بارے سب سے زیادہ میں واقف ہوں کیونکہ میں اس واقعہ میں موجود تھا، ہوا یوں کہ حضرت زینب بنت جحشؓ نکاح کے بعد رخصت ہو کر حرم نبویؐ میں داخل ہوئیں اور مکان میں آپ علیہ السلام کے ساتھ موجود تھیں، آپ علیہ السلام نے ولیمہ کا اہتمام فرمایا اور لوگوں کو دعوت دی، حضرت زینبؓ جس مکان میں تشریف فرما تھیں، اسی میں دعوت ولیمہ کھانے کا اہتمام ہوا، اور اس زمانے میں جگہ کم ہونے کی وجہ سے مہمانوں کے کھانے کا انتظام زنانہ مکان میں ہی ہوتا تھا، نیز اس وقت تک پردہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا، دعوت ولیمہ کھانے کے بعد اکثر حضرات چلے گئے لیکن کچھ حضرات وہیں جم کر آپس میں باتیں کرنے کے لئے بیٹھ گئے۔

ترمذی، کتاب التفسیر کی روایت کے مطابق حضرت زینبؓ بھی اسی جگہ تشریف فرما تھیں جو کہ حیاء کی وجہ سے دیوار کی طرف اپنا رخ پھیرے ہوئے بیٹھی تھیں، ان لوگوں کے اس طرح دیر تک بیٹھنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوئی۔

آپ گھر سے باہر تشریف لائے اور دوسری ازواج مطہرات کے پاس ملاقات اور سلام کے لئے تشریف لے گئے تاکہ یہ لوگ اُٹھ کر چلے جائیں، آپ علیہ السلام واپس آئے دیکھا تو وہ بدستور بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے ہیں، اب ان کو احساس ہوا تو منتشر ہو گئے، نبی علیہ السلام گھر میں داخل ہوئے، تھوڑی دیر کے بعد باہر تشریف لائے اور مذکورہ آیت پڑھی اور فرمایا کہ یہ اب نازل ہوئی۔

صحیح البخاری کتاب التفسیر(۲/۷۰٦)سورۃ الاحزاب، جامع الترمذی(۲/۱۲۷) کتاب التفسیر.

## تین آدابِ دعوت

مذکورہ آیت میں دعوت کے تین آداب بیان فرمائے ہیں۔

(۱) داعی کے گھر میں بغیر اجازت کے داخل ہونا منع ہے لاتدخلوا بیوت النبی الاان یؤذن لکم.

(۲) جب گھر میں داخل ہونے اور کھانے کی دعوت دی جائے تو وقت سے پہلے جا کر کھانا پکنے کا انتظار نہ کرنا چاہئے بلکہ جب کھانا تیار ہو جائے تب جانا چاہئے غیر ناظرین انٰہ ولکن اذا دعیتم فادخلوا.

(۳) کھانے سے فارغ ہو کر وہاں سے چلے جانا چاہئے، وہیں بیٹھ کر بات

چیت کرنااوراہلِ خانہ کو تکلیف دیناغلط بات ہے۔فاذاطعمتم فانتشرواولا مستانسین لحدیث.

مسئلہ:

تیسرے ادب کے بارے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں:

یہ عام حالات میں ہے،جہاں عادۃً مہمانوں کا کھانے کے بعد دیر تک بیٹھے رہنامیزبان کے لئے باعثِ تکلیف ہو،خواہ اس لئے کہ وہ فارغ ہو کر اپنے دوسرے کاموں میں لگنا چاہتا ہے یااس لئے کہ ان کو فارغ کر کے دوسرے مہمانوں کو کھلانا مقصود ہے اور جہاں حالات اورعادت سے یہ معلوم ہو کہ کھانے کے بعد مہانوں کا دیر تک باہمی باتوں میں مشغول رہنامیزبان کے لئے موجب کلفت نہیں،وہ اس سے مستثنیٰ ہوگا،جیسا کہ آج کل کی پارٹیوں اور دعوتوں میں رواج ہوگیاہے،دلیل اس کی آیت کااگلاجملہ ہے جس میں ارشاد ہے ان ذلکم کان یؤذی النبی فیستحیی منکم واللّٰہ لایستحیی من الحق یعنی کھانے کے بعد باتوں میں مشغول ہونے کی ممانعت کاسبب یہ ہے کہ ایسا کرنے سے نبی علیہ السلام کو تکلیف پہنچی تھی کیونکہ مہمانوں کے کھانے کاانتظام زنانہ مکان میں ہوتا تھا،وہاں مہمانوں کادیر تک ٹھہرنا گھر والوں کے لئے موجب کلفت ہونا ظاہر ہے۔

معارف القرآن(۱۹۹/۷)۔

مسئلہ:

نبی علیہ السلام کو اگرچہ مہمانوں کے مذکورہ طرز عمل سے تکلیف پہنچی مگر

چونکہ اپنے مہمان تھے، اپنی تکلیف کی خاطر اس حالت میں ان کو ادب سکھانے سے حیا ہوئی اور آپ خاموش رہے۔

حضرت مفتی صاحبؒ لکھتے ہیں:

اس جملے سے مہمانوں کے اکرام اور خاطر داری کا کتنا بڑا اہتمام معلوم ہوا کہ اگرچہ مہمانی کے آداب سکھانا آپ علیہ السلام کے فرائض میں تھا مگر اپنا مہمان ہونے کی حالت میں آپ علیہ السلام نے اس کو بھی مؤخر کیا، یہاں تک کہ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ آداب سکھانے کا اہتمام فرمایا۔

معارف القرآن (۱۹۹/۷، ۲۰۰)۔

## دلہن کا خود ولیمہ تیار کرنا اور خدمت کرنا

اگر دلہن ولیمہ کا کھانا خود تیار کرے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، اسی طرح اگر مدعو حضرات کی خدمت کرے تو بھی درست ہے بشرطیکہ مدعو سب اس کے محرم ہوں یا اگر محرم نہ ہوں تو پردہ کے پیچھے سے کھانا تیار کر کے دے، تاہم اگر خوف فتنہ ہو یا معاشرہ میں اسے برا محسوس کیا جاتا ہو تو ایسے موقعہ پر دلہن سے خدمت نہیں لینا چاہئے۔

امام بخاریؒ نے صحیح البخاری (۲/۷۷۸) میں باب قائم کیا ہے، **باب قیام المرأة علی الرجال فی العرس وخدمتهم بالنفس** یعنی یہ باب اس بارے ہے کہ عورت (دلہن) ولیمہ کے کھانے میں مردوں کا خیال رکھے اور خود ان کی خدمت کرے پھر اسی باب میں حضرت سہل بن سعدؓ کی مندرجہ ذیل حدیث پیش کی ہے۔

**عن سهل قال: لما عرس ابو اسيد الساعدی دعا النبی صلی الله**

**علیه وسلم واصحابه فماصنع لهم طعاماولاقربه الیهم الاامرأته ام اسید،بلت تمرات فی تور من حجارة من اللیل فلما فرغ النبی صلی الله علیه وسلم من الطعام اماثته له فسقته تحفةً بذلک .**

حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ جب ابو سید ساعدیؓ (مالک بن ربیعہؓ) نے شادی کی تو نبی علیہ السلام اور آپ کے کچھ صحابہ کو دعوت دی، نبی علیہ السلام اور صحابہ کرام کے لئے ان کی بیوی اُم السید (سلامہؓ بنت وہیب) نے ہی کھانا تیار کیا اور قریب لائیں، اس نے رات سے پتھر کے ایک برتن میں کھجوریں بھگو دی تھیں، جب نبی علیہ السلام کھانے سے فارغ ہوئے تو دلہن نے کھجوروں کو پانی میں ڈال کر نبی علیہ السلام کو بطور تحفہ وہدیہ پلایا۔

اس کے بعد دوسری روایت میں نقل کیا ہے **فکانت امرأته خادمتهم یومئذوهی العروس** یعنی ابو اسیدؓ کی بیوی دلہن ہونے کی حالت میں ان کی خدمت کررہی تھی۔

علامہ عینیؒ لکھتے ہیں:

**وفیه جوازخدمةالمرأة زوجهاومن یدعوه عندالامن من الفتنة،وجوازالشرب بمالایسکر فی الولیمة وجوازایثارکبیر القوم فی الولیمة بشیٔ دون القوم.** عمدة القاری (۱۴/ ۱۴۰)

یعنی اس حدیث سے تین مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

(۱) اگر فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو عورت (دلہن) اپنے شوہر اور اس کے مدعوین کی خدمت کرسکتی ہے۔

(۲) ولیمہ میں کوئی بھی ایسی چیز پینا اور پلانا جائز ہے جو نشہ آور نہ ہو۔

(۳) ولیمہ میں (بوقت ضرورت) قوم کے بڑے کو کچھ کھلایا پلایا جائے اور عام افراد کو نہیں تو اس کی اجازت ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے بھی یہی لکھا ہے، وہ ایک مزید شرط بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

**ومراعاة مایجب علیهامن الستر. فتح الباری(۹/۲۱۳)**

یعنی عورت اگر خدمت کرے تو اس کا پردہ میں رہنا ضروری ہے۔

نیز ایک چوتھا مسئلہ مستنبط فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

**وجوازاستخدام الرجل امرأته فی مثل ذلک (ایضاً)**

ولیمہ کے موقعہ پر مرد اپنی بیوی سے اس طرح کی خدمت لے سکتا ہے۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ام المومنین ام سلمہؓ نے بھی اپنے ولیمہ کا کھانا خود تیار کیا تھا جیسا کہ ازواج مطہرات کے ولیموں کے بیان میں آ رہا ہے۔

## دعوتِ ولیمہ میں تعاون

ولیمہ کے کھانے میں تعاون کرنا اچھی بات ہے، خاص طور پر اگر کسی غریب شخص کا ولیمہ ہو اور اس کے پاس گنجائش کم ہو، امیر شخص کا تعاون بھی ہوسکتا ہے لیکن اس میں تبادلہ کی صورت نہ بننے پائے یعنی اس نیت سے تعاون کرنا کہ آیندہ جب ہمارا ولیمہ ہو تو وہ تعاون کرے گا یہ درست نہیں، خاص طور پر اس کا رواج بنا لینا اور زیادہ برا ہے، نیوتہ کی رسم بھی اسی طرح وجود میں آئی ہے۔

(۱) جب نبی علیہ السلام نے حضرت زینبؓ سے نکاح کیا تو حضرت انسؓ کی

والدہ ام سلیمؓ نے حیس (خاص قسم کا مخلوط حلوہ) تیار کیا اور نبی علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا، نبی علیہ السلام نے حضرت انسؓ سے فرمایا کہ جاؤ جن مسلمانوں سے ملاقات ہو ان کو ولیمہ کی دعوت دوالخ

**صحیح المسلم(۱/۴۶۱) کتاب النکاح،باب زواج زینب بنت جحش الخ**

(۲) حضرت ابوہریرہؓ کی ایک روایت میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے پوچھا کہ کیا آپ نے شادی کی ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہاں، آپ نے فرمایا کہ ولیمہ بھی کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا نہیں، تو نبی علیہ السلام نے ان کو سونے کی گٹھلی دی اور فرمایا کہ ولیمہ کرو اگرچہ بکری کے ساتھ ہو۔

حافظ صاحبؒ لکھتے ہیں:

**وهذالوصح كان فيه ان الشاة من اعانة النبى ﷺ.**

فتح الباری(۹/۲۹۳)

یعنی اگر یہ حدیث صحیح ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے نبی علیہ السلام کی اعانت سے بکری ذبح کی تھی۔

(۳) حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے واقعہ میں آتا ہے کہ ان پر نبی علیہ السلام نے زردی کا نشان دیکھا تو آپ علیہ السلام کے سوال پر کہا کہ میں نے شادی کی ہے، آپ نے ولیمہ کا حکم دیا، زردی مردوں کے لئے منع ہے پھر عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے زرد رنگ کیوں لگایا تھا؟

فتح الباری میں اس کے سات جواب دیئے گئے ہیں، ساتواں جواب یہ

ہے:

سابعهاان العروس يستثنیٰ من ذلک لاسيمااذا كان شاباً،ذكر ذلک ابوعبيدقال:وكانوايرخصون للشاب فی ذلک ايام عرسه قال:وقيل:كان فی اول الاِسلام من تزوج لبس ثوبا مصبوغا علامة لزواجه ليعان علی وليمة عرسه.فتح الباری(۹/۲۹۴).

حاصل یہ کہ دلہے کو صفرہ (زردی) کے استعمال کی اجازت ہے اوراس کی حکمت یہ ہے کہ یہ شادی کی نشانی ہے تاکہ لوگ ولیمہ کے سلسلہ میں اس کاتعاون کریں۔

(۴) حضرت صفیہ بنت حییؓ کے ولیمہ میں صحابہ کرامؓ نے تعاون کیا تھا، نبی علیہ السلام نے ارشادفرمایا:

من كان عنده شيئ فليجئ به قال وبسط نطعاً قال فجعل الرجل يجيئ بالاقط وجعل الرجل يجئ بالتمروجعل الرجل يجيئ بالسمن فحاسوا حيساً فكانت وليمة رسول اللهﷺ.

صحيح المسلم(۱/۴۵۹)عن انسؓ

یعنی آپ نے فرمایا کہ جس کے پاس جو کچھ ہو وہ لے آئے،بعض کھجوریں، بعض پنیراور بعض گھی لائے،ان سب کو ملا کر حیس بنایا گیا،یہی نبی علیہ السلام کاولیمہ تھا۔

امام نوویؒ لکھتے ہیں:وفيه انه يستحب لا صحاب الزوج وجيرانه مساعدته فی وليمته بطعام من عندهم.

شرح النووی علی المسلم(۴۵۹/۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شادی کرنے والے کے ساتھیوں اور پڑوسیوں کے لئے اپنی طرف سے کھانا دے کر اس کا تعاون کرنا مستحب ہے۔

(۴)عن الحکم قال:لماتزوّج بلال اُتی النبی ﷺ بذهب،قال لبلال: "سُق هذا"ثم قال:"اعینوااخاکم فی ولیمته".مصنف ابن ابی شیبة(۳۳۷/۹.۳۳۸)کتاب النکاح،باب من کان یقول یطعم فی العرس والختان رقم الحدیث(۱۷۴۴۲)قال محمد عوامة:هذا مرسل واسناده صحیح۔وکذا فی مراسیل ابی داؤد(۲۲۶)ولفظه"اجمعوالاخیکم فی ولیمته"

حضرت حکمؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت بلالؓ نے شادی کی تو نبی علیہ السلام کے پاس سونا آیا تو نبی علیہ السلام نے بلال سے فرمایا کہ یہ لے جاؤ،لوگوں سے فرمایا کہ ولیمہ کے بارے اپنے بھائی کی مدد کرو،اور ایک روایت میں ہے کہ اپنے بھائی کے لئے ولیمہ کے بارے کچھ جمع کرو۔

یہ حدیث سنن سعید بن منصورؒ(ص۵۸۸) میں بھی نقل کی گئی ہے البتہ اس میں حضرت بلالؓ کی جگہ حضرت صہیبؓ کا واقعہ نقل کیا گیا ہے۔

واضح رہے کہ حضرت بلال(کمزور اور غریب ترین) کی شادی حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ(جوسب صحابہ کرامؓ میں مالدار تھے) کی بہن حضرت ہالہ زہریہؓ سے ہوئی تھی۔تعلیق المصنف لمحمد عوامه(۳۳۸/۹)

## ولیمہ میں تعاون کی ترغیب

مذکورہ روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی کے ولیمہ میں تعاون کی ترغیب دینا بھی درست بلکہ نیکی ہے البتہ پہلے خود بھی اس کا تعاون کرنا چاہیۓ جیسا کہ نبی علیہ السلام نے پہلے خود حضرت بلالؓ یا حضرت صہیبؓ کا تعاون کیا پھر دوسرے حضرات کو ان کے تعاون کی ترغیب دی۔

## زکوٰۃ کے ذریعہ تعاون

اگر ولیمہ کرنے والا مستحق زکوٰۃ ہے تو زکوٰۃ کی رقم سے بھی اس کا تعاون کرنے کی اجازت ہے اور یہ درحقیقت تعاون نہ ہوگا بلکہ اپنے فرض کی ادائیگی ہوگی، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ زکوٰۃ کی رقم اس کو دے کر قابض و مالک بنا دیا جائے پھر وہ یا اس کا وکیل رقم سے کھانا تیار کرے۔ اگر زکوۃ دہندگان نے کھانا تیار کر کے اس کی طرف سے کھلا دیا تو زکوۃ ادا نہ ہوگی کیونکہ یہ اباحت ہے، تملیک نہیں جب کہ زکوۃ کی ادائیگی کے لئے تملیک اور قبضہ ضروری ہے۔

## ولیمہ کا کھانا حاضر ہو جائے تو کھانا چاہیۓ انتظار منع ہے

بشر بن المبارک الراسبیؒ قال:ذھبت مع جدی فی ولیمۃ فیھا غالب القطان قال: فجیئ بالخوان فوضع فمسک القوم ایدیھم فسمعت غالب القطان یقول:مالھم لایاکلون؟قالوا:ینتظرون الأدم،فقال غالب:

**حدثنا کریمة بنت همام الطائیة عن عائشة ام المومنینؓ ان النبی ﷺ قال: اکرموا الخبز وان کرامة الخبز ان لاینتظر به" فاکله واکلنا. مستدرک الحاکم (۴/۱۳۶) کتاب الاطعمة، رقم الحدیث (۷۱۴۵/۷۴) وقال الحاکم: هذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاه، وقال الذهبی فی التلخیص: صحیح.**

بشر بن مبارک راسبیؒ کہتے ہیں کہ میں اپنے دادا کے ساتھ ایک ولیمہ میں شریک ہوا جس میں غالب قطان بھی موجود تھے، دستر خوان لا کر رکھا گیا تو لوگوں نے اپنے ہاتھ روک لئے، غالب قطان نے کہا یہ کیوں کھانا نہیں کھا رہے؟ بعض نے کہا کہ وہ سالن کا انتظار کر رہے ہیں تو غالب نے کہا مجھے کریمہ بنت ہمام طائیہ نے حضرت ام المومنین عائشہؓ سے، نبی علیہ السلام کی حدیث بیان کی، آپ نے فرمایا کہ روٹی کا اکرام کرو اور روٹی کا اکرام یہ ہے کہ اس کے ساتھ انتظار نہ کیا جائے پھر انہوں نے کھانا کھایا اور ہم نے بھی کھایا۔

☆ کھانا آ جائے تو انتظار منع ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ جب پورا کھانا آ جائے، پہلے سادگی تھی صرف روٹی کی دعوت بھی ہوتی تھی، سالن نہ ہوتا تھا، اس لئے روٹی حاضر ہو جاتی اور سالن حاضر نہ ہوتا تو اس کا مطلب یہی ہوتا کہ ساتھ سالن نہیں لہذا روٹی کھا لینا چاہئے لیکن اب سالن کے بغیر روٹی نہیں دی جاتی لہذا انتظار میں کوئی حرج نہیں بلکہ ضروری ہے۔

## حضرت زینبؓ بنت جحش کا ولیمہ

**عن ثابت قال: ذکر تزویج زینب بنت جحشؓ عند انس فقال:**

**مارأيت النبی ﷺ اولم علی احد من نسائه مااولم عليها،اولم بشاة .**

**صحيح البخاری(۲ /۷۷۷)باب من اولم علی بعض نسائه اكثر من بعض وكذافی صحيح المسلم(۱/۴۶۱)وسنن ابی داؤد(۲/۱۷۰)وابن ماجة(ص ۱۳۷)**

حضرت انسؓ کے سامنے حضرت زینب بنت جحشؓ کی شادی کا تذکرہ ہواتوانہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی علیہ السلام کو اپنی ازواج میں سے کسی ایک پر اتنا ولیمہ کرتے نہیں دیکھا جتنا آپ نے حضرت زینبؓ پر کیا تھا،آپ نے ایک بکری کا ولیمہ کیا تھا۔

## چند وضاحتیں

نبی علیہ السلام نے حضرت زینبؓ کا ولیمہ زیادہ کیوں دیا تھا؟اس کی مختلف وجوہات ذکر کی گئی ہیں۔

(۱)امام کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے بطور شکرِ نعمت کے حضرت زینبؓ کا ولیمہ زیادہ دیا،حضرت زینبؓ سے نکاح کے سلسلہ میں آپ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی نعمت اور نوازش یہ ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے خود آپ کا نکاح حضرت زینبؓ سے کردیا تھا اوروحی کے ذریعہ بتلادیا تھا،یہ نکاح عام نکاحوں سے مختلف تھا،اس میں نہ ولی موجود تھااور نہ گواہ تھے،قرآن کریم میں ہے:

**فَلَمَّاقَضیٰ زَیْدٌ مِّنْهَاوَطراًزَوَّجْنٰکَهاَ(الاحزاب:۳۷)**

پس جب زیدؓ نے ان سے حاجت پوری کر لی تو ہم نے آپ کاان سے نکاح کرادیا۔

اس نعمت کے طور پر آپ علیہ السلام نے بڑا ولیمہ دیا۔علامہ عینیؒ نے اس قول کو احسن الوجوہ فرمایا ہے۔عمدۃ القاری(۱۴ر۱۲۷)یعنی سب سے بہتر توجیہ یہی ہے۔

(۲)بعض حضرات فرماتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے بیانِ جواز کے لئے زینبؓ کے نکاح میں بکری ذبح کی اور دوسری ازواج کے نکاح میں ذبح نہیں کی۔

بیانِ جواز کے دو مطلب ہو سکتے ہیں(۱) بکری کے علاوہ ولیمہ بھی جائز ہے (۲)ایک شخص متعدد نکاح کرے تو سب نکاحوں کا ولیمہ ایک جیسا ہونا ضروری نہیں،کم وبیش ہو سکتے ہیں۔

(۳)مذکورہ دو توجیہات اس بات پر مبنی ہیں کہ نبی علیہ السلام نے قصداً بعض ازواج مطہرات کا ولیمہ زیادہ دیا اور بعض کا کم،شارح بخاری امام ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے اپنے اختیار سے تفضیل (کمی بیشی) نہیں کی بلکہ اتفاقاً ایسا ہوا ہے یعنی حضرت زینبؓ کے نکاح کے وقت بکری کی گنجائش تھی تو بکری ذبح کردی اور دوسرے نکاحوں کے وقت بکری کی گنجائش نہ تھی جو میسر آیا ولیمہ کردیا،اگر دوسرے نکاحوں کے وقت بھی بکری میسر ہوتی تو اسی سے ولیمہ کرتے کیونکہ آپ سب سے زیادہ سخی تھے۔

فتح الباری(۹/۲۹۶)وعمدۃ القاری(۱۴/۱۲۷)

☆مذکورہ حدیث میں حضرت انسؓ نے فرمایا ہے کہ حضرت زینبؓ کے نکاح میں بکری ذبح کی گئی اور یہ نبی علیہ السلام کا سب سے بڑا ولیمہ تھا،اس پر اشکال یہ ہے کہ عمرہ قضاء کے موقعہ پر نبی علیہ السلام نے مکہ مکرمہ میں حضرت میمونہ بنت

الحارثؓ سے نکاح فرمایا تو بکری سے بھی بڑا ولیمہ کیا، جس کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے سب اہل مکہ کو دعوت دی، اگر چہ وہ شریک نہ ہوئے۔

دوسرے یہ نکاح فتح خیبر کے بعد ہوا تھا اور فتح خیبر کے بعد تمام مسلمانوں کی مالی حالت مستحکم ہو چکی تھی، گنجائش تھی، اس لئے نبی علیہ السلام نے بڑا ولیمہ کیا۔

اس اشکال کے دو جواب ہیں۔

(۱) حضرت انسؓ کی مذکورہ بات اپنے علم تک محدود ہے یعنی وہ فرمار ہے ہیں کہ میرے علم کے مطابق سب سے بڑا ولیمہ حضرت زینبؓ کا تھا جبکہ نفس الامر میں بڑا ولیمہ حضرت میمونہؓ کا تھا۔

(۲) حضرت انسؓ کو بھی معلوم تھا کہ سب سے بڑا ولیمہ حضرت میمونہؓ کا تھا انہوں نے حضرت زینبؓ کے ولیمہ کو برکت کے اعتبار سے سب سے بڑا فرمایا ہے کیونکہ اس میں ایک بکری کئی صحابہ کرامؓ کے لئے کافی ہو گئی تھی جو کہ نبی علیہ السلام کا معجزہ تھا۔

حافظ ابن حجرؒ کے بقول مدعو صحابہ کرامؓ ایک ہزار تھے، ایک بکری سب کو کافی ہو گئی تھی۔

فتح الباری(۳۹۶/۹)وعمدۃ القاری(۱۲۷/۱۴)

# تعارض اور اس کا حل

حضرت زینبؓ کے ولیمہ کے متعلق حضرت انسؓ کی مذکورہ روایات میں تصریح ہے کہ نبی علیہ السلام نے بکری ذبح کی تھی اور خود ولیمہ دیا تھا لیکن صحیحین میں ہی حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے حضرت زینبؓ سے رسم عروسی ادا

فرمائی تو میری والدہ حضرت ام سلیمؓ کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں ہدیہ بھیجنا چاہئے، چنانچہ انہوں نے کھجوروں، پنیر اور گھی کا حیس بنا کر ایک برتن میں ڈالا اور مجھے فرمایا کہ یہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں لے جاؤ، میری طرف سے ان کو سلام کہنا اور عرض کرنا کہ یہ حقیر سا ہدیہ ہے، قبول فرمالیں، چنانچہ میں حیس لیکر نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے حیس پر اپنے دونوں ہاتھ رکھے اور کچھ پڑھا پھر مجھے حکم دیا کہ فلاں فلاں کو بلاؤ بلکہ جس سے بھی آپ کی ملاقات ہوا سے بلاؤ، چنانچہ میں نے ان کو بلایا، دس دس حضرات آتے گئے اور کھانا کھاتے گئے، چنانچہ وہ سب سیر ہو گئے الخ

صحیح البخاری (۲/۷۷۵،۷۷۶) وصحیح المسلم (۱/۴۶۱،۴۶۲)۔

## جوابات

اس تعارض کے تین جوابات دیئے گئے ہیں۔

جواب (۱) حضرت قاضی عیاضؒ نے یہ جواب دیا ہے کہ یہاں کسی راوی کو وہم ہوا ہے، یہ دو الگ واقعات ہیں راوی نے ان کو ایک کر دیا ہے۔

جواب (۲) امام قرطبیؒ نے قاضی عیاضؒ کے جواب کا تعاقب کرتے ہوئے فرمایا کہ دونوں روایات میں تطبیق ممکن ہے، راوی کی طرف سے کوئی وہم نہیں ہوا۔

تطبیق یہ ہے کہ پہلے نبی علیہ السلام نے بکری ذبح کرکے ولیمہ دیدیا اور صحابہ کرامؓ چلے گئے، دو تین حضرات وہیں بات چیت میں مشغول رہے، اتنے میں حضرت انسؓ حیس لے آئے، نبی علیہ السلام نے حضرت انسؓ کو حکم دیا کہ دوسرے حضرات کو بھی بلالو، چنانچہ ان کو بلایا، وہ سب سیر ہو گئے۔

(۳) حافظ ابن حجرؒ نے یہ جواب دیا ہے کہ اس توجیہ کی بھی ضرورت نہیں کہ حضرات ولیمہ کھا کر چلے گئے، بلکہ جب نبی علیہ السلام نے ولیمہ تیار فرمایا تو حضرت انسؓ حیس بھی لے آئے، صحابہ کرامؓ نے نبی علیہ السلام کا اپنا تیار کردہ ولیمہ (جس میں بکری کا گوشت اور روٹی تھی) اور حیس دونوں تناول فرمائے۔

فتح الباری (۹ / ۲۸۳)

## حضرت میمونہ بنت الحارثؓ کا ولیمہ

حضرت میمونہ بنت الحارثؓ کا ولیمہ مکہ مکرمہ میں ہوا تھا اور مذکورہ روایات سے معلوم ہوا کہ یہ سب سے بڑا ولیمہ تھا۔

## حضرت صفیہ بنت حییؓ کا ولیمہ

حضرت صفیہؓ کا ولیمہ بالکل سادہ تھا، بناء (شب عروسی) کے بعد صبح نبی ء ہ السلام نے دسترخوان بچھانے کا حکم دیا اور صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ جس کے ں کھانے پینے کی جو چیز ہو دستر خوان پر لے آئے، چنانچہ کسی کے پاس کھجوریں تھیں، کسی کے پاس پنیر، کسی کے پاس گھی وغیرہ، یہ سب اشیاء جمع کر کے حیس بنالیا گیا اور صحابہ کرامؓ نے مل کر کھایا۔

## حیس کی حقیقت

حیس مالیدہ کو کہا جاتا ہے یعنی وہ خاص قسم کا چورا، کھانا اور حلوہ جو گٹھلی نکالی گئی کھجوروں، پنیر اور گھی کے ملانے سے بنایا جاتا ہے، ایک شاعر کہتا ہے۔

واذا تکون کریھة اُدعیٰ لھا.... واذا یحاس الحیس یُدعیٰ جندب

جب مصیبت اور لڑائی کا وقت ہوتا ہے تو مجھے اس کی طرف بلایا جاتا ہے اور جب مالیدہ تیار کیا جاتا ہے تو میرے رقیب جندب کو دعوت دی جاتی ہے۔

لہٰذا حضرت صفیہؓ کے ولیمہ کے بارے جو بعض روایات میں حیس کا لفظ آیا ہے اور بعض میں کھجور، پنیر اور گھی سے مخلوط کھانے کا، ان میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ دونوں کا مفہوم ایک ہے۔

**(۱)عن انسؓ قال: اقام النبی ﷺ بین خیبر والمدنیة ثلثاینی علیه بصفیة بنت حیی فدعوت المسلمین الی ولیمة فما کان فیها من خبز ولا لحم، امر بالانطاع فالقی فیها من التمر و الأقِط والسمن فکانت ولیمته الخ صحیح البخاری (۲/۷۷۵) کتاب النکاح، باب البناء فی السفر.**

**(۲)عن انسؓ ان رسول اللّٰه ﷺ اعتق صفیة وتزوجها وجعل عتقها صداقها واولم علیها بحیس. صحیح البخاری (۲/۷۷۷)**

**(۳)فاصبح النبی ﷺ عروساً فقال: من کان عنده شیئ فلیجیئ قال: وبسط نطعاً قال: فجعل الرجل یجیئ بالاقط وجعل الرجل یجیئ بالتمر وجعل الرجل یجیئ بالسمن فحاسوا حیساً فکانت ولیمة رسول اللّٰه ﷺ.**

**صحیح المسلم (۱/۴۵۹) عن انس، وفیه عنه فی روایة فلما اصبح قال رسول اللّٰه ﷺ من کان عنده فضل زاد فلیأتنا به.**

## حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا ولیمہ

حضرت ام سلمہؓ خود اپنا واقعہ بیان کرتی ہیں کہ نبی علیہ السلام سے میرا نکاح

ہوا تو مجھے آپ علیہ السلام نے حضرت زینب بنت خزیمہؓ کے کمرے میں بھیجا، وہاں گھڑے میں کچھ جو تھے وہ میں نے نکالے اور ان کو پیسا اور عصیدہ (ایک قسم کا کھانا جو گھی آٹا ملا کر تیار کیا جاتا ہے) بنانے کے لئے ہانڈی میں ڈالا، اور کچھ چربی ڈال کر سالن تیار کیا، یہی نبی علیہ السلام کا طعام یعنی ولیمہ تھا۔

**عن صفية بنت شيبة قالت: اولم النبیﷺ علی بعض نسائه بمدين من شعير.**

**صحيح البخاری (۲/۷۷۷) كتاب النكاح، باب من اولم باقل من شاة.**

حضرت صفیہ بنت شیبہؓ کہتی ہیں کہ نبیؐ علیہ السلام نے اپنی بعض عورتوں (بیویوں) پر جو کے دو مد کا ولیمہ فرمایا ہے۔

اس روایت میں یہ تعیین نہیں کی گئی کہ وہ کونسی زوجہ مطہرہ تھیں؟ حافظؒ فرماتے ہیں کہ اس کی تصریح تو نہ مل سکی لیکن اقرب یہ ہے کہ اس سے ام سلمہؓ مراد ہیں اور انہوں نے اس کی تائید میں طبقاتِ ابن سعد اور مسند احمد کی کچھ روایات سے استدلال فرمایا ہے، وہ یہ ہیں۔

**(۱) قالت فاخرجت حبات من شعير كانت في جرو، اخرجت شحماً فعصدته له الخ مسند احمد (۱۰/۲۰۲) رقم الحديث (۲۶۶۸۱)**

**(۲) قالت: فوضعت ثقالي فاخرجت حبات من الشعير.**

**مسند احمد (۱۰/۲۰۲) رقم الحديث (۲۶۶۸۲)**

ان روایات کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ رخصتی کے بعد

میں نے گھڑے سے تلچھٹ ہٹا کر جو نکالے اور چربی لیکر عصیدہ بنایا۔

فتح الباری(۹/ ۲۹۸)واوجز المسالک(۹/ ۴۴۴)

## شبہ اور اس کا جواب

اس پر شبہ یہ ہے کہ المعجم الاوسط للطبرانی میں حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے حضرت ام سلمہؓ کے نکاح میں کھجور اور گھی (حیس) کا ولیمہ دیا تھا۔

عن انسؓ قال:اولم رسول اللہ ﷺ علی ام سلمة رضی الله تعالی عنهابتمروسمن،قلت:له فی الصحیح اولم علی صفية،لم يروه عن حميدالا شريک.

مجمع البحرين فی زوائدالمعجمين(۲/۱۸۹)كتاب الوليمة والعقيقة،باب الوليمة بغير شاة رقم الحديث(۱۸۸۵)وقال محمدحسن الشافعی فی التعليق عليه:اسناده ضعيف فيه شريک بن عبدالله النخعی صدوق يخطئ كثيراتغير حفظه منذ ولی القضاء والحديث اخرجه الطبرانی فی الاوسط(۶/ ۴۳)الحديث(۵۷۴۳)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہؓ پر کھجوروں اور گھی کا ولیمہ دیا تھا۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے،جیسا کہ مجمع البحرین کی تعلیق میں اس کی تصریح کردی گئی ہے۔

نیز صاحب مجمع البحرین امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ شریک بن عبداللہ اس

حدیث کو حمید سے نقل کرنے میں متفرد ہیں، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں حضرت صفیہؓ کے ولیمہ کا بیان ہے اور صحیح روایت حمید عن انسؓ کی ہے، یہاں یا تو شریک بن عبداللہ سے وہم ہوا ہے کیونکہ وہ سیئ الحفظ تھے، قاضی بننے کے بعد ان کے حافظہ میں تغیر آ گیا تھا اور کثرت سے غلطی کرتے تھے یا شریک سے روایت کرنے والے جندل بن والق بن ہجرس التغلبیؒ کو وہم ہوا ہے کیونکہ امام مسلمؒ اور امام بزارؒ نے ان کی تضعیف کی ہے، اگرچہ ابو حاتم رازی اور بستی نے ان کو قوی کہا ہے۔

فتح الباری (۹/ ۲۹۸)

## مُدین کی مقدار

مُد بضم المیم ایک پیمانہ کا نام ہے جو صاع کا ایک چوتھائی (۱/۴) بنتا ہے اور صاع چونکہ ساڑھے تین کلو یا ساڑھے چار کلو کے برابر ہوتا ہے لہٰذا دو مد پونے دو کلو یا سوا دو کلو ہوئے یعنی حضرت ام سلمہؓ کے ولیمہ میں پونے دو یا سوا دو کلو جو کھلایا گیا تھا۔

☆عن ابی هريرةؓ ان النبی ﷺ اولم علی بعض نسائه بقدر من هريسة.

مجمع البحرين (۱۸۹/۲) كتاب الوليمة والعقيقة، باب الوليمة بغير الشاة، رقم الحديث (۱۸۸۴) وفی التعليق عليه: اسناده حسن، اخرجه الطبرانی فی الاوسط (۲۰۳/۳، ۲۰۴) الحديث (۲۹۲۸)

انظر مجمع الزوائد (۵۳/۴)

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی

بعض ازواج پر ہریسہ کے بقدر ولیمہ کیا۔

ہریسہ اس حلوے کو کہا جاتا ہے جو آٹے، گھی اور شکر کو ملا کر بنایا جاتا ہے۔

☆عن انس بن مالکؓ قال شهدت للنبی ﷺ ولیمة مافیها لحم ولاخبز قال ابن ماجة: لم یحدث به الا ابن عیینة.

سنن ابن ماجة (ص ۱۳۷) کتاب النکاح، باب الولیمة، موطا الا مام مالک (ص ۱۹۸).

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ میں نبی علیہ السلام کے ایک ایسے ولیمہ میں حاضر ہوا ہوں، جس میں نہ گوشت تھا اور نہ روٹی۔

## حضرت علیؓ وفاطمہؓ کا ولیمہ اور نکاح

حضرت علیؓ اور فاطمہؓ کے ولیمہ میں کشمش اور کھجوریں دی گئی تھیں۔

(۱) عن جابر بن عبداللہؓ قال: حضرنا عرس علی بن ابی طالب وفاطمة بنت رسول اللہ ﷺ فمارأینا عرساً کان احسن منه وهیألنا رسول اللہ ﷺ زبیبا وتمرا فأکلنا وکان فراشهما لیلة عرسها اهاب کبش.

مجمع البحرین (۲/ ۱۹۰) کتاب الولیمة والعقیقة، باب الولیمة بغیر شاة، رقم الحدیث (۱۸۸۷)

وفی التعلیق علیه: اسناده ضعیف، فیه مسلم بن خالد الزنجی صدوق کثیر الاوهام والحدیث اخرجه الطبرانی فی الاوسط (۶/ ۲۹۰) الحدیث (۱۸۹۰) انظر مجمع الزوائد (۴/ ۵۳)

حضرت جابر بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ ہم حضرت علیؓ اور فاطمہؓ کی شادی میں

حاضر ہوئے تو ہم نے اس سے اچھی شادی نہیں دیکھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے کشمش اور کھجوریں تیار کیں پس ہم نے کھائیں اور شادی کی رات ان کا بچھونا مینڈے کی کھال تھی۔

(۲)عن عائشة وام سلمةؓ قالتاامرنارسول الله ﷺ ان نجهزفاطمة حتى ندخلهاعلى عليؓفعمدناالى البيت ففر شنا ترابا لينا من اعراض البطحاء ثم حشونا مرفقتين ليفاً فنفشناه بايدينا ثم اطعمنا تمراوزبيباً وسقينا ماء عذباً وعمدناالى عودفعرضناه في جانب البيت ليلقى عليه الثوب ويعلق عليه الثوب ويعلق عليه السقاء فمارأيناعرسا احسن من عرس فاطمة.

سنن ابن ماجة(ص۱۳۷)باب الوليمة، كتاب النكاح.

حضرت عائشہؓاور ام سلمہؓفرماتی ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم حضرت فاطمہؓکو تیار کر کے حضرت علیؓ کے پاس بھیج دیں، تو ہم کمرے میں گئیں اور بطحاء کے اطراف کی نرم مٹی سے کمرے کا فرش ڈالا پھر ہم نے کھجور کے چھلکوں سے دوسرہانے بھرے اور اس کو پھیلانے کے لئے اپنے ہاتھوں سے دُھنا پھر ہم نے کھجوریں اور کشمش کھلائی اور میٹھا پانی پلایا اور ایک لکڑی اٹھا کر کمرے کے ایک کنارے میں کھڑی کر دی تا کہ اس پر کپڑے ڈالے اور لٹکائے جائیں اور مشکیزہ لٹکایا جائے پس ہم نے حضرت فاطمہؓ کی شادی سے اچھی شادی کوئی نہیں دیکھی۔(یعنی برکت اور کم خرچے کے اعتبار سے، کیونکہ زیادہ خرچہ نحوست کا ذریعہ ہے)انجاح الحاجة حاشية ابن ماجة(ص۱۳۷)

## طفیلی کی تعریف اور وجہ تسمیہ

جو شخص بغیر دعوت کے ولیمہ میں شرکت کرے اسے طفیلی کہا جاتا ہے، طفیلی قبیلہ بنو عبداللہ بن غطفان کے ایک شخص طفیل کی طرف نسبت ہے، یہ شخص بغیر بلائے دعوتوں میں کثرت سے شریک ہوتا تھا، جس کی وجہ سے اس کا نام ''طفیل العرائس'' پڑ گیا، پھر جو شخص بھی بغیر دعوت کے ولیمہ میں شریک ہوتا اس کو طفیلی کہا جانے لگا، اہل عرب ایسے شخص کو ''وارش'' اور ''ضیفن'' بھی کہتے تھے، ضیفن ضیف (مہمان) سے ہے، اس میں نون زائد ہے، امام کرمانیؒ نے لکھا ہے کہ اس نام میں تبعیت کے اعتبار سے لفظ اور معنیٰ میں مناسبت موجود ہے، جس طرح کہ لفظ ''ضیفن'' میں حرف نون لفظ ''ضیف'' کے تابع ہے، اسی طرح طفیلی شخص بھی مہمان کا تابع بن کر شریک ہوتا ہے۔

تکملة فتح الملهم شرح صحيح المسلم(۵ /۲۸)کتاب الاطعمة وفتح الباری(۹/ ۷۰۰)کتاب الاطعمة باب الرجل يتكلف الطعام لأخوانه.

## بن بلائے شرکت کا حکم

دعوتِ عامہ میں ہر شخص شریک ہو سکتا ہے خواہ اسے خصوصی طور پر دعوت نہ ہو، عام دعوت کا مطلب ہی یہی ہوتا ہے کہ جس کو اطلاع ہو وہ شرکت کر سکتا ہے اور دعوت خاصہ کا حکم یہ ہے کہ اس میں صرف وہی شخص شرکت کرے گا جس کو دعوت دی گئی ہے، بن بلائے شرکت کرنا صحیح نہیں ہے، حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے۔

# چند مسائل

☆مدعو اور مہمان کے ساتھ اگر طفیلی جانا چاہے تو وہ بھی اس کو اجازت نہ دے البتہ چند صورتوں میں اجازت دے سکتا ہے۔

(۱) وہ عام دعوت ہو۔

(۲)داعی نے صراحۃً اجازت دیدی ہو یعنی اس کو کہا ہو کہ آپ کسی کو ساتھ لانا چاہیں تو لے آئیں۔

(۳)مدعو کو معلوم ہو کہ داعی اس کے بارے رضا مند ہوگا۔

(۴)داعی اور اس مدعو میں بے تکلفی ہے، اسے یقین یا غالب گمان ہے کہ داعی کو ناگواری نہ ہوگی۔

(۵)طفیلی بھوکا اور سخت ضرورت مند ہے۔

☆ایک قول یہ ہے کہ طفیلی کو مت روکے، وہاں جاکر اجازت لے لے، نبی علیہ السلام نے ابوشعیبؓ کی دعوت میں طفیلی کو روکا نہ تھا۔

مرقاۃ المفاتیح(۲۵۴/۶)وتکملۃ فتح الملھم(۲۸/۴)

☆مدعو کے لئے مستحب ہے کہ داعی سے طفیلی کے لئے از خود اجازت لے لے یعنی کہہ دے کہ میرے ساتھ فلاں آیا ہے جسے آپ نے دعوت نہیں دی، اگر مناسب سمجھیں تو اس کو بھی اجازت دے دیں۔

☆اگر مہمان زیادہ ہوں، طفیلی کی از خود پہچان نہ ہو سکتی ہو تو داعی کے سامنے اس کا نام لے کر تعیین نہیں کرنی چاہئے تاکہ اس کو شرمندگی نہ ہو، اس کے لئے غیر متعین طریقے سے اجازت لینا چاہئے، آگے حدیث آ رہی ہے کہ حضرت

ابوشعیبؓ نے نبی علیہ السلام سمیت پانچ افراد کی دعوت کی تھی،ایک چھٹا شخص بھی ساتھ ہولیاتو نبی علیہ السلام نے اس کا نام لئے بغیر فرمایا:

**یااباشعیب،ان رجلاتبعنا فان شئت اذنت لی وان شئت ترکته.**

اے ابوشعیب ہمارے ساتھ ایک اور آدمی بھی آیا ہے اگر آپ چاہیں تو اسے اجازت دیدیں اور اگر چاہیں تو نہ دیں۔

نیزاس حدیث کے راوی حضرت ابومسعودؓ انصاری صحابی ہیں،انہوں نے یہ واقعہ نقل کرتے ہوئے اس شخص کانام ذکرنہیں کیاتھااور آج تک اس شخص کوکوئی نہیں جانتا کہ وہ کون تھا؟

☆داعی کیلئے مستحب یہ ہے کہ طفیلی کو اجازت دے دے بشرطیکہ اس میں کوئی مفسدہ نہ ہو،اگر مفسدہ ہوتواجازت نہ دے مثلاً اس سے حاضرین کوتکلیف پہنچ رہی ہویااس سے کوئی ایسی بات سر زد ہو رہی ہے جوحاضرین کے لئے باعثِ کراہت ہے یاوہ فسق وفجور میں مشہور ہے،اس کی وجہ سے حاضرین پر انگلی اُٹھ سکتی ہے۔شرح النووی علی المسلم(۱۶۷/۲)

☆اگر داعی اس کو اجازت نہ دے توجائز ہے البتہ اس کے ساتھ سختی سے پیش نہ آئے بلکہ نرمی سے واپس کر دے،نیز اس کو اس کے لائق کچھ کھانادے کر واپس کر دے تو زیادہ بہتر ہے۔(ایضاً)

☆عن ابی مسعودالانصاریؓ قال:کان رجل من الانصاریکنی اباشعیب کان له غلام لحّام فقال:اصنع لی طعاماًیکفی خمسة لعلّی ادعو النبی ﷺخامسَ خمسة فصنع له طعیماثم اتاه فدعاه فتبعهم رجل فقال

النبی ﷺ یااباشعیب ان رجلا تبعنافان شئت اذنت له وان شئت ترکته قال:لابل اذنت له.مشکوة المصابیح(۶۷۸/۲)باب الولیمة،عن الصحیحین،صحیح البخاری(۸۲۱/۲)قبیل کتاب العقیقة،باب الرجل یدعی الی طعام فیقول:وهذامعی الخ وصحیح المسلم(۱۷۶/۲)باب مایفعل الضیف اذاتبعه غیرمن الخ کتاب الاشربة وجامع الترمذی(۲/ ۳۳۵)ابواب النکاح،باب ماجاء فی من یجیئ الی الولیمة بغیردعوة و مسنداحمدبن حنبل(۶/۷۰،۷۱)رقم الحدیث(۱۷۰۸۴)وفیه ایضا(۶/ ۷۲)رقم الحدیث(۱۷۰۹۲)ورواه البیهقی فی السنن الکبری(۷/ ۲۶۴/ ۲۶۵)باسانیده الثلاثة،کتاب الصداق،باب من لم یدع ثم جاء فاکل لم یحل له ماأکل الاان یحل له صاحب الولیمة وسنن الدارمی(۱۴۳/۲، ۱۴۴)کتاب الاطعمة،باب فی الولیمة(۲۰۶۸)

حضرت ابومسعودانصاریؓ(عقبہ بن عمرو)سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ انصار میں سے ایک شخص جس کی کنیت ابوشعیبؓ تھی،کا ایک غلام تھا جو گوشت کا کام کرتا تھا،انہوں نے غلام سے کہا کہ میرے لئے پانچ افراد کا کھانا تیار کردو،میں نے پانچ افراد کو دعوت دینی ہے،نبی علیہ السلام پانچویں ہوں گے،تواس نے کھاناتیارکیاوہ آیااورنبی علیہ السلام کودعوت دی،توایک شخص ان کے ساتھ چل پڑاتونبی علیہ السلام نے فرمایااے ابوشعیب ایک آدمی ہمارے ساتھ آیاہے،اگرآپ چاہیں تواس کواجازت دیدیں اوراگرچاہیں تونہ دیں،انہوں نے کہاکہ نہیں،اجازت ہے۔

## سب شرکاء مجلس کو دعوت

مذکورہ حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی خاص شخصیت کی دعوت کرنی ہواور اس وقت مجلس میں مزید کئی شرکاء اور ساتھی ہوں تو ان سب کو دعوت دینا مستحب ہے۔

## ساتھی کی شرکت پر اصرار

اگر داعی نے ایک شخص کو خصوصی دعوت دے دی اور اس کے کسی قریبی ساتھی، دوست، وغیرہ کو نظر انداز کر دیا تو یہ مدعو اس قریبی دوست یا ساتھی کو دعوت میں شریک کرنے پر اصرار کر سکتا ہے اور اس اصرار کی کئی وجوہ ہو سکتی ہیں۔

(۱) ان دونوں میں رفاقت بہت گہری ہے۔

(۲) دوسرا شخص بھوکا پیاسا ہے اور اسے کھانے کی سخت ضرورت ہے۔

(۳) مدعو سمجھتا ہے کہ داعی کو اس شخص سے بلاوجہ بغض وعداوت ہے۔

**(۱) فی مسند احمد (۴۲/۷) عن ابی مسعودؓ ان رجلا من قومه یقال له: ابوشعیب صنع طعاما فارسل الی النبی ﷺ "ائتنی انت وخمسة معک" قال: فبعث الیه ان "ائذن لی فی السادس"**

ابو مسعود انصاریؓ سے روایت ہے کہ ان کی قوم کے ایک شخص ابو شعیبؓ نے کھانا تیار کیا اور نبی علیہ السلام کو پیغام بھیجا کہ آپ اور آپ کے ساتھ پانچ افراد تشریف لے آئیں، نبی علیہ السلام نے پیغام بھیجا کہ مجھے چھٹے آدمی کی اجازت بھی دیدیں۔

(۲)عن انسؓ ان جاراًلرسول اللہﷺ فارسیاً کان طیّبَ المرق فصنع لرسول اللہ ﷺ ثم جاء یدعوہ فقال وھذہ لعائشۃؓ فقال لا،فقال رسول اللہﷺ لا،فعادیدعوہ فقال رسول اللہﷺ وھذہ قال لا،قال رسول اللہ ﷺلا ثم عادیدعوہ فقال رسول اللہﷺ وھذہ،قال نعم فی الثالثۃ فقامایتدافعان حتی اتیامنزلہ.صحیح المسلم(۱۷۶/۲)کتاب الاشربۃ،باب مایفعل الضیف الخ وسنن النسائی(۱۰۴/۲)کتاب النکاح،باب الطلاق بالاشارۃ المفھومۃ،ومسنداحمد(۲۴۸/۴)رقم الحدیث(۱۲۲۴۵)وسنن الدارمی(۱۴۳/۲)کتاب الاطعمۃ،باب فی الولیمۃ،رقم الحدیث(۲۰۶۷)

حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام کا ایک فارسی پڑوسی تھا جو اچھا سالن پکانے کا ماہر تھا،اس نے نبی علیہ السلام کے لئے کھانا تیار کیا پھر آ کر دعوت دی،تو نبی علیہ السلام نے حضرت عائشہؓ کے بارے فرمایا کہ یہ بھی ؟(یعنی عائشہؓ کو بھی دعوت ہے؟)تو اس نے کہا نہیں،تو نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ پھر مجھے بھی دعوت قبول نہیں،وہ پھر آیا اور دعوت دی، نبی علیہ السلام نے حضرت عائشہؓ کے بارے پوچھا تو اس نے کہا نہیں، نبی علیہ السلام نے فرمایا میں بھی نہیں آ سکتا پھر دوبارہ آ کر دعوت دی تو نبی علیہ السلام نے حضرت عائشہؓ کے بارے پوچھا تو اس نے تیسری بار کہا ہاں،تو آپ دونوں چل پڑے یہاں تک کہ اس کے گھر پہنچ گئے۔

## وجوہِ اصرار

نبی علیہ السلام نے حضرت عائشہؓ کو دعوت میں شریک کرنے پر کیوں اصرار

فرمایا؟اس کی مختلف وجوہ بیان کی گئی ہیں۔

(۱)علامہ ابوالحسن السندیؒ شرح النسائی میں لکھتے ہیں کہ شاید اس وقت کا مقتضیٰ یہ تھا کہ نبی علیہ السلام اکیلے نہ جائیں،اس بناء پرآپ علیہ السلام نے اکیلے جانا پسند نہ کیا اور حضرت عائشہؓ کی شرکت پر اصرار کیا اور دعوت قبول کرنے کو اس پر معلق کیا۔شرح النسائی(۱۰۴/۲)

(۲)امام نوویؒ نے یہ وجہ لکھی ہے کہ ترکِ دعوت کے گزشتہ اعذار میں سے کوئی عذر موجود تھا لہذا آپ کو اختیار تھا،آپ نے اولاً ایک جائز یعنی ترکِ دعوت کو اختیار کیا اور حضرت عائشہؓ کی شرکت پر اس لئے اصرار کیا کہ وہ فاقہ کا زمانہ تھا،نبی علیہ السلام کی طرح وہ بھی فاقہ سے تھیں،نبی علیہ السلام نے یہ گوارہ نہ کیا کہ آپ اکیلے کھا آئیں اور وہ بھوکی بیٹھی رہیں،حسنِ معاشرت،حقوقِ مصاحبت اور آدابِ مجالسۃ کا یہی مقتضیٰ تھا،جب اس نے حضرت عائشہؓ کو بھی اجازت دے دی تو آپ نے دوسرے جائز یعنی قبولیتِ دعوت کو ترجیح دے دی۔

شرح المسلم للنووی(۱۷۶/۲)

(۳)حافظ ابن حجر عسقلانیؒ یہ وجہ لکھتے ہیں کہ داعی کا مدعو کے ہم مجلس کو دعوت دینا بھی مستحب ہے،یہاں داعی نے حضرت عائشہؓ کو دعوت نہ دی حالانکہ وہ وہاں بیٹھی ہوئی تھیں،اور ان کو ضرورت بھی تھی،اس بناء پر اصرار کیا۔

نیز یہ وجہ بھی ہوسکتی ہے کہ نبی علیہ السلام بہت سخی تھے،اکیلے کھانے کی عادت نہ تھی،اس لئے حضرت عائشہ کو بھی شامل کرنا چاہا۔

فتح الباری(۷۰۰/۹)کتاب الاطعمۃ،باب الرجل یتکلف الطعام

لاخوانه.

نبی علیہ السلام نے جب حضرت عائشہؓ کی شرکت پر اصرار کیا تو فارسی داعی نے ان کو دعوت کیوں نہ دی، اس نے دعوت نہ دینے پر کیوں اصرار کیا؟ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ اس نے نبی علیہ السلام کو فاقہ زدہ دیکھ کر صرف آپ کے لئے کھانا تیار کیا تھااوراس کا خیال تھا کہ اگر حضرت عائشہؓ بھی آجائیں تو شاید کھانا پورا نہ ہو، مجھے بھی شرمندگی اٹھانی پڑ جائیگی اور نبی علیہ السلام کی بھوک بھی ختم نہ ہو گی،اور نبی علیہ السلام اس لئے اصرار کر رہے تھے کہ آپ کی برکت سے کھانادونوں کے لئے کافی ہوسکتا تھا جیسا کہ متعدد واقعات ہیں کہ آپ کی دعاسے اللہ تعالیٰ نے تھوڑے سے کھانے میں اتنی برکت ڈال دی کہ وہ کئی لوگوں کو کافی ہوگیا۔ فتح الباری(۹/ ۷۰۰)وتکملة فتح الملهم(۴/ ۳۰)

(۴)استاذ مکرم شیخ الاسلام حضرت مولا نا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے نبی علیہ السلام اور مذکورہ داعی کے اصرار کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ مذکورہ داعی کے دل میں حضرت عائشہؓ کی قدرو منزلت اور اکرام کے سلسلہ میں کوتاہی پائی جاتی تھی اور نبی علیہ السلام کو بذریعہ وحی یا قرائن قویہ معلوم ہو چکا تھا کہ حضرت عائشہؓ کو دعوت نہ دینے کی وجہ یہ نہیں کہ وہ اس کی استطاعت نہیں رکھتا بلکہ قلتِ اہتمام اور قدرو منزلت کی کوتاہی ہے،اس کوتاہی کو دور کرنے کے لئے آپ علیہ السلام نے اصرار فرمایا ورنہ ایسے بہت سے واقعات ہیں کہ نبی علیہ السلام نے اکیلے دعوت قبول کی اور قبولیت کو حضرت عائشہؓ کی شرکت پر موقوف نہ کیا:

تکملة فتح الملهم(۴/ ۳۱)

(۳)عن نافع قال قال عبد اللّٰہ بن عمرؓ قال رسول اللّٰہ ﷺ من دعی فلم یجب فقد عصی اللّٰہ ورسوله ومن دخل علی غیر دعوۃ دخل سارقا وخرج مغیرا.

سنن ابی داؤد(۲ /۱۶۹)اول کتاب الاطعمۃ،باب ماجاء فی اجابة الدعوۃوالسنن الکبری للبیھقی(۷ /۲۶۵)باب من لم یدع الخ کتاب الصداق.

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ جس کو دعوت دی جائے اور وہ قبول نہ کرے تو بلا شبہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اور جو شخص بن بلائے داخل ہوتو وہ چور ہو کر داخل ہوتا ہے اور ڈاکہ ڈال کر نکلتا ہے۔

یعنی وہ چور کی طرح چھپ کر ولیمہ میں شرکت کرتا ہے پھر اگر کھالے یا اپنے ساتھ کچھ لے جائے تو وہ ڈاکو اور غاصب کی طرح شمار ہوگا کیونکہ وہ مالک کی اجازت کے بغیر کھا رہا ہے۔بذل المجھود(۴ /۳۴۵)

(۴)عن عائشةؓ قالت قال رسول اللّٰہ ﷺ من دخل علی قوم لطعام لم یدع الیه فأکل دخل فاسقاواکل مالا یحل له وقد قیل:عن بقیة عن یحیی بن خالد عن روح عن لیث عن مجاھد عن ابی ھریرۃؓ وھو باسناد یھمالم یروہ عن روح بن القاسم غیر یحیی بن خالد وھومجھول من شیوخ بقیة. ولبقیة فیه اسناد اٰخر مجھول.وفی حدیث ابن عمرؓ کفایة السنن الکبری للبیھقی(۷/۲۶۵)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جوشخص کسی قوم پر ایسے کھانے کے لئے داخل ہو جس کی اس کو دعوت نہیں دی گئی اور اس نے کھایا تو وہ فاسق بن کر داخل ہوا اور اس نے ایسا کھانا کھایا جو اس کے لئے حلال نہیں۔

(۵)عن عروة عن عائشةؓ قالت: قال رسول الله ﷺ:من دخل على قوم لطعام لم يدع اليه فاكل شيئاً أكل حراماً لم يروه عن روح الا يحيى،تفرد به بقية.

مجمع البحرين(۲/۱۹۳)كتاب الوليمة والعقيقة،باب فى من اتى طعاماًلم يدع اليه،رقم الحديث (۱۸۹۶)

وقال محمد حسن الشافعي في التعليق:اسناده ضعيف فيه:

أ.محمد بن مصفى:صدوق له اوهام وكان يدلس،ب.يحيى بن خالد:مجهول.انظر/لسان الميزان(۶/۲۵۱)والحديث اخرجه الطبراني ،المعجم الاوسط(۸/۱۶۰/۱۶۱)الحديث(۸۲۷۰)والبزاز(۲/۷۷)كشف الاستار.انظر/مجمع الزوائد(۴/۵۸).

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جوشخص کسی قوم کے پاس ایسے کھانے میں آیا جس کی اس کو دعوت نہ تھی اور اس نے کھایا تو حرام کھایا۔

(۶)الوليمة حق،فمن لم يجب فقد عصى الله ورسوله،ومن دخل على غيره من غيردعوة دخل سارقاًوخرج مغيرا.(كنزالعمال۱۶

۱۳۰/۱)برمز،ق،ن،عن ابن عمر.رقم الحدیث(۴۴۶۲۲)کتاب النکاح،قسم الاقوال باب الولیمة.

ملاعلی قاریؒ عبداللہ بن عمرؓ کی مذکورہ حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

☆والحاصل انه ﷺ علم امته مکارم الاخلاق البهیة ونهاهم عن الشمائل الدنیة فان عدم اجابة الدعوة من غیرحصول المعذرة یدل علی تکبرالنفس والرعونة وعدم الالفة والمودةوالدخول من غیردعوة یشیرالی حرص النفس ودناء ة الهمة وحصول المذلة والمهانة فالخلق الحسن هو الاعتدال بین الخلقین المذمومین. مرقاة المفاتیح(۲۵۵/۶)

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی علیہ السلام نے اپنی امت کو اچھے اخلاق کی تعلیم دی ہے اور برے اور گھٹیا اخلاق سے منع کیا ہے،اچھے اخلاق کا مقتضیٰ یہ ہے کہ اگر دعوت دی گئی تو اسے قبول کرنا چاہئے،اسے قبول نہ کرنا بری خصلت،تکبر اور بڑائی میں داخل ہے اور اس کے برعکس بغیر بلائے کسی دعوت میں شریک ہونا بری اور گھٹیا حرکت ہے،یہ حرص لالچ،ذلت ورسوائی کی نشانی ہے۔

## داعی اور مدعو میں بے تکلفی ہوتو؟

اگر داعی اور مدعو میں زیادہ بے تکلفی اور محبت ومودت ہو اور مدعو کو یقین یا غالب ظن ہو کہ داعی اس طفیلی کی شرکت پر ناراض نہ ہوگا تو داعی سے صریح اجازت کے بغیر بھی طفیلی کو شریک کرسکتا ہے،دلالۃً اجازت کافی ہے،جس کی دلیل صحیح البخاری(۵۰۵/۱)کتاب المناقب،باب علامات النبوة فی الاسلام،میں

حضرت انسؓ کی حدیث ہے کہ حضرت ابو طلحہ(زید بن سہل،حضرت انس کے والد) نے نبی علیہ السلام کی دعوت کی اور مجھے بلانے بھیجا، نبی علیہ السلام کے پاس ستر سے اسی کے درمیان صحابہ کرامؓ تھے،آپ نے ان سب کو دعوت میں شریک ہونے کا فرمایا چنانچہ وہ سب شریک ہوئے اور کھانا سب کو کافی ہوگیا۔

☆یہاں نبی علیہ السلام نے ابوطلحہؓ سے اجازت نہیں لی اور ابو شعیبؓ سے اجازت لی تھی،حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اس فرق کی چار وجوہ نقل کی ہیں،جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نبی علیہ السلام اور ابوطلحہؓ میں ایسی محبت ،مودت اور تعلق تھا کہ اجازت کی ضرورت ہی نہ تھی،وہ وجوہ یہ ہیں۔

(ا) نبی علیہ السلام کو معلوم ہوگیا تھا کہ ابوطلحہؓ سب کی شرکت پر راضی ہیں اور ابو شعیبؓ راضی نہیں،اس لئے ابوطلحہؓ سے اجازت نہ لی اور ابو شعیبؓ سے اجازت لے لی۔

(۲) ابوطلحہؓ کی دعوت میں نبی علیہ السلام کا معجزہ ظاہر ہوا تھا اور صحابہ کرامؓ نے جو کھانا کھایا تھا وہ ابوطلحہ کا نہ تھا، نبی علیہ السلام کی برکت سے زیادہ ہوا تھا،اس لئے اجازت کی ضرورت نہ تھی جبکہ ابوشعیبؓ کی دعوت میں طفیلی نے ابوشعیبؓ ہی کا کھانا کھایا تھا۔

(۳) نبی علیہ السلام اور حضرت ابوطلحہؓ میں انتہائی بے تکلفی،مودت اور گہرا تعلق تھا، نبی علیہ السلام کا ابوشعیبؓ سے بھی تعلق تھا لیکن اتنا گہرا نہ تھا۔

(۴) ابوطلحہؓ نے نبی علیہ السلام ہی کے لئے کھانا تیار کیا تھا اور آپ کی ملکیت کر کے قبضہ دینا اور ہر قسم کے تصرف کی اجازت دینا مقصود تھا،لہذا نبی علیہ

السلام نے اپنے مملوک کھانے میں دوسروں کو شریک کیا جبکہ ابوشعیبؓ نے محدود کھانا پکایا تھااورارادہ یہ تھا کہ ان پانچ افراد سے جوکھانا بچ جائے وہ میں اور اہل وعیال کھائیں گے، نبی علیہ السلام کوصورتِ حال کا علم ہوگیاتھا،اس لئے اجازت طلب کی

فتح الباری(۹/ ۷۰۰)کتاب الاطعمة، باب الرجل یتکلف الطعام لأخوانه..

## دعوت خود اجازت ہے

جس شخص کو ولیمہ کی دعوت دے دی گئی تو یہ خوداجازت ہے،وہ شخص بلاتامّل شریک ہوسکتا ہے،شرکت کے لئے مزید اجازت کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

(۱)عن ابی هریرةؓ عن النبی ﷺ قال:اذا دعی احدکم فجاء مع الرسول فذاک اذن له.

مسنداحمد بن حنبل(۲/ ۶۳۲)رقم الحدیث(۱۰۸۹۶)وسنن ابی داؤد(۲/ ۳۶۴)کتاب الادب،باب فی الرجل یدعی ایکون ذلک اذنه؟

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی ایک کو دعوت دی جائے پس وہ قاصد کے ساتھ آجائے تو یہ اس کے لئے اجازت ہے۔

(۲)عن ابی هریرةؓ ان النبی ﷺ قال:رسول الرجل الی الرجل اذنه.ابوداؤد(۲/ ۳۶۴)کتاب الادب،باب فی الرجل یدعی ایکون ذلک اذنه؟

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کا کسی شخص کی طرف قاصد بھیجنا اس کو اجازت دینا ہے۔

(۳)**قال عبداللّٰہ بن مسعودؓ: اذادعیت فقد اذن لک، رواہ الامام احمد باسنادہ، المغنی(۵/۷)کتاب الولیمۃ، واعلاء السنن(۱۱/ ۱۵)**

عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب تمہیں دعوت دے دی گئی تو بلاشبہ تمہیں اجازت بھی دے دی گئی۔

## دعوت دینے قاصد بھیجنا

داعی خود بھی دعوت دے سکتا ہے اور قاصد بھی بھیج سکتا ہے، دونوں صورتیں درست ہیں، نبی علیہ السلام نے حضرت صفیہؓ اور حضرت زینبؓ دونوں کے ولیمہ کی دعوت دینے حضرت انسؓ کو بھیجا تھا۔

صحیح المسلم (۱/ ۴۶۰)و(۱/۴۶۱) صحیح البخاری (۲/۷۷۷)

## دعوت نامہ اور کارڈ

آج کل ولیمہ وغیرہ کی دعوت پر بلانے کے لئے جو کارڈ اور دعوت نامے بھیجے جاتے ہیں، شرعاً یہ بھی چند شرائط کے ساتھ درست ہے، اس میں کوئی حرج کی بات نہیں۔ وہ چند شرائط یہ ہیں۔

(۱)اس بارے اسراف، تبذیر اور فضول خرچی سے کام نہ لیا جائے۔

(۲) ریاء کاری اور شہرت مقصود نہ ہو۔

(۳) کارڈ پر کسی جاندار کی تصویر نہ ہو۔

(۴) اس پر قرآن حدیث اور کسی قسم کا مقدس کلمہ لکھنا درست نہیں، کیونکہ پڑھنے والے اسے پڑھنے کے بعد ٹوکری، ڈبہ یا کسی ایسی جگہ ڈال دیتے ہیں جہاں ان مقدس کلمات کی بے ادبی اور سخت بے حرمتی ہوتی ہے۔

(۵) کارڈ اور دعوت نامے کو ضروری نہ سمجھا جائے، بعض اوقات زبانی دعوت دے دی جاتی ہے لیکن کارڈ نہیں بھیجا جاتا، جس پر لوگ شکوہ شکایت کرتے ہیں، یہ درست نہیں ہے۔

## مہمان رخصت کرنے کا ادب

ولیمہ یا کوئی دعوت کھانے کے بعد مہمان کو رخصت کرنے کا ادب یہ ہے کہ میزبان اس کے ساتھ تھوڑا جا کر رخصت کرے۔

عن ابن عباسؓ قال: من السنة اذادعا الرجل اخاه ان يقوم معه حتى يخرج، لم يروه عن عكرمة الاعبيدولاعنه الاابو صيفى، تفردبه الصلت.

مجمع البحرين (۱۹۴/۲) كتاب الوليمة والعقيقة، باب اذا دعاالرجل اخاه فليقم معه حتى يخرج، رقم الحديث (۱۸۹۷)

وفى التعليق عليه: اسناده ضعيف جداً فيه ابوصيفى هوبشير بن ميمون ضعيف جداً والحديث اخرجه الطبرانى فى الاوسط (۹/۸) رقم الحديث (۷۷۹۳) قلت: ولكنه موافق لقواعدالشرع.

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں سنت یہ ہے کہ جب آدمی اپنے بھائی کو دعوت دے دے تو اس کے ساتھ کھڑا ہو کر جائے یہاں تک کہ وہ نکل جائے۔

# دعوت ولیمہ میں والد کی بجائے دوسرے شخص کا نام

دعوت ولیمہ میں داعی کی حیثیت سے والد ہی کا نام لکھنا ضروری نہیں ہے، کسی کا بھی نام لکھا جا سکتا ہے البتہ بعض صورتیں ایسی بھی پیش آتی ہیں کہ دولہا کے حقیقی والد کی جگہ کسی اور کا نام درج کر دیا جاتا ہے مثلاً لے پالک کی شادی میں گود لینے والے شخص کا نام یا لقیط (جو ناجائز بچہ کسی نے پھینک دیا ہو اور اس کا باپ معلوم نہ ہو) کی صورت میں ملتقط (اٹھانے والے) کا نام لکھ دیا جاتا ہے، بعض اوقات کوئی بچہ نو مسلم ہوتا ہے، اصل باپ کی بجائے اس کی کفالت کرنے والے کا نام لکھا جاتا ہے، شرعاً اگر دوسرے کا نام والد کے طور پر نہ لکھا جائے، صرف داعی کے طور پر لکھا جائے تو کوئی حرج نہیں کما ذکرنا لیکن والد کی حیثیت سے دوسرے کا نام لکھنا جائز نہیں ہے، سخت گناہ، جھوٹ اور دھوکہ ہے، قرآن کریم میں منہ بولا بیٹے کے بارے واضح حکم موجود ہے:

**ادعوهم لأبائهم هو اقسط عندالله. الاحزاب رقم الآية ٥.**

یعنی ان کو اپنے حقیقی والدین کی نسبت سے پکارو، یہ اللہ کے ہاں زیادہ عدل وانصاف والی بات ہے۔

حدیث میں ولدیت اور نسب میں غلط نسبت کی سخت مذمت آتی ہے۔

**عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللهﷺ: من انتسب الی غیرابیه**

اوتولی غیر موالیه فعلیه لعنة الله والملئكة والناس اجمعين.

سنن ابن ماجة (ص۱۸۷) كتاب الحدود.

جوشخص اپنے والد کے علاوہ کی طرف اپنی نسبت کرے یا اپنے موالی کے علاوہ سے موالات کرے تو اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔

☆دعوت نامہ میں والد کا نام لکھنا کوئی ضروری نہیں ہے لہذا صرف داعی کی حیثیت سے نام لکھنا چاہئے اور اگر نام لکھنا ضروری ہو تو لے پالک، منہ بولے بیٹے اور نومسلم کے اصل والد کا نام لکھنا ضروری ہے اور چونکہ لقیط کا والد معلوم نہیں اور نومسلم کے اصل والد کا نام لکھنے میں بعض اوقات تحقیر سی پیدا ہوتی ہے لہذا ایسی صورت میں بطورِ توریہ والد کا نام عبداللہ لکھنے کی اجازت ہے۔

کتاب الفتاوی (۴/۴۱۵) میں ہے۔

البتہ ایسے مواقع پر ازراہِ ''توریہ'' والد کے نام کی جگہ ''عبداللہ'' لکھا جاسکتا ہے کیونکہ ہر شخص اللہ کا بندہ ہے اور بعض اوقات ولدیت میں غیر مسلم کا نام دیکھ کر لوگوں کے ذہن میں تحقیر پیدا ہوتی ہے۔

## حکومت کی طرف سے ولیمہ کی فضول خرچی پر پابندی درست ہے

ولیمہ سنت عمل ہے بشرطیکہ بقدرِ گنجائش ہو، اس میں اسراف اور فضول خرچی نہ ہو، آج کل شہروں میں عموماً ولیمہ کا انتظام شادی ہالوں میں ہوتا ہے اور مختلف قسم کی ڈشز تیار کی جاتی ہیں جن میں کافی کھانا ضائع ہوجاتا ہے، ریاء اور شہرت اس پر مزید

ہوتی ہے،ایسی صورت میں بعض حکومتوں نے کئی قسم کے کھانوں پر پابندی عائد کردی ہے، صرف ایک قسم کے کھانے کی اجازت ہوتی ہے چونکہ مقصود اسراف سے روکنا ہے خود ولیمہ سے روکنا مقصود نہیں اور ایک قسم کے کھانے سے ولیمہ کی سنت ادا ہوسکتی ہے لہذا حکومت کا ایسی پابندی لگانا شرعاً درست ہے اور مسلمانوں پر اس قانون کی پاسداری ضروری ہے،اس جائز قانون کی خلاف ورزی درست نہیں ہے۔

آپ کے مسائل اوران کا حل (۱۶۵/۵) میں ہے۔

سوال: شادی کا ولیمہ لازمی ہے مگر حکومت کی جانب سے پابندی کی صورت میں مجبور ہیں،اس کا کیا علاج ہے؟

جواب: ولیمہ سنت نبویؐ ہے اور بقدر سنت ادائیگی اب بھی ہوسکتی ہے البتہ ولیمہ کے نام سے جونام ونمود اور فضول خرچی ہوتی ہے وہ حرام ہے،حکومت نے اس کو بند کیا ہے تو کچھ برا نہیں کیا۔

## ولیمہ میں ضیافت ضروری ہے خود کھایا تو سنت ادا نہ ہوگی

یہ بات ولیمہ کی حقیقت میں داخل ہے کہ دوست واحباب وغیرہ کو کھانا کھلایا جائے،اگرچہ چند افراد ہوں ،لہذا اگر کھانا تیار کرکے خود کھالیا تو ولیمہ کی سنت ادا نہ ہوگی۔

امداد الاحکام (۲۹۱/۴) میں ہے۔

معلوم ہوا کہ ولیمہ پڑوسیوں اور دوستوں اور قرابت داروں کی دعوت کرنے

کو کہتے ہیں، تو اگر گھر والے ہی خود کھالیں تو ولیمہ نہ ہوگا، لعدم کو نہ ضیافة، باقی یہ ضروری نہیں کہ پڑوسیوں اور قرابت داروں اور دوستوں سب کو بلایا جائے، بلکہ حسب توفیق وہمت بلایا جائے، دوچار کو بلا لینا بھی کافی ہے اور ہر حال میں رسوم سے اور نام ونمود سے، بدعات سے، بلاوجہ قرض سے بچنا واجب ہے۔

## لڑکی والوں کی طرف سے کھانا کھلانا ولیمہ نہیں ہے

ولیمہ اس کھانے کو کہا جاتا ہے جو نکاح کے بعد مرد یا اس کے گھر والوں کی طرف سے دیا جاتا ہے اور یہ دراصل عورت اور اس کے خاندان کے ساتھ محبت ومودت کا اظہار ہے۔ لہذا لڑکی والوں کی طرف سے کسی بھی قسم کا کھانا کھلایا گیا تو وہ ولیمہ نہ ہوگا۔

فتاویٰ حقانیہ (۴/۴۳۰) میں ہے۔

لڑکی والوں کی طرف سے رخصتی سے پہلے مہمانوں (برات) کو کھانا کھلانا ولیمہ میں داخل نہیں، ولیمہ اس طعام کو کہتے ہیں جو شادی کے بعد خاوند کی طرف سے کھلایا جاتا ہے۔

## لڑکی والوں کی طرف سے کھانا کھلانے کی شرعی حیثیت

لڑکی والوں کی طرف سے جو کھانا کھلایا جاتا ہے، اس کی دو صورتیں ہیں۔

(۱)سنتِ ولیمہ سمجھ کر کھلایا جائے، یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ ولیمہ کی حقیقت میں داخل نہیں ہے لہذا اسے سنت سمجھ کر ادا کرنا بدعت اور ناجائز ہے۔

(۲)سنت سمجھے بغیر کھلایا جائے، یہ جائز ہے مثلاً:

(۱)اتفاقاً کھلایا جائے یعنی لوگوں کو دعوت نہیں دی گئی، شادی کے موقعہ پر لوگ جمع ہوگئے اوران کو کھلا دیا گیا۔

(۲)ضرورۃً کھلایا جائے یعنی لڑکی والوں نے شادی کی دعوت دی ہے اور مہمان آچکے ہیں، ان کو کھلایا جائے۔

(۳)ضیافۃً کھلایا جائے مثلاً جولوگ بارات لے کر آئے ہیں ان کو بطورِ مہمان کھلانادرست ہے، اس کو طعام الضیف اور ''القریٰ'' کہاجاتا ہے، یہ بھی ایک سنت عمل ہے، اس کی بھی تاکید آئی ہے۔

ماخذہ: کفایۃ المفتی (۱۵۳/۵)جدید، فتاویٰ محمودیہ(۱۴۳،۱۴۲/۱۲)جدید، خیر الفتاویٰ(۶۰۲/۴)

حضرت شاہ محمداسحاق دہلویؒ ''مسائل اربعین فی سنۃ سیدالمرسلین'' میں لکھتے ہیں:

وآنچه مروجه است که بعد عقدِ نکاح والیانِ عروس بمردمان برات طعام مے دهندآنهم بطریق ضیافت جائز است بشرطِ خلوِآں از منکرات لهو وتغنی(ص ۱۰)

ضیافت کے طور پر لڑکی والوں کا کھانادینا حدیث سے ثابت ہے، مصنف عبدالرزاق میں حضرت ابن عباسؓ کی طویل حدیث ہے اس میں ہے:

ثم دعابلا لافقال یا بلال:انی زوجت ابنتی ابن عمیّ واناا حب ان یکون من سنة امتی اطعام الطعام عندالنکاح،فأت الغنم فخذشاة واربعة امداداوخمسة فاجعل لی قصعة لعلی اجمع علیها المهاجرین والانصارفاذافرغت منهافاٰذننی بها،فانطلق ففعل ماأمره،ثم اتاه بقصعة فوضعها بین یدیه فطعن رسول اللهﷺ فی رأسهاثم قال:ادخل علی الناس زفّةً زفّةً ولاتغادرن زفة الی غیرها.یعنی اذافرغت زفة لم تعدثانیة.فجعل الناس یردون کلما فرغت زفة وردت اخری،حتی فرغ الناس ثم عمدالنبی ﷺ الی مافضل منها فتفل فیه وبارک وقال یابلال: احملها الی امهاتک وقل لهن:کلن واطعمن من غشیکن الخ

مصنف عبدالرزاق(۵/۴۸۷،۴۸۸)کتاب المغازی،باب تزویج فاطمةؓ،رقم الحدیث(۹۷۸۲)تحقیق،حبیب الرحمٰن الاعظمی رحمه الله ،ادارةالقرآن کراتشی.

اس حدیث کاحاصل یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ کے نکاح کے وقت نبی علیہ السلام کے حکم سے بکری ذبح کی گئی اور آپ علیہ السلام نے مہاجرین وانصارکوبلاکر کھاناکھلایااوروہ گروہ درگروہ آئے اور کھاناتناول فرمایا،جب کچھ کھانا بچ گیاتوآپ علیہ السلام نے ازواج مطہرات کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ خودبھی کھاؤ اور جو مہمان خواتین ہیں ان کوبھی کھلاؤ۔

☆اس حدیث سے لڑکی والوں کی طرف سے کھانا کھلانے کے مسنون ومستحب ہونے کاشبہ ہوسکتا ہے لیکن یہ شبہ درست نہیں ہے،اس کی وجوہ درج ذیل

ہیں۔

(۱) یہ حدیث ضعیف ہے، مولانا اعظمیؒ اس کے تحت لکھتے ہیں:

اخرجه الطبراني وفيه يحيى بن يعلى وهومتروك قاله الهيثمي(۲۰۹/۹)قلت:يراجع اسناد الطبراني فاني اخشى ان يكون"ابن يعلى "محرفا وارى ان الصواب "ابن العلاء" كما في اسناد المصنف ويحى بن العلاء البجلي ايضاًمتروك واما يحى بن يعلى فله ايضاً حديث طويل في تزويج فاطمة لكنه من حديث انس واوله يغاير اول هذاالحديث وآخره يشبه آخر هذا الحديث،اخرجه ابن حبان.

راجع مواردالظمأن(ص۵۵۰)وفي هامش اصل الموارد بخط الحافظ ابن حجر:ان هذا الحديث ظاهر عليه الافتعال.

(۲) دوسرے یہ حدیث ضیافت کے بارے ہے نہ کہ ولیمہ کے بارے، اور لڑکی کی طرف سے بوقتِ نکاح مستقل طعام سنت نہیں ہے وانااحب ان يكون من سنة امتي اطعام الطعام عندالنكاح کے الفاظ روایت بالمعنی پر محمول ہیں۔

(۳) تیسرے اس ضیافت کا اہتمام بھی شریعت سے ثابت نہیں ہے، خود نبی علیہ السلام اور صحابہ کرامؓ سے اس کا اہتمام کرنا اور معمول بنا لینا ثابت نہیں ہے۔

کتاب الفتاوی میں ہے:

پس یہ دعوتِ طعام سنت تو نہیں ہے، نہ عہد صحابہؓ میں اس کا عمومی رواج تھا، اس لئے اس کو رواج دینا بھی مناسب نہیں، البتہ اس کی گنجائش ہے۔

کتاب الفتاوی (۴/۴۱۷) زمزم پبلشرز کراچی۔

# شرکت کا حکم

مذکورہ تفصیل کے مطابق پہلی صورت میں لڑکی والوں کی دعوت قبول کرنا درست نہیں ہے اور باقی صورتوں میں ان کی دعوت قبول کرنا ان کی خوشی میں شریک ہونا اور وہاں کھانا کھانا جائز ہے۔ ماخذہ: کفایۃ المفتی (۱۵۳/۵) جدید۔

# بارات کی دعوت۔

مذکورہ تفصیل سے بارات کی دعوت کا حکم بھی معلوم ہو گیا کہ یہ کوئی سنت عمل نہیں ہے، البتہ بارات میں آنے والے چونکہ مہمان ہیں، لہذا مہمان ہونے کی حیثیت سے ان کی دعوت درست ہے۔

# اپنے یہاں تقریب کے باوجود دوست کی دعوت ولیمہ میں شرکت۔

فتاویٰ محمودیہ جدید (۱۴۳/۱۲) میں ہے۔

سوال: کوئی ذی حیثیت آدمی اپنی دو لڑکیوں کی شادی کرتا ہے، اپنی مخالفت نیز دورِ حاضر میں دیگر دور اندیشیوں کے تحت انہیں شادی ہونے والی لڑکیوں سے ہی بارات کے دس پانچ آدمیوں کا کھانا بھی پکوانا چاہتا ہے لیکن اتفاقاً ایسا ہو جاتا ہے کہ اس دن قدرۃً ایسا آپڑتا ہے کہ پاس ہی لڑکیوں کے باپ ذی حیثیت دوست کے لڑکے کی شادی کا ولیمہ اسی دن ہوتا ہے اور باراتی صاحبان کو کھانا ولیمہ کا کھلایا جاتا ہے، تو کیا باراتی صاحبان یا لڑکیوں کے باپ کی عزت میں کوئی فرق آتا ہے یا کوئی

بدنما دھبہ کسی پر قائم ہوتا ہے اور کہاں تک جائز ہے؟

الجواب حامداومصلیا

اگر اس ذی حیثیت دوست کے ساتھ لڑکیوں کے والد اور براتیوں کا محبت اور بے تکلفی کا تعلق ہے اور وہ اعزاز واکرام کے ساتھ لڑکیوں کے والداور اس کے مہمان (باراتیوں) کی دعوت کرتا ہے جس کو سب بخوشی منظور کر لیتے ہیں، تو اس کی وجہ سے عزت میں فرق نہیں آئے گا، نہ کوئی بدنما دھبہ لگے گا بلکہ داعی پر بھی ان کا احسان ہوگا کہ اپنی تقریب کے باوجود دوست کی تقریب میں شرکت ودعوت کو منظور کرلیا۔

## جس نے بذریعہ طبل اعلانِ نکاح کیا ہو اس کی دعوت قبول کرنا

ایک قول کے مطابق چند شرائط کے ساتھ شرعاً دف اور طبل کے ذریعہ نکاح کا اعلان اور تشہیر کرنے کی گنجائش ہے لہذا اگر کسی نے ان کے ذریعہ نکاح کا اعلان کیا تو چونکہ اس نے جائز عمل کیا ہے لہذا اس کی دعوت ولیمہ قبول کرنا اور اس میں شریک ہونا جائز ہے۔

ماخذہ: عزیز الفتاوی (ص ۴۷۱، ۴۷۲)

# قربانی کے جانور میں ولیمہ کا حصہ

قربانی کے بڑے جانور میں ولیمہ کا حصہ بھی رکھا جاسکتا ہے بشرطیکہ ولیمہ کا حصہ جانور کے ساتویں حصہ سے کم نہ ہو۔

رد المحتار(٣٢٦/٦) كتاب الاضحية.

البتہ اس پر یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ قربانی کے جانور میں صرف وہ شرکاء حصہ ڈال سکتے ہیں جو قربت کا ارادہ رکھتے ہوں اور جس عمل کا حصہ ڈال رہے ہیں وہ قربت ہو اور اس میں اراقہ دم مقصود ہو، جبکہ ولیمہ میں ذبح اور اراقہ دم مقصود نہیں ہوتا جس کی دلیل یہ ہے کہ ولیمہ اراقہ دم کے بغیر بھی ادا ہو جاتا ہے پھر قربانی کے جانور میں اس کا حصہ ڈالنا کیونکر درست ہے؟

جواب یہ ہے کہ ولیمہ نعمتِ نکاح کے حصول پر بطور شکر کیا جاتا ہے اور احادیث میں اس کی تاکید آتی ہے، اب جب شکر الٰہی اور سنت کی ادائیگی کی نیت سے ولیمہ کیا جائے تو یہ قربت ہی کہلائے گا لہذا ولیمہ بھی قربت ہے نیز اگرچہ ولیمہ اراقۂ دم کے بغیر بھی ادا ہو جاتا ہے۔مگر حدیث ''اولم ولو بشاة'' سے معلوم ہوتا ہے کہ اراقہ دم ولیمہ میں بھی مسنون ہے لہذا عقیقہ کی طرح ولیمہ بھی قربت ہے، اراقہ دم مقصود ہے اور قربانی میں عقیقہ کا حصہ ڈالنا جائز ہے تو ولیمہ کا بھی جائز ہونا چاہئے۔

ماخذہ:امداد الاحکام(٢٨٤/٣) کتاب الاضحیۃ۔

# ولیمہ اور شادی میں عورتوں اور بچوں کی شرکت

شرعاً بچے اور خواتین کا ولیمہ اور شادی میں شرکت کرنا جائز ہے بشرطیکہ

خواتین پردہ اور اس کے علاوہ تمام شروط وکوائف کی پابندی کر کے نکلیں۔

**عن انس بن مالکؓ ابصر النبی ﷺ نساءً وصبیاناً مقبلین من عُرس فقام ممتنًا فقال:اللھم انتم من احب الناس الّی.**

**صحیح البخاری(۷۷۸/۲)باب ذھاب النساء والصبیان الی العرس.**

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے کچھ خواتین اور بچوں کو دیکھا جوشادی سے واپس آرہے تھے تو آپ علیہ السلام جلدی اور قوت سے کھڑے ہوئے(ان پر احسان کرتے ہوئے کھڑے ہوئے)اور فرمایا کہ تم میرے ہاں تمام لوگوں سے پسندیدہ ہو۔

☆شارحین بخاری فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے یہ باب قائم کرکے اس خیال کی تردید فرمائی ہے کہ عورتوں اور بچوں کے لئے ولیمہ یا شادی میں شرکت مکروہ ہے،یہ مکروہ نہیں بلکہ بلاکراہت جائز ہے۔فتح الباری(۳۰۸/۹).

# خیاط کی دعوت اور کدّو کی فضیلت

**عن انس بن مالکؓ قال سمعته یقول:ان خیاطًادعی رسول اللہﷺ الی طعام صنعه قال انسؓ: فذھبت مع رسول اللہﷺ الی ذلک الطعام فقرب الی رسول اللہﷺ خبزا من شعیرومرقاً فیه دُبّاءً قال انسؓ: فرایت رسول اللہﷺ یتتبع الدباء من حول القصعة فلم ازل احب الدباء**

منديومئذ.موطا الامام مالك(ص۳۹۸)باب ما جاء في الوليمة.وموطا الامام محمد(ص۳۲٦)باب فضل اجابة الدعوة.

وصحيح البخارى(۲/۸۱۰)كتاب الاطعمة.باب فى تتبع حوالى القصعة مع صاحبه اذا لم يعرف منه كراهية.

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک درزی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کھانے کی دعوت کی،حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں بھی نبی علیہ السلام کے ساتھ کھانے چلا گیاتو اس نے جو کی روٹی اور ایسا سالن پیش کیا جس میں کدو تھا،حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ برتن کے اطراف سے کدو تلاش کررہے ہیں،اس کے بعد سے میں ہمیشہ کدّو سے محبت کرنے لگا۔

**فائدہ:** امام مالکؒ نے یہ حدیث ولیمہ کے باب میں ذکر کی ہے جس کی ایک توجیہ یہ کی گئی ہے کہ ان کے خیال میں یہ ولیمہ کی دعوت تھی۔

اوجزالمسالک (۹/۴۴۸)۔

**فائدہ:** نبی علیہ السلام کو کدّو اس لئے زیادہ پسند تھا کہ یہ ایک مفید سبزی اور بہترین غذا ہے،علامہ عبدالرؤف مناویؒ نے شرح الشمائل میں نقل کیا ہے نبی علیہ السلام نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ جب سالن پکاؤ تو اس میں کدّو زیادہ ڈالا کرو کیونکہ وہ غمگین شخص کے دل کو مضبوط کرتا ہے۔

شرح الشمائل للمناویؒ علی ھامش جمع الوسائل(۱/۲۴۵)

☆طبرانی میں حضرت واثلہ بن اسقعؓ کی مرفوع روایت ہے:

**علیکم بالقرع فانه یزید فی الدماغ**

یعنی کدّو ضرور کھایا کرو کیونکہ اس سے دماغ میں اضافہ ہوتا ہے اور بیہقی میں حضرت عطاء کی مرسل روایت ہے کہ کدّو ضرور استعمال کرو کیونکہ یہ عقل وسمجھ میں اضافہ کرتا ہے اور دماغ بڑھاتا ہے، بعض نے فرمایا کہ اس سے بینائی کو جلا ملتی ہے اور دل نرم ہوتا ہے، امام قرطبیؒ نے اپنی کتاب ''التذکرۃ'' میں مرفوعاً نقل کیا ہے کہ کدواور خربوزہ جنت سے آئے ہیں۔

**اوجز المسالک(۹/ ۴۵۰).**

☆ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ تین وجوہ کی بناء پر نبی علیہ السلام کو کدو پسند تھا۔

(۱)اس سے عقل ودانش اور ذہن و دماغ میں اضافہ ہوتا ہے۔

(۲)اس سے رطوبت کواعتدال ملتا ہے۔

(۳) نبی علیہ السلام کے پیش نظر ایک خاص رازتھا، وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام پرسایہ کرنے کے لئے کدو کی بیل پیدا کی تھی اوران کی تربیت اسی کے سایہ میں ہوئی تھی، کدو کی بیل حضرت یونس علیہ السلام کے حق میں ایسے ہوئی جیسے بچے کے حق میں پرورش کرنے والی ماں اورعورت۔

جمع الوسائل فی شرح الشمائل (۱/۲۵۴)ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان ۔

## ولیمہ اورنکاح میں دف بجانے کی شرعی حیثیت

دف (دال پر فتحہ اور ضمہ دونوں درست ہیں)ڈھولکی اور ڈھپڑے، ایک قسم کے باجے کو کہا جاتا ہے، جمع دفوف آتی ہے، الدّفاف طبلہ سازاور طبلہ فروش اور دف

بجانے والے کو کہاجاتا ہے،لسان العرب میں لکھا ہے کہ دف کے مالک کو دفاف،بنانے والے کو مدفِّف اور بجانے والے کو مُدفدِف کہاجاتا ہے،دف کی حقیقت معجم لغۃ الفقہاء میں یوں بیان فرمائی ہے:

**الدُّف: بضم الدال،آلۃ من آلات الموسیقی مستدیرۃ کالغربال لیس لھاجلاجل یشد الجلد من احدطرفیھا.معجم.**

**لغۃ الفقہاء(ص۲۰۹)ادارۃ القرآن کراچی**

دف دال کے ضمہ کے ساتھ ہے،یہ موسیقی کے آلات میں سے ایک آلہ ہے،جوکہ چھلنی کی طرح گول ہوتاہے،اس میں گھونگھرونہیں ہوتے،اس کے ایک جانب چمڑا باندھاجاتا ہے(دوسری جانب خالی ہوتا ہے اور ایک ہاتھ کے ساتھ بجایا جاتا ہے)۔

دف اصل میں **دفۃ** سے ہے،**دفۃ** ایک جانب اور **دفتان** دوجانبوں کوکہاجاتا ہے،**دفتاالمصحف** کا معنٰی ہے قرآن کریم کے دوجانب،دوصفحے۔چونکہ اس آلہ کے ایک جانب چمڑا ہوتاہے،اس لئے اس کودف کہا جاتا ہے۔

صحیح یہ ہے کہ نکاح اور ولیمہ کے موقعہ پر جس طرح دوسرے آلات موسیقی بجانا صحیح نہیں ہے دف بجانا بھی صحیح نہیں ہے،ظاہر الروایہ کے مطابق تمام باجے اور موسیقی حرام ہیں،دف بھی ان میں شامل ہے،ائمہ مذہب سے اس کا جواز منقول نہیں ہے،جن متاخرین سے جواز منقول ہے وہ چند شرائط کے ساتھ مقید ہے جن کی رعایت نہ ہونے کے برابر ہے۔

# تفصیل وتحقیق

یہ تو متفق علیہ مسئلہ ہے کہ تمام باجے اور آلات موسیقی حرام اور ناجائز ہیں اوردف بھی آلہ موسیقی ہے لہذا وہ بھی ناجائز ہوا لیکن بعض روایات سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے،وہ روایات مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱)خالدبن زکوان قال قالت الرُبَیّع بنت معَوذ بن عفراء جاء النبی ﷺ فدخل حین بُنی علیّ فجلس علی فراشی کمجلسک منی فجعلت جویریات لنایضربن بالدف ویندبن من قتل من اٰبائی یوم بدر اذقالت احدٰهن وفینانبی یعلم مافی غد،فقال:دعی هذه وقولی بالذی کنت تقولین .

صحیح البخاری(۷۷۳/۲)باب ضرب الدف فی النکاح والولیمة وجامع الترمذی(۱/ ۳۳۴)کتاب النکاح،باب ماجاء فی اعلان النکاح .

ومثله فی سنن ابن ماجة(ص۱۳۶)کتاب النکاح،باب الغناء والدف.

خالدبن ذکوانؒ کہتے ہیں ربیعؓ بنت معوذ بن عفراء کہتی ہیں کہ میری رخصتی کی رات نبی علیہ السلام آئے اور پردے کے پیچھے میرے بستر پر بیٹھے جس طرح آپ بیٹھے ہیں تو کچھ بچیوں نے دف بجانا شروع کردیا اور میرے جوآباء واجداد بدر کے دن شہید ہوئے تھے ان کے اوصاف ومحاسن بیان کرنا شروع کردیئے،ان میں سے ایک بچی نے کہا کہ ہم میں ایسے نبی بھی موجود ہیں جوآئندہ کل کی بات جانتے

ہیں تو نبی علیہ السلام نے اسے فرمایا کہ یہ بات چھوڑ دو، جو تم پہلے کہتی تھیں وہی کہو۔

اس واقعہ میں نبی علیہ السلام نے مبالغہ آمیز بات کہنے سے تو منع کردیا لیکن دف بجانے سے منع نہ کیا۔

(۲)عن محمد بن حاطب الجُمحی قال قال رسول اللهﷺ فصل مابین الحلال والحرام الدف والصوت.

جامع الترمذی(۱/۳۴۴)ابواب النکاح،باب ماجاء فی اعلان النکاح وقال،حدیث محمد بن حاطب حدیث حسن وابو بلج اسمه یحی بن ابی سلیم ویقال ابن سلیم ایضاً ومحمدبن حاطب قدرأی النبی صلی الله ﷺوهو غلام صغیر وسنن ابن ماجة(۱ /۱۳٦)کتاب النکاح،باب اعلان النکاح،ولفظه:فصل بین الحلال والحرام الدف والصوت ورفع الصوت فی النکاح وسنن النسائی(۲/۹۰)کتاب النکاح،اعلان النکاح بالصوت وضرب الدف ومسند احمد بن حنبل(۵ /۲٦۵)رقم الحدیث(۱۵۴۵۱)

محمد بن حاطب جمحیؓ کہتے ہیں نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ حلال (نکاح) اور حرام (زنا) کے درمیان دف اور آواز کا فرق ہے۔

آواز سے تشہیر اور اعلان مراد ہے یعنی عقد نکاح میں خوب تشہیر ہوتی ہے اور زنا مخفی ہوتا ہے۔

(۳)عن عائشةؓ قالت قال رسول الله ﷺ اعلنواهذا النکاح واجعلوه فی المساجد واضربوا علیه بالدفوف.

جامع الترمذی(۱/ ۳۳۴)وقال الترمذی:هذاحدیث حسن غریب فی هذا الباب وعیسی بن میمون الا نصاری یضعف فی الحدیث الخ وسنن ابن ماجة(۱/ ۱۳۶)کتاب .النکاح،باب اعلان النکاح ولفظه:اعلنوا هذا النکاح واضربوا علیه بالغربال.

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ نکاح کا اعلان کیا کرو اور نکاح مسجدوں میں کیا کرو اور اس پر دف بجاؤ۔

مگر ان احادیث میں سے پہلی حدیث صحیح ہے،باقی دونوں ضعیف ہیں۔

فتح الباری(۹/ ۲۸۲)کتاب النکاح،باب النسوة التی یهدین المرأة الی زوجها الخ

تیسری حدیث پر خود امام ترمذیؒ نے بھی ضعف کا حکم لگادیا ہے۔لہذا ان سے استدلال درست نہیں اور پہلی حدیث میں دف بجانے کی اجازت عورتوں کے ساتھ خاص ہے،حافظ عسقلانیؒ لکھتے ہیں۔

والاحادیث القویة فیها الاذن فی ذلک للنساء فلا یلتحق بهن الرجال لعموم النهی عن التشبه بهن(ایضاً)

یعنی اس بارے جو قوی احادیث ہیں ان میں دف بجانے کی اجازت صرف عورتوں کو دی گئی ہے اور مردوں کو اس بارے عورتوں سے لاحق نہیں کیا جاسکتا کیونکہ مردوں کو عورتوں کے ساتھ تشبہ سے منع کیا گیا ہے۔

لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ اجازت عورتوں کو بھی شامل نہیں ہوسکتی کیونکہ حدیث میں ”جویریات“ کا لفظ آیا ہے یعنی چھوٹی نابالغ بچیاں دُف بجارہی تھیں اور وہ احکام

شرعیہ کی مکلف ہی نہیں تھیں۔اس بناء پر آپ علیہ السلام نے ان کو منع نہ کیا لہذا اس سے دف کے جواز پر استدلال درست نہیں ہے۔

## شرائط جواز

پھر جن حضرات شافعیہ اور بعض متاخرین حنفیہ نے دُف کی اجازت دی ہے وہ مطلق نہیں ہے بلکہ اس کی متعدد شرائط ہیں۔

(۱)صرف بچیاں دف بجائیں یا زیادہ سے زیادہ خواتین کو ایسی محفل میں اجازت ہے جس میں صرف عورتیں ہوں مرد نہ ہوں،خود مردوں کا بجانا یا خواتین کی محفل میں شریک ہونا بالا تفاق جائز نہیں ہے۔

**فی رد المحتار(۵/۴۸۳)کتاب الشهادات:جواز ضرب الدف فيه خاص بالنساء لمافی البحر عن المعراج بعد ذكره انه مباح فی النكاح ومافی معناه من حادث سرور قال:هومكروه للرجال على كل حال للتشبه بالنساء.**

(۲)وہ آلہ واقعی دف ہو،دوسرا کوئی آلۂ موسیقی نہ ہو،دف چھلنی کی طرح ایک گول آلہ ہوتا ہے،اس میں گھونگھرو نہیں ہوتے،اس کے صرف ایک طرف چمڑا ہوتا ہے اور ایک ہی ہاتھ سے بجایا جاتا ہے،لہذا دف کے علاوہ ہر قسم کا آلہ بجانا منع ہے نیز اگر دف میں گھونگھرو بھی ہوں تو وہ بھی منع ہے۔

(۳)دف بجانے کا معمول اور رواج نہ ہو،کیونکہ نبی علیہ السلام نے ایک ہی موقعہ پر اس پر سکوت اختیار کیا ہے،اس کا نہ حکم دیا ہے اور نہ ترغیب ،نیز نبی علیہ السلام کی صاحبزادیوں کا نکاح ہوا اور آپ علیہ السلام کی موجودگی میں کئی متعدد نکاح

ہوئے، ان میں کسی میں بھی دف نہیں بجایا گیا، اس کے علاوہ صحابہ کرامؓ سے بھی اس کا ثبوت نہیں ملتا۔

(۴) دف سادگی سے بجایا جائے، اس میں تصنع، تکلف اور تطریب یعنی سُر در خوش آوازی نہ ہو، کیونکہ عہدِ نبوی میں جس دف کا تصور تھا اس میں رقص سرور اور تطریب نہیں ہوتی تھی۔

**فی ردالمحتار (۶/۳۵۰) وفی السراجیة هذا اذالم یکن له جلاجل ولم یضرب علی هیئة التطریب اه.**

(۵) مقصود نکاح کا اعلان اور تشہیر ہو، لہو ولعب مقصود نہ ہو لہٰذا بوقتِ نکاح یا بوقتِ زفاف یا اس کے کچھ بعد ولیمہ ہونے تک دف بجایا جا سکتا ہے، نکاح سے پہلے اور ولیمہ کے بعد بجانا درست نہیں ہے، نکاح سے پہلے ضرورت نہیں ہے کیونکہ جب نکاح ہی نہیں ہوا تو اعلان کس چیز کا؟ اور ولیمہ کے بعد ضرورت باقی نہیں رہی۔

(۶) دف تھوڑی دیر بجایا جائے، کیونکہ اس سے مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔

تفصیل کے لئے بوادرالنوادر (ص۳۲۱) ادارہ اسلامیات رسالہ ”شادی میں دف بجانے کی تحقیق“ ملاحظہ ہو۔

## ولیمہ میں شرکت مسنون ہے اگرچہ نکاح میں شرکت نہ کی ہو

نکاح کی دعوت دینا اور ایسی دعوت قبول کر کے شریک ہونا کوئی سنت عمل نہیں ہے، محض جائز ہے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا نبی علیہ السلام سے کتنا گہرا تعلق

تھا لیکن جب انہوں نے نکاح کیا، شادی اور رخصتی بھی ہوگئی لیکن نبی علیہ السلام کو پتہ ہی نہ تھا، جب ان پر زردی کا نشان دیکھا تو پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے فرمایا کہ میں نے انصار کی ایک عورت سے شادی کی ہے، تب نبی علیہ السلام نے ان کو ولیمہ کا حکم دیا۔

اسی طرح غزوہ احد کے بعد مدینہ منورہ میں حضرت فاطمہؓ کی شادی ہوئی اور حضرت عباسؓ مکہ میں تھے ان کو دعوت تک نہ دی گئی، جبکہ حضرت علیؓ حضرت عباسؓ کے بھتیجے تھے اور حضرت فاطمہؓ بھتیجے کی صاحبزادی لہذا نکاح میں شرکت مسنون نہیں ہے، اگر کسی نے نکاح میں شرکت نہ کی ہو اور ولیمہ میں شریک ہونا چاہے تو یہ نہ صرف جائز ہے بلکہ مسنون ہے خواہ قریبی رشتہ دار ہو یا اجنبی دوست ہو۔

کتاب الفتاویٰ میں ہے:

سوال (1608) کوئی شخص نکاح میں شرکت نہ کر سکا اور ولیمہ میں حاضر ہوا تو کیا اس کا کھانا درست ہے؟ نکاح اور ولیمہ میں زیادہ اہمیت کس کو ہے؟

جواب: اگر کوئی شخص ولیمہ میں مدعو ہو تو چاہے وہ نکاح میں شریک نہ ہوا ہو پھر بھی اسے ولیمہ میں شریک ہونا چاہئے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ ولیمہ قبول کرنے کی خاص طور پر ہدایت فرمائی ہے، بخاری ومسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب ولیمہ کی دعوت دی جائے تو اس میں شریک ہونا چاہئے، مشکوٰۃ المصابیح (۲/۲۸۷) اذا دعی الی الولیمة فلیأتها، اکثر فقہاء نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کو مستحب کے درجہ میں رکھا ہے۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ (۶/۲۵۳) یوں تو مسلمان بھائی کی دعوت خواہ

کوئی بھی ہو اہم ہے بشرطیکہ اس میں کوئی گناہ کی بات نہ ہو،خواہ نکاح کی مجلس ہو یا دعوتِ ولیمہ ہو لیکن نکاح کے بارے خاص طور پر دعوت دینے اور دعوت قبول کرنے کی تلقین نہیں ملتی،ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کے اعلان اور تشہیر کا حکم فرمایا ہے، بہ خلافِ ولیمہ کے ،کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولیمہ کرنے کی بھی ترغیب دی اوردعوتِ ولیمہ قبول کرنے کی بھی تاکید فرمائی،اس سے خیال ہوتا ہے کہ دعوتِ ولیمہ کی اہمیت نسبتاً زیادہ ہے۔کتاب الفتاویٰ (۴/۴۱۸،۴۱۹)۔

## ولیمہ میں اسراف نیز مدعوّین کی تحدید

کتاب الفتاویٰ میں ہے۔

سوال(1609)دعوتِ ولیمہ صرف منکوح کے لئے ہے یا منکوحہ کے گھر والوں کے لئے بھی؟دعوتِ ولیمہ میں مدعووین کی تعداد کے سلسلے میں شرعی احکام کیا ہیں؟کہا جاتا ہے کہ ولیمہ سے زیادہ لوگوں کو شادی کی خبر ہوتی ہے اور یہ خوشی کا اظہار ہے،دعوتِ ولیمہ کرنا کیا صرف منکوح کے لئے ہے؟

جواب:ولیمہ کرنا نوشہ(دولہا) کے ذمے ہے اور سنت ہے،اس میں تکلف واسراف نامناسب ہے،جتنے لوگوں کو بہ سہولت کھلا سکتا ہو اتنے ہی لوگوں کو مدعو کرنا چاہئے،شریعت نے اس کے لئے کوئی تحدید نہیں کی ہے اور نہ ایسا کیا جانا ممکن ہے۔
کتاب الفتاویٰ (۷/۴۱۹)۔

# دو سال کے بعد ولیمہ

کتاب الفتاوی میں ہے۔

سوال(1611) کیا عقد کے دوسرے ہی دن ولیمہ کرنا چاہئے؟ایک صاحب شادی کے دوسرے ہی دن باہر چلے گئے،اور دو سال کے بعد واپس آئے،تب ولیمہ کیا،کیا یہ عمل درست ہے؟

جواب: ولیمہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ جس دن میاں بیوی کی خلوت ہوئی ہو،اس کے دوسرے دن دعوت کردی جائے،حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت زینب بنت جحشؓ سے نکاح ہوا تو دوسرے دن آپ نے لوگوں کو مدعو کیا اور کھانا کھلایا۔صحیح البخاری حدیث نمبر(۵۱۶۶)دوسرے دن یا تیسرے دن بھی کھلانے کی گنجائش ہے،اس سے زیادہ تاخیر ثابت نہیں۔

کتاب الفتاوی(۴/۴۲۰)۔

# بڑھاپے کے نکاح میں بھی ولیمہ مسنون ہے

ولیمہ ہر نکاح میں مسنون عمل ہے خواہ پہلا نکاح ہو یا دوسرا،تیسرا،نیز جوانی میں نکاح ہو رہا ہو یا بڑھاپے میں،ولیمہ کا تعلق نکاح سے ہے،عمر سے نہیں ہے،نبی علیہ السلام نے متعدد نکاح فرمائے اور سب میں ولیمہ دیا،امام بیہقیؒ نے امام شافعیؒ سے نقل کیا ہے کہ میرے علم کے مطابق نبی علیہ السلام نے کوئی ولیمہ نہیں چھوڑا۔

فتح الباری(۹/۲۹۳)وفتح الملہم(۳/۴۸۶)

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عمر کے آخری دو تین سالوں میں بھی

کئی نکاح فرمائے ہیں، حضرت میمونہؓ، حضرت جویریہؓ اور حضرت صفیہؓ سے آخری عمر میں نکاح فرمایا تھا اور ان نکاحوں میں ولیمہ کرنا بھی اہتمام سے ثابت ہے، سب نکاحوں میں ولیمہ کرنا مسنون ہے تاہم تکلف اور زیادہ خرچ کی ضرورت نہیں ہے نہ جانور ذبح کرنا ضروری ہے، نبی علیہ السلام نے ایسا ولیمہ بھی فرمایا کہ جس میں نہ روٹی تھی اور نہ گوشت موطا امام مالک۔

ماخذہ: کتاب الفتاویٰ (۴/۴۲۰-۴۲۱)۔

## ولیمہ میں مدعوین کی طرف سے تحفے تحائف

شرعاً کسی مسلمان بھائی کو تحفہ اور ھبہ دینا جائز ہے بلکہ مستحب و مسنون عمل ہے، اس کی بڑی ترغیب اور فضیلت آتی ہے، پھر خوشی کے موقع پر دینا اور زیادہ بہتر ہے لہذا بوقت نکاح یا بوقتِ ولیمہ مدعوین کا دولہا یا دولہن کو تحفہ دینا فی نفسہ جائز اور درست ہے لیکن اس کی کچھ قیود اور شرائط ہیں مثلاً:

(۱) دینے والا اسے شرعاً لازم عمل نہ سمجھے۔

(۲) کسی معاشرتی، سماجی اور اخلاقی دباء کے بغیر اپنی خوشی، رضامندی اور دلی رغبت سے دیتا ہو۔

(۳) اس کو معاوضہ اور لین دین کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔

(۴) ولیمہ اور شادی کے موقعہ پر اس طرح کا معمول اور عرف نہ ہو۔

لیکن آج کل عام رواج بن چکا ہے کہ مہمان دعوتِ ولیمہ کرنے والے کو تحائف دیتے ہیں بالخصوص رقم کی صورت میں، اور داعی ان لفافوں کا منتظر رہتا ہے، جو جتنی رقم دیتا ہے وہ رجسٹر میں درج کرلی جاتی ہے، جب دینے والے کے ہاں

اس طرح کی تقریب ہوتی ہے یہ اس سے کچھ زیادہ رقم دیتا ہے، معاشرہ اور عرف میں اس کو ضروری سمجھا جانے لگا ہے اور نہ دینے والے کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا المعروف کالمشروط کے تحت یہ عمل جائز نہیں بلکہ سود کے مشابہ ہے، اس سے احتراز ضروری ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے بعد دس نکاح فرمائے ہیں اور اسی طرح صحابہ کرامؓ نے بے شمار نکاح کئے لیکن اس طرح رقم اور دوسری اشیاء کے دینے کا کہیں ثبوت نہیں ملتا، اگر کسی جگہ اس طرح عام رواج نہ ہو تو گنجائش ہے لیکن احتراز اولیٰ ہے کیونکہ یہ عمل عموماً معاشرے میں آہستہ آہستہ لازم اور واجب کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔

ماخذہ: کتاب الفتاویٰ (۴/۴۲۲، ۴۲۳) بزیادۃ کثیرۃ۔

## ولیمہ کا کھانا فروخت کرنا

کتاب الفتاویٰ میں ہے۔

سوال (1615) میرا ہوٹل ہے، میرے لڑکے کی شادی ہونے والی ہے، ولیمہ میں کھانا بچ جائے تو کھانا ہوٹل میں فروخت کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: ولیمہ کے لئے جو کھانا آپ نے بنایا ہے وہ آپ کی ملکیت ہے، آپ اس میں ہر طرح کے تصرف کا حق رکھتے ہیں، ایسا نہیں ہے کہ ولیمہ کی نیت کی وجہ سے پورا کھانا مدعوین کو کھلا دینا ہی ضروری ہے، اس لئے بچا ہوا کھانا ہوٹل میں فروخت کر دینا جائز ہے۔ کتاب الفتاویٰ (۴/۴۲۳)۔

# ولیمہ میں چوتھی کی دعوت

کتاب الفتاویٰ میں ہے:

سوال:(1616) کیا ولیمہ اور چوتھی کی دعوت ملاکر کرسکتے ہیں جیسا کہ آجکل رواج ہوگیا ہے؟

جواب: چوتھی کی دعوت کی کوئی اصل نہیں، یہ ایک غیر شرعی رسم ہے، البتہ دعوتِ ولیمہ سنت ہے (۴/۴۲۳)۔

# ولیمہ کے لئے لڑکی والوں سے پیسہ لینا جائز نہیں

دعوتِ ولیمہ کے لئے لڑکی والوں سے پیسے لینا جائز نہیں ہے، پیسے لینے کی دوصورتیں ہیں۔

(۱) پیسے لینے کی شرط لگادی جائے اور واپس بھی نہ کرنے ہوں، یہ عمل جائز نہیں اور یہ رقم لڑکے والوں کے لئے حرام ہے، اس کا واپس کرنا ضروری ہے۔

(۲) بطورِ قرض لی جائے، بعد میں واپس کرنا ہو، یہ بھی درست نہیں، اگرچہ رقم حرام نہیں ہے، کیونکہ ولیمہ اپنی وسعت، طاقت اور گنجائش کے مطابق کرنا مسنون ہے، اپنی گنجائش سے زیادہ کرنا اوراس کے لئے کسی سے قرض لینا جائز نہیں ہے۔

کتاب الفتاویٰ میں ہے۔

دعوتِ ولیمہ میں لڑکی والوں سے پیسہ لینا جائز نہیں، کیونکہ یہ مردوں سے متعلق ہے، حسب سہولت سادگی کے ساتھ ولیمہ کرنا چاہئے، تا کہ اس غیر شرعی فعل کا مرتکب نہ ہونا پڑے۔ (۴/۴۲۳، ۴۲۴)۔

## لڑکے سے رقم لیکر لڑکی والوں کا دعوت کرنا

رخصتی کے وقت مہر کے علاوہ جو رقم لڑکے یا لڑکے والوں سے لی جاتی ہے، خواہ دعوت کے مصارف کے نام سے ہو یا کسی اور نام سے، ناجائز ہے، کیونکہ جن علاقوں میں لڑکے یا لڑکے والے دعوت کے مصارف کے نام سے جو رقم دیتے ہیں وہ وہاں کے رواج کی وجہ سے مجبور ہو کر دیتے ہیں، اپنی خوشی سے نہیں دیتے، ان کو معلوم ہوتا ہے کہ اگر یہ رقم ادا نہیں کریں گے تو لڑکی والے رخصتی نہیں کریں گے اور شرعاً کسی مسلمان کا مال اس کی دلی مرضی اور خوشی کے بغیر لینا جائز نہیں ہے۔

## بوفے ڈنر کے مفاسد اور ولیمہ

موجودہ دور میں ''بوفہ ڈنر'' کا بہت رواج ہے اور ولیمہ جیسے مقدس عمل اور سنت میں بھی اس کو دُہرایا جاتا ہے، شرعاً ''بوفے ڈنر'' صحیح نہیں ہے، اس میں بے شمار مفاسد اور خرابیاں ہیں جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) یہ غیر مسلموں اور فساق و فجار کا طور طریقہ ہے۔

(۲) اس میں کھڑے کھڑے کھانے پینے کا رواج ہے، کوئی بھی عقل سلیم رکھنے والا شخص کھانے پینے کا یہ منظر دیکھ کر اسے اشرف المخلوقات یعنی انسانوں کا کھانا نہیں کہہ سکتا۔

(۳) جب میزبان کی طرف سے کھانے کی اجازت ملتی ہے تو لوگ اس طرح بے تحاشا دوڑتے ہیں کہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ شاید دو چار دنوں کے بھوکے ہوں یا کنگالوں کا گروہ ہے جو اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر ٹوٹ پڑتے ہیں۔

(۴) پھراس خیال سے کہ شاید دوبارہ کھانے پینے کی لذیذ اشیاء نہ ملیں، اپنی پلیٹوں میں ضرورت سے زیادہ کھانے پینے کی اشیاء ڈال لیتے ہیں اور کافی کھانا ضائع ہو جاتا ہے۔

(۵) اس دوران اس قدر بے صبری کا مظاہرہ ہوتا ہے کہ شاید یہ نادیدہ قسم کے لوگ ہیں جنہیں اس طرح کے عمدہ کھانے کبھی میسر ہی نہیں ہوئے۔

(۶) کھانے پینے کی اشیاء لینے کے لئے اس طرح بھیڑ اور ہجوم ہوتا ہے کہ ایک دوسرے پر چڑھ آتے ہیں، دوسرے کے ایذا کا سبب بنتے ہیں، کسی کے کپڑے خراب ہوتے ہیں اور کہیں برتن ٹوٹتے ہیں۔

(۷) کھانا حاصل کرنے کے لئے اس قدر دھکم پیل ہوتی ہے اور اس قدر حرص و ہوس کا مظاہرہ ہوتا ہے کہ سنجیدہ اور باوقار لوگ کھڑے کھڑے ان کا منہ تکتے رہ جاتے ہیں۔

(۸) بوڑھے اور ضعیف قسم کے لوگ اسی قسم کی دعوتوں میں اکثر محروم ہی رہتے ہیں الا یہ کہ کوئی ایثار سے کام لے لے۔

(۹) نہ بڑوں کی عزت واحترام کا خیال ہوتا ہے، نہ بچوں پر شفقت کا جذبہ ہوتا ہے۔

(۱۰) اس پر مستزاد یہ کہ مختلف برتنوں میں لذیذ کھانے لیکر جانوروں کی طرح ٹہل ٹہل کر جگالی کرتے ہیں، ایک ہاتھ میں کھانے کی پلیٹ ہوتی ہے تو دوسرے میں بوتل پکڑی ہوتی ہے اور تیسری ڈش پر نظر جمائی ہوتی ہے۔

(۱۱) یہ منظر انسانی شرافت کے بھی خلاف ہے اور روحِ اسلام کے بھی

منافی ہے۔

(۱۲)مختلف اور متنوع کھانوں کے تیار کرنے میں جہاں اسراف اور فضول خرچی ہے وہاں طبی اور طبعی لحاظ سے نقصان بھی ہے،کھانے والوں کی حرص وہوس اور لالچ بڑھتی ہے،ذہنی اور قلبی سکون،راحت اور اطمینان ختم ہو جاتا ہے۔

(۱۳)ایسے مواقع میں اکثر وبیشتر نمود ونمائش مقصود ہوتی ہے اور ہر ایک دوسرے سے بڑھ کر خرچہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

(۱۴)ایسے ولیموں میں بے جا اسراف اور فضول خرچی ہوتی ہے،اس کے لئے قرض لیا جاتا ہے یا دوسروں سے تعاون کی اپیل کی جاتی ہے،بدقسمتی سے شادیوں پر شاہانہ اخراجات سماجی تفاخر کی علامت بن گئے ہیں اور بالائی طبقہ کی دیکھادیکھی متوسط اور کم آمدنی والا طبقہ بھی اس لعنت کا شکار ہوتا جارہا ہے،ایسے ولیموں اور شادیوں میں فضول خرچی اور بے جا خرچ سے سنگین معاشی،اخلاقی اور سماجی مسائل پیدا ہو رہے ہیں،کس قدر افسوس کی بات ہے کہ مسلمانوں میں ایک جانب تو لاکھوں افراد انتہائی غربت وافلاس کی زندگی بسر کر رہے ہیں لیکن دوسری جانب شادیوں میں جاہلانہ رسوم پر بے دردی سے کروڑوں روپے لٹادیئے جاتے ہیں،حیرت تو اس بات پر ہے کہ یہ سب کچھ اس کے باوجود ہو رہا ہے کہ ہمارا ملک خوراک کے معاملے میں گونا گوں مسائل سے دوچار ہے اور بچوں کی صرف دووقت کی روٹی حاصل کرنے کے لئے لاکھوں افراد کو سخت محنت کرنا پڑتی ہے،اس صورتِ حال کا اولین تقاضہ یہ ہے کہ اس منفی رجحان کی بہرصورت حوصلہ شکنی کی جانی چاہئے اوراس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کی تعلیمات اور اسوۂ حسنہ پر عمل کریں،اسلام ہمیں سادگی

اور کفایت شعاری کا حکم اور نمود ونمائش اور اسراف وفضول خرچی سے بچنے کی تلقین کرتا ہے، تاہم اصلاحِ احوال کی سب سے زیادہ ذمہ داری اربابِ اختیار اور معاشرے کے باشعور طبقات اور صاحب الرائے افراد پر عائد ہوتی ہے کہ وہ سادگی اپنائیں اور اپنے عمل کے ذریعہ سے نمود ونمائش اور اسراف وتبذیر کی حوصلہ شکنی کریں۔

(۱۵) اس میں ایک جائز ملکی قانون کی دھجیاں بکھیری جاتی ہیں کیونکہ دعوتوں، ولیموں اور دیگر تقریبات پر اخراجات کو ایک حد تک رکھنے کے لئے ملک میں ایک قانون بھی موجود ہے لیکن مقامِ افسوس ہے کہ خود مقننہ اس قانون پر عمل نہیں کرتی، وزراء اور ارکانِ پارلیمنٹ کے ولائم دیکھنے کے قابل ہوتے ہیں، جب خود مقننہ اپنے قانون سے مخلص نہ ہو تو دوسروں سے کیا شکوہ؟ اگر صاحبِ اختیار اور اقتدار خود اس قانون پر عمل کرنا شروع کردیں تو عوام الناس سے اس کی پابندی کرانا کسی بھی طرح مشکل نہیں رہے گی۔

(۱۶) اس میں منتظمین (میزبانوں) کی سب سے بڑی غلطی شامل ہوتی ہے، اگر وہ بیٹھ کر کھلانے کا انتظام کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ مہمان حضرات بیٹھ کر نہ کھائیں، جو لوگ شادی بیاہ کی دعوت میں بیٹھ کر کھلانے پلانے کا انتظام کرتے ہیں مشاہدہ ہے کہ لوگ خوشی اور بڑے سکون سے بیٹھ کر کھانا کھاتے اور خوشی کا اظہار بھی کرتے ہیں، ہر شخص اطمینان سے کھاتا ہے، کوئی کھانے سے محروم نہیں ہوتا، دیکھنے میں بھی وقار، متانت اور سنجیدگی کا مظاہرہ ہوتا ہے، سب سے بڑی بات یہ ہے کہ کھانا برباد نہیں ہوتا، اس معاشی بدحالی کے دور میں امتِ مسلمہ کو شاید اس بربادی کا

احساس ہو یا نہ ہو خدا ہی بہتر جانتا ہے لیکن اس میں جس قدر اللہ کی نعمت کی ناقدری اور بربادی ہوتی ہے وہ ناگفتہ بہ ہے، آج ہماری کوئی تقریب اسلامی مزاج کے ہم آہنگ نہیں ہے، دوسری قومیں ہمارے متعلق کیا گمان کرتی ہوں گی کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والوں کی جماعت ہے جن کا ہر قدم اور جن کی ہر تقریب شریعت کے خلاف ہے۔

(۱۷)اس میں شادی ہال کے مالکوں کا قصور بھی ہے، انہوں نے ایسا ماحول اور طریقہ کار فراہم کیا ہوتا ہے کہ کوئی دیندار شخص سنت کے مطابق ولیمہ کھلانا چاہے تو شادی ہال میں اس کا انتظام نہیں ہوتا، مالکوں کو کم از کم اتنا انتظام تو کرنا چاہئے کہ ان کے شادی ہال میں سنت کے مطابق عمل ہو سکے۔

(۱۸)مولانا خالد سیف اللہ رحمانی لکھتے ہیں:

دوسرے اس قسم کی روش کا اصل محرک مغرب کی کورانہ تقلید اور اسلامی تہذیب وتمدن کے سلسلے میں احساسِ کمتری ہے، یہ ایک بڑی خطرناک اور مذموم ذہنیت ہے جو اس قسم کے جزوی اور فروعی مسائل کو بھی اپنی جگہ اہم بنا دیتا ہے۔

جدید فقہی مسائل (۱/۱۸۱) قدیم، پروگریسو بکس، لاہور۔

# خواب میں ولیمہ دیکھنے کی تعبیر

خواب میں دعوتِ ولیمہ دیکھنے یا اس میں حاضر ہونے کی تعبیر دیکھنے والے شخص کی حالت، وقت اور جگہ کے احوال کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے، کبھی اس کی

تعبیر غم وفکر کا زوال اور حصولِ منصب ہوتی ہے اور کبھی اس کی تعبیر اس کے برعکس غم، پریشانی، حزن والم اور ہاتھ سے تکلیف پہنچانے کی بھی ہوتی ہے۔

ماخذہ:تعطیر الانام فی تعبیر المنام (ص ۷۷۸) للشیخ عبدالغنی النابلسیؒ۔

# ☆الحاق☆

## دعوتِ ختنہ کی شرعی حیثیت

بچے کے ختنہ کے موقعہ پر تقریب اور دعوت کرنا ثابت نہیں ہے لہذا اس کا معمول اور رواج بنانا یا سنت و مستحب سمجھ کر کرنا صحیح نہیں ہے، اگر کہیں اتفاقاً کر لی جائے تو گنجائش ہے، اس بارے حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب ؒ کا تفصیلی فتویٰ ملاحظہ ہو۔

دعوتِ ختان کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں ہے، نہ تو نصاً اس کا کہیں ذکر ہے اور نہ ہی مشروعیت دعوت ضابطہ ''الدّعوة في السّرور'' میں داخل، اس لئے یہ دعوت جائز نہیں، پھر اس کو سنت سمجھنے میں بدعت ہونے کی قباحتِ شنیعہ مزید۔ تبدیع کے لئے عدمِ ثبوت ہی کافی تھا اور یہاں تو قرون مشہود لہا بالخیر میں اس پر نکیر موجود ہے۔

حدثنا عبداللّٰہ حدثنی ابی حدثنا محمّد بن سلمة الحرانی عن ابن اسحق یعنی محمّدًا عن عبیداللّٰہ أو عبداللّٰہ بن طلحة بن کریز عن الحسن قال دعی عثمان ابن ابی العاصؓ الی ختان فابی ان یجیب فقیل له فقال انا کنّالا نأتی الختان علی عهد رسول اللّٰہ ﷺ ولا ندعی له.

(مسند احمد(۲۱۷/۴)مطبع مؤسسة قرطبةمصر، وکذافی المعجم الکبیر للطبرانی(۵۷/۹)رقم الحدیث(۸۳۸۲)طبع مکتبه العلوم موصل عراق

## روایة الأدب المفرد

حدثنازكريا بن يحييٰ قال حدثناابواسامة عن عمروبن حمزة قال اخبرنى سالم قال ختننى ابن عمرؓ اناونعيما فذبح علينا كبشا.

پوری حدیث یوں ہے:

فلقدرأيتنا.........وانالنجذل له على الصبيان ان ذبح عناكبشا،(ص ۳۳۳)باب الدعوة فى الختان،رقم الباب(۵۹۸)ورقم الحديث(۱۲۸۲)دارالحديث ملتان،

وقال:المحقق الشيخ خالدعبدالرحمٰن العک: ضعيف الاسناد موقوف

اس روایت کی سند کی تحقیق کی حاجت نہیں،بتسلیم صحت سند بھی اس سے بوجوہ ذیل استدلال صحیح نہیں۔

(۱)یہ صرف ایک واقعہ جزئیہ ہے جوحضرات صحابہ کرامؓ کے تعامل عام کے خلاف ہے۔

(۲)مشروعیت دعوت کے ضابطہ مذکورہ کے خلاف ہے۔

(۳)ائمہ حدیث وفقہ رحمہم اللہ نے اس کو اختیار نہیں فرمایا۔

وجوہ ثلاثہ مذکورہ کی بناء پر یہ جزئیہ واجب التأویل ہے۔حقیقت یہ ہے کہ ایام جاہلیت میں عرب کولڑکیوں کی ولادت بہت ناگوارتھی۔

وإذابُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالأنثى ظلّ وجهه مُسْودًا وهو كظيم يتوارى من القوم من سوءِ مابشربه ايمسكه على هون أم يدسه فى التراب الاساء

مایحکمون.

اس کے برعکس لڑکوں کی ولادت پر بہت خوش ہوتے تھے، بہت اتراتے اور فخر کرتے۔

عُتلّ بعدذٰلک زنیم أن کان ذامال وبنین.

اس لئے وہ لڑکے کی ولادت پر اس کی تشہیر، اظہار مسرت اور فخر ومباہات کی غرض سے اور اس امر کے اظہارواعلان کے لئے کہ لڑکی پیدا نہیں ہوئی لڑکا ہے، دعوتِ ختان کرتے تھے، اور اس کا ان میں عام دستور تھا، شریعت میں اس دعوت سے صراحۃً نہی وارد نہیں ہوئی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرامؓ نے اس دعوت کے خلاف ضابطہ شرعیہ وخلاف عقل ہونے کی وجہ سے اس کے ترک ہی کو ممانعت کے لئے کافی سمجھا، اور ایسے بدیہی البطلان کام سے صراحۃً نہی کی ضرورت نہ سمجھی، اس لئے صحابہ کرامؓ کے اتنے بڑے جم غفیر میں سے کسی ایک فرد کا عدم نص صریح وعدم شیوع ممانعت کی وجہ سے عرب کے دستورِ عام کے مطابق عمل کر لینا بعید نہیں۔

## اقوال الفقهاء رحمهم اللّٰه تعالیٰ

کتب فقہ میں دعوتِ ختان کا ذکر ملتا ہے مگر ائمہ احناف رحمہم اللہ تعالیٰ سے کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

قال الاِمام الخرقی رحمه اللّٰه تعالیٰ: ودعوة الختان لایعرفها المتقدّمون، ولاعلیٰ من دعی الیها أن یجیب، واِنّما وردت السنة فی اجابة من دعی اِلی ولیمة تزویج.

وقال الإمام ابن قدامةؒ:يعني بالمتقدّمين:اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم الذين يقتدى بهم وذلک لماروى ان عثمان بن ابى العاصؓ دعى إلى ختان،فأبى أن يجيب،فقيل له،فقال: انا كنّا لانأتي الختان على عهدرسول الله ﷺ ولا ندعى إليه"

رواه الامام احمدؒ باسناده.إذاثبت هذا فحكم الدعوة للختان وسائر الدعوات غير الوليمة......،انها مستحبّة،لمافيها من اطعام الطعام،والإجابة اليها مستحبّة غير واجبة.........وهذا قول مالکؒ والشافعی،وأبی حنيفة،اصحابه رحمهم الله تعالیٰ.

وقال:فامالامرالإجابة إلىٰ غيره(طعام الوليمة)محمول على الإستحباب بدليل انّه لم يخص به دعوة ذات سبب دون غيرهاوإجابة كل داع مستحبّة لهٰذاالخبرولان فيه جبر قلب الداعي وتطييب قلبه وقد دعى احمدؒ إلىٰ ختان فأجاب وأكل،فأماالدّعوة فى حق فاعلهافليست لها فضيلة تختص بهالعدم ورودالشّرع بهاولكن هى بمنزلة الدّعوة بغير سبب حادث فاذا قصد فاعلها شكر نعمة الله عليه واطعام اخوانه وبذل طعامه فله اجرذٰلک ان شاء الله تعالیٰ.المغنی(۲۸٦/۷)

عبارتِ مذکورہ نص ہے کہ قرون مشہود لہا بالخیر میں دعوتِ ختان کی بدعت کا کوئی وجود نہ تھا،البتہ اس عبارت میں امور ذیل محل بحث ہیں:

(ا)ائمہ حنفیہؒ کی طرف نسبتِ استحباب۔

جواب:

(۱) نقل مذہب میں غیر اصحاب مذہب کا قول معتبر نہیں، لأن صاحب البیت أدری بمافیه.

(۲) سائر الدعوات سے وہ دعوات مراد ہیں جو کسی داعیہ شرعیہ یا عقلیہ کی وجہ سے ہوں، دعوتِ ختان کو ان میں داخل سمجھ کر ذکر کر دیا، حالانکہ اس کا عدمِ دخول واضح ہے۔ یہ احتمال دوسرے ائمہ ثلاثہؒ کی طرف نسبت میں بھی موجود ہے، اور یہاں احتمال بعید بھی معتبر بلکہ واجب القبول ہے، لما بینا۔

(۲) دعوت بلاسبب کا اثبات۔

جواب:

(۱) اس میں امثلہ مذکورہ یعنی جبر قلب داعی، تطییب القلب، شکر نعمت، اطعام اخوان وبذل طعام کو بلا سبب قرار دینا صحیح نہیں۔

(۲) دعوت بلا سبب کا ثبوت تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس کا جواز اس سے مقید ہوگا کہ کسی ایسے امر کو سبب نہ سمجھا جائے جو نہ شرعاً سبب ہو نہ عقلاً، دعوتِ ختان کو بلاسبب کہنا صحیح نہیں، سبب تو موجود ہے، مگر یہ سبب مخترع ہے شرعی ہے نہ عقلی، بلکہ شریعت نے اس کو سبب دعوت قرار دینے پر رد کیا ہے، عوام نے دستور زمانۂ جاہلیت کے مطابق غیر سبب کو سبب بنا لیا ہے وھذاظاھر جدًا.

فعل ابن عمرؓ واقوال فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ کی یہ تأویل قرین قیاس نہیں کہ اس سے دعوت بوقت اندمال زخم مراد ہے جو بوجہ حصول صحت موقع اظہار شکر و سرور ہے۔

حاصل یہ کہ اس رسم شنیع وقبیح کا بطلان فی نفسہ بھی ظاہر ہے اور اس لئے

بھی کہ اس کی بنیاد جاہلیت کے مغضوب علیہم کے ایسے عمل مبغوض پر ہے جس پر اللہ تعالٰی نے قرآن کریم میں کئی جگہ بہت سخت نکیر فرمائی ہے، اتنے بڑے جرم عظیم کو سنت قرار دینے کی بدعت پر جتنی بھی تردید کی جائے اور اس کی جتنی بھی تبدیع و تشنیع و تقبیح بیان کی جائے کم ہے۔ واللہ ھو العاصم من البدع فی الدین وھو الھادی لسبیل الرشاد، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم.

احسن الفتاوی (۱۵۵/۸ تا ۱۵۹،۷۷).

نیز ملاحظہ ہو خیر الفتاوی (۵۵۴/۱ـ۵۵۵)، فتاوی عثمانی (۱۰۷/۱) کتاب السنۃ والبدعۃ، وامداد المفتین (ص۲۰۱ـ۲۰۲) کتاب السنۃ والبدعۃ۔

## مکان کا ولیمہ، نئے مکان میں وعظ اور مٹھائی تقسیم کرنا

فتاوی محمودیہ (۱۵۶/۵) قدیم، کتاب الحظر والاباحۃ، میں ہے۔

سوال، نیا مکان بنوا کر اس میں وعظ کہلوانا اور شیرینی تقسیم کرنا کیسا ہے؟

الجواب: اگر برکت کے لئے، شکریہ کے طور پر بغیر کسی غیر ثابت التزام کے ایسا کرے تو درست ہے۔

فتاوی محمودیہ جدید (۱۴۸/۱۸) کتاب الحظر والاباحۃ، باب الضیافات۔

مولانا مفتی مہربان علی صاحب مذکورہ فتوی جامع الفتاوی (۶۷۴/۱) مکتبہ رحمانیہ لاہور، میں نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

جہاں عملاً التزام ہو اعتقاداً نہ سہی وہاں ترک افضل ہے۔

☆مکان تعمیر کرتے وقت یا جدید رہائش گاہ میں منتقل ہوتے وقت جودعوت کی جاتی ہے اسے الوکیرۃ یا التوکیر کہا جاتا ہے،ایسے موقعہ پر دوست واحباب کی دعوت مستحب ہے اور اس کو قبول کرنا بھی مستحب ہے۔

**عن ابی ہریرۃؓ قال:الولیمة حق وسنة،فمن دعی فلم یجب فقد عصی اللّٰہ ورسوله،والخرس والأعذاروالتوکیرانت فیه بالخیار،قال: قلت:انی واللّٰہ لا ادری ماالخرس والاعذاروالتوکیر،قال:الخرس: الولادة،والاعذار:الختان،والتوکیر:....الرجل یبنی الداروینزل فی القوم،فیجعل الطعام،فیدعوهم فهم بالخیاران شاء واواجابواوان شاء وا قعدوا.**

**قلت:فی الصحیح بعضه.مجمع البحرین(۲/۱۹۰.۱۹۱)کتاب الولیمةوالعقیقة،باب الدعوة فی الولائم وفی التعلیق علیه،اسناده ضعیف فیه:یحی بن عثمان التیمی القرشی ابو سهل البصری:ضعیف،انظر /مختصرالکامل للمقریزی(۹/۲۱)...والحدیث اخرجه الطبرانی فی الاوسط(۴/۱۹۳)الحدیث(۳۹۴۸)انظر/مجمع الزوائد(۴/۵۵)**

حضرت ابوہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ ولیمہ حق اور سنت ہے پس جس کو اس کی دعوت دی گئی اور اس نے قبول نہ کی تو اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اور خرس اور اعذاراورتوکیر کے بارے تجھے اختیار ہے،مجاہدؒ کہتے ہیں میں نے کہا کہ خرس اعذار اور توکیر کیاہے؟میں نہیں جانتا،انہوں نے فرمایا کہ خرس ولادت کی دعوت ہے اور اعذار ختنہ کی ہے اور توکیر یہ ہے کہ آدمی گھر بنائے اور لوگوں کے

پاس جائے اور کھانا تیار کر کے دعوت دے،توان کو اختیار ہے اگر چاہیں تو قبول کرلیں اور اگر چاہیں تو بیٹھ جائیں،قبول نہ کریں۔

## نئے مکان کی خوشی میں مٹھائی تقسیم کرنا

فتاوی محمودیہ جدید(۱۴۸/۱۸)میں ہے۔

سوال:نیا مکان تعمیر کرنے کے بعد دعاء خیر اور شرینی وغیرہ برکت کی نیت سے تقسیم کرسکتا ہے؟

جواب:کوئی مضائقہ نہیں مگر شیرینی وغیرہ میں کچھ تفاخر ونمائش کا رنگ نہ آنے پائے۔

## سفر سے واپسی پر دعوت

کسی مسافر کے سفر سے واپس آنے پر دعوت کرنا مستحب ہے،ایسی دعوت کو النقیعہ کہا جاتا ہے خواہ مسافر دعوت کرے یا دوسرے اس کی دعوت کریں۔

**عن جابربن عبدالله ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لما قدم المدينةنحر جزورًااوبقرةً،زاد معاذ عن شعبة عن محارب سمع جابر بن عبدالله:اشترى منى النبى ﷺ بعيرا بأوقيتين ودرهم او درهمين،فلما قدم صراراً امربيقرة فذبحت فأكلوامنها،فلماقدم المدينة امرنى ان آتى المسجدفاصلى ركعتين ووزن لى ثمن البعير.**

**صحيح البخارى(۴۳۴/۱)كتاب الجهاد والسير،باب الطعام عند القدوم،وكان ابن عمريفطر لمن يغشاه .**

**وکذا فی سنن ابی داؤد(۱۷۰/۲)کتاب الاطعمۃ)باب الطعام عندالقدوم من السفر.**

حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایت ہے نبی علیہ السلام جب مدینہ تشریف لائے تو آپ نے اونٹ یا گائے ذبح کی ،ایک روایت میں ہے کہ آپ علیہ السلام نے حضرت جابرؓ سے دو اوقیہ اور ایک درہم یا دو درہم کے عوض اونٹ خریدا اور جب مدینہ کے قریب مقام صرار پہنچے تو اس کے ذبح کا حکم دیا اور سب نے اس کا گوشت کھایا پھر جب مدینہ پہنچے تو اونٹ کی قیمت ادا کی۔

☆امام بخاریؒ نے تعلیقاً حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا معمول نقل فرمایا ہے کہ جب وہ سفر سے واپس آتے تو ملاقاتیوں کی وجہ سے چند دن روزہ نہ رکھتے ملنے والوں کے ساتھ کھانا تناول فرماتے۔

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ سفر سے واپسی پر دعوت کرنا سلف صالحین کے ہاں مستحب عمل ہے۔فتح الباری(۲۳۹/۶).

## طعام التزویج (شادی کا کھانا)

ولیمہ تو ایک مخصوص کھانا ہے،اس کے علاوہ شادی بیاہ کے موقعہ پر جو مہمان اور رشتہ دار وغیرہ آئے ہوئے ہوتے ہیں ان کی مہمان نوازی کرنا اور کھانا کھلانا بھی مستحب عمل ہے،اسے طعام التزویج یعنی شادی کا کھانا کہاجاتا ہے۔یہ ضیافت کی ایک صورت ہے۔

مستدرک حاکم میں حدیث مروی ہے کہ نجاشی رحمہ اللہ نے نبی علیہ السلام اور ام حبیبہؓ کا نکاح پڑھایا تو سب حاضرین کو کھانا کھلایا اور فرمایا کہ انبیاء کرام کی سنت

یہ ہے کہ وہ شادی کا کھانا کھلاتے تھے،علامہ ظفر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں کہ یہ ولیمہ کا کھانا نہ تھا بلکہ شادی کا کھانا تھانیز فرماتے ہیں کہ شادی کے موقعہ پر مجلس نکاح میں کھجوریں وغیرہ تقسیم کرنا بھی طعام التزویج میں شامل ہے۔اعلاء السنن (۱۲/۱۱)۔

## ختمِ قرآن کی دعوت

بچوں کے ختمِ قرآن کے موقعہ پر دعوت کرنایامٹھائی تقسیم کرناجائز ہے، حضرت عمرؓ نے سورہ البقرہ کی تعلیم بارہ سال میں مکمل کی اور اس خوشی میں اونٹ ذبح کیا۔

**عن مرداس بن محمد ابی بلال الاشعری قال حدثنا مالک عن نافع عن ابن عمرؓ قال:تعلم عمرؓ البقرة فی اثنتی عشرة سنة فلماختمها نحر جزورًا.**

**الجامع لا حکام القرآن للقرطبیؒ (۱/ ۳۰)مقدمة المؤلف،باب کیفیة التعلم والفقه الخ مطبوعه بیروت.**

**واخرج الخطیب فی رواة مالک والبیهقی فی شعب الایمان عن ابن عمر قال:تعلم عمر البقرة فی اثنتی عشرة سنة،فلماختمها نحر جزورًا.**

**الدرالمنثور فی التفسیر بالماثور للسیوطیؒ (۱/ ۵۰)اول سورة البقرة،داراحیاء التراث العربی.**

نیز ابتداء میں اقسام ولیمہ کی بحث میں ہم نقل کر چکے ہیں کہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری کی تکمیل پر پرُتکلف دعوت کی تھی۔اورختم قرآن کے موقعہ پر جودعوت کی جاتی ہے اسے ''الحذاق'' کہا جاتا ہے۔لہذا ختم قرآن کے موقعہ پر دعوت

درست ہے البتہ فخر ونمود یا اپنی حیثیت سے زیادہ قرض لیکر خرچ کرنا جائز نہیں نیز التزام سے بھی احتراز ضروری ہے۔

احسن الفتاوی (۱۵۴/۸) کتاب الحظر والاباحۃ۔

## حاجی کی دعوت

حج کرنے پر حاجی اگر اظہارِ مسرت کے لئے اپنے اعزہ واقارب، دوست احباب اور رشتہ داروں کی دعوت کرے یا دوسرے لوگ اس کی دعوت کریں تو یہ فی نفسہ جائز ہے مگر اس کا ایسا التزام کہ اگر نہ کرنے کو معیوب اور ایک دوسرے پر قرض سمجھا جانے لگے تو جائز نہیں۔ احسن الفتاوی (۱۵۵/۸)

## عرس کی دعوت میں شرکت

مروّجہ عرس میں بہت سے مشرکانہ افعال، بدعات اور برے کاموں کا ارتکاب کیا جاتا ہے، اس لئے عرس بہت سے گناہوں کا مجموعہ ہوتا ہے، ان عرسوں کا منعقد کرنا اوران کی دعوت دینا اوران میں شرکت کرنا جائز نہیں، سخت گناہ ہے اور وہاں جو دعوت اور کھانا پینا ہوتا ہے وہ سب عموماً غیر اللہ کے نام کی نذر ومنت کا ہوتا ہے، اس لئے اس کو تبرک سمجھ کر کھانا اور تقسیم کرنا ناجائز اور حرام ہے، اس سے بچنا ضروری ہے۔

# اہلِ میت کی طرف سے دعوت

آج کل بعض علاقوں میں اہلِ میت کی طرف سے کھانا تیار کیا جاتا ہے اور خویش واقارب اور دوست احباب کو دعوت دی جاتی ہے، وہ جمع ہو کر اس کھانے میں شرکت کرتے ہیں، اس رسم کو ضروری خیال کیا جاتا ہے، شریعت کی رو سے اہلِ میت کی طرف سے کھانا تیار کرنا اور دعوت کرنا ناجائز اور بدعت ہے اور اس کی چند اہم وجوہات یہ ہیں۔

(۱) یہ رسم اصل میں ہنود کی ہے، مسلمانوں نے ان سے لی ہے لہذا اس میں تشبہ بالہنود ہے۔

(۲) شریعت میں غمی کے موقعہ پر اہلِ غم کی طرف سے دعوت کرنا مشروع نہیں ہے، اس کی کوئی مثال نہیں ملتی، فقہی قاعدہ ہے:

**ان الدعوة شرعت فی السرور لافی الشرور.**

(۳) اس دعوت کو لازم اور ضروری سمجھا جاتا ہے جو کہ التزام ہے اور اصول یہ ہے کہ التزام مالا یلزم ناجائز ہے۔

(۴) دعوت پر جو رقم خرچ ہوتی ہے اس میں عموماً نابالغ بچوں اور یتیموں کا حصہ بھی ہوتا ہے۔

**قال اللہ تعالیٰ: والذین یأکلون اموال الیتامی ظلماً انما یأکلون فی بطونھم ناراًوسیصلون سعیراً (النساء ۴: ۱۰)**

اور نابالغ کا مال صدقہ وخیرات کرنا کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہے۔

(۵) اس دعوت سے مقصود ایصالِ ثواب نہیں ہوتا بلکہ ریاء ونمود مطلوب

ہوتی ہے یالوگوں کے طعن وتشنیع کے ڈر سے دعوت کی جاتی ہے جو کہ شرکِ اصغر ہے، یہاں ایصالِ ثواب مقصود نہ ہونے کے چند قرائن ہیں۔

(الف) اخفاءِ صدقہ افضل ہے بالاتفاق، اس کے باوجود اگر اخفاء (چھپ کر صدقہ کرنے) کی ترغیب دی جائے تو یہ لوگ اسے ہرگز قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے، علی الاعلان دعوت پر اصرار کرتے ہیں۔

(ب) صدقہ بصورتِ نقد دینا زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس میں اخفاء بھی سہل ہے اور فقراء کے لئے نافع بھی زیادہ ہے کہ جیسی ضرورت ہوگی اس نقد رقم سے پوری کر لی جائیگی اور اگر فی الحال کوئی ضرورت پیش نہ ہو نقد رقم وقتِ ضرورت کے لئے محفوظ رکھی جاسکتی ہے، دعوت میں یہ فوائد موجود نہیں بلکہ بعض دفعہ کھانا مضر بھی ہوتا ہے معہذا نقد صدقہ سے ایصالِ ثواب پر کوئی راضی نہیں ہوتا۔

دوسرے درجہ میں صدقہ کی بہتر صورت یہ ہے کہ حاجت مند کی ضرورت کے پیشِ نظر اسے صدقہ دیا جائے یعنی مریض کو دواء، مسافر کو کرایہ، ٹکٹ، توشہ وغیرہ بھوکے کو کھانا اور برہنہ کو لباس، جوتا، موسم سرما میں بے سروسامان کو کمبل، رضائی وغیرہ، غرضیکہ دفع ضرورت کا خیال رکھا جائے مگر یہاں تو بہر صورت کھانا ہی کھلایا جاتا ہے خواہ مریض بغیر دواء کے کراہ رہا ہو، برہنہ جسم سردی سے ٹھٹھر رہا ہو یا شدت گرمی سے جلا جا رہا ہو، مسافر منزل مقصود تک پہنچنے سے لاچار اور مجبور ہونے کی وجہ سے پریشان ہو، اگر ان لوگوں کو دعوت کی بجائے صحیح طریقِ صدقہ کا مشورہ دیا جائے جو کہ فقراء کے لئے بھی نافع ہو اور میت کے لئے بھی اور خود صدقہ کرنے والوں کے لئے بھی، تو جواب یہ ملتا ہے کہ دعوت نہ کرنے کی صورت میں برادری ناراض ہو جائے گی

ہماری ناک کٹ جائے گی،لوگ کہیں گے ''مرگیا مردود نہ ختم نہ درود''۔

(ج)اگرایصال ثواب مقصود ہوتا تو فقراء ومساکین کو مقدم سمجھا جاتا،حالانکہ ہوتا یہ ہے کہ اقرباء واحباب کا اجتماع ہوتا ہے یا پھر اصحابِ اقتدار اور اہل ثروت لوگوں کو دعوت دی جاتی ہے،فقراء تو صرف برائے نام ہوتے ہیں بلکہ کئی مواقع پر برائے نام بھی کوئی فقیر نہیں ہوتا،ان حالات میں اس دعوت کو کون یہ کہنے کی جرأت کرسکتا ہے کہ یہ ایصال ثواب کے لئے ہے۔ماخذہ:احسن الفتاوی(۳۵۵/۱)۔

## عدمِ جواز کی دلیل

(۱)عن جريربن عبدالله البجلى رضى الله عنه قال:كنانرى الاجتماع الى اهل الميت وصنعة الطعام من النياحة.

سنن ابن ماجة (ص۱۱۶)ابواب ماجافى الجنائز،باب ماجاء فى النهى عن الاجتماع الى اهل الميت وصنعة الطعام :

(۲)عن اسماعيل عن قيس عن جرير بن عبدالله البجلى رضى الله عنه قال:كنا نعدّ الاجتماع الى اهل الميّت و صنيعة الطعام بعددفنه فى النياحة.

مسنداحمد(۶۵۰/۲)رقم الحديث(۶۹۲۲)مسند عبدالله بن عمرو بن العاص.

(واضح رہے کہ حدیث جریرؓ مسند احمد میں مسند عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ میں منقول ہے،جس کی وجہ معلوم نہ ہوسکی،مسند جریر میں موجود نہیں ہے)

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اہل میت کے ہاں

جمع ہونے اور (ان کی طرف سے) کھانے تیار کرنے کو نوحہ شمار کرتے تھے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عہد نبوی اور اس کے بعد اہل میت کی طرف سے کھانے کی تیاری اور لوگوں کے اجتماع کو نوحہ شمار کیاجاتا تھااور نوحہ بالاجماع حرام اور ناجائز ہے لہذا اہل میت کا کھانا بھی حرام اور ناجائز ہوگا۔

عن ابی سعید الخدریؓ قال لعن رسول اللهﷺ النائحة والمستمعة.

ابو داؤد (۹۳/۲) کتاب الجنائز، باب فی النوح.

ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں نبی علیہ السلام نے نوحہ کرنے والی اور نوحہ سننے والی پر لعنت بھیجی ہے.

# ایک استدلال اور اس کا جواب

عن عاصم بن کلیب عن ابیه عن رجل من الانصار قال: خرجنا مع رسول الله ﷺ فی جنازة....فلمارجع استقبله داعی امرأته فاجاب ونحن معه الحدیث.

مشکوٰة المصابیح (۵۴۴/۲) کتاب الفتن، باب فی المعجزات.

اس حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام ایک میت کو دفنانے سے فارغ ہو کر آئے تو میت کی بیوی نے دعوت دی اور آپ نے قبول فرمائی، اس سے معلوم ہوا کہ اہل میت کی دعوت درست اور صحیح ہے ورنہ نبی علیہ السلام قبول نہ فرماتے لیکن اس

کا جواب یہ ہے کہ مشکوۃ المصابیح، ریاض الصالحین اور بلوغ المرام وغیرہ کتب حدیث کی طرح حدیث کی کتاب ہے اس میں مصنف نے اپنی سند سے کوئی حدیث نہیں لکھی بلکہ دوسری کتب حدیث سے احادیث نقل کر کے ایک مجموعہ تیار کیا ہے، یہ حدیث جن کتب سے نقل کی گئی ہے ان میں امرأته کے الفاظ نہیں ہیں، امرأته کا معنٰی ہے'' میت کی بیوی نے دعوت کی تھی'' بلکہ امرأة کے الفاظ ہیں یعنی کسی عورت نے دعوت کی تھی لہذا مشکوۃ میں جو امرأته کا لفظ ہے یا تو یہ صاحب مشکوۃ کا ذہول ہے یا کسی کا تب کی غلطی ہے یا یار لوگوں کی کارستانی ہے اور عربی سے واقف حضرات جانتے ہیں کہ''امرأة'' کو ''امرئة'' بھی لکھ دیا جاتا ہے، اس طرح امرأة کو امرأته لکھ دینا کوئی بعید نہیں ہے۔

صاحب مشکوۃ نے یہ حدیث ابوداؤد اور دلائل النبوۃ للبیہقی سے نقل کی ہے اوران دونوں میں امرأة کا لفظ ہے۔

ملاحظہ ہو سنن ابو دائود (۱۱۸/۲) کتاب البیوع، باب فی اجتناب الشبهات.

نیز یہ حدیث مشکل الآثار(۱۳۲/۲)، معتصر (ص۱۶۹)، شرح معانی الآثار(۳۳۰/۲) سنن دارقطنی (۵۴۵/۲) مسند احمد(۲۹۳/۵)، السنن الکبری للبیہقی (۹۷/۶)، عقود الجواہر المنیفۃ (۶۲/۲)، خصائص الکبری(۱۰۳/۲) مستدرک حاکم(۲۳۴/۴)، محلی ابن حزم(۴۱۵/۷)، عون المعبود(۲۴۹/۳) اور بذل المجهود(۲۳۹/۴) وغیرہ کتب میں موجود ہے اور ان سب میں امرأة کے الفاظ ہے، لہذا اس سے استدلال کسی صورت درست نہیں ہے۔

واضح رہے کہ بذل المجهود کی تالیف کے وقت مطبوعہ اور غیر مطبوعہ ملکی اور غیر ملکی تصحیح شدہ مختلف چھ نسخے موجود تھے، حضرت سہارنپوریؒ تصریح فرماتے ہیں کہ ان سب میں داعی امرأة کے الفاظ ہیں۔

ریاض محمد بلگرامی
فاضل جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد
متخصص جامعہ دارالعلوم کراچی
رئیس دارالافتاء تعلیم القرآن راولپنڈی






**الخلیل پبلشنگ ہاؤس**

دوکان نمبر B-1 فضل داد پلازہ اقبال روڈ، راولپنڈی

Ph: 051 - 5553248 , 0300 - 5034629, 0331-5459409